الف د ب

القول الکریم

التنزیہ حصہ اول مسمّی بہ
تنزیہ الانساب

القول الکریم

لمجیب عبد الرحیم

یہ رسالہ الشمس جلد ۳ ۱۳۲۵ھ میں شایع ہو چکا ہے مگر بعض اکابر دین دامت برکاتہم کا اصرار ہوا کہ اسکو اصلاح میں شایع کر دینا چاہیے کیونکہ الشمس کی اشاعت بہت محدود ہے۔ اور اس رسالہ کا فائدہ بہت ہے لہذا امتثالاً للامر المطلع یہ رسالہ علحدہ شایع کیا جاتا ہے کہ علاوہ ناظرین اصلاح اور حضرات بھی اس سے مستفید ہوں اسلئے کچھ نسخے اسکے زائد بھی چھپوائے جاتے ہیں واللہ بالغ امرہ وھو علی کل شئ قدیر

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن سے نظیر حسین منیجر نے شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

شکر خدا کہ الشمس کی ضوفشانی نے ایک عالم کو منور کردیا جس سے وہ راہ رو بھی راہ پر آنے لگے جنھیں رات کے پھیکے چمک والے مصنوعی ستاروں نے بے راہ کردیا تھا اور قریب تھا کہ ایسے قعرِ ضلالت میں گریں کہ پھر نہ نکل سکیں مگر اس آفتاب عالمتاب کی روشنی نے کچھ ایسی ہدایت کی کہ اب عام طور سے حق جلوہ گر ہو رہا ہے جسکی تصدیق اس سے ظاہر ہے کہ وہی گمنام اخبار اس طرح رو رہا ہے۔ لائق اڈیٹر کی تحریروں کا جو بطور تمہید لکھا ہے بخیال تضیع اوقات میں جواب نہیں دیتا الا بعض مقام پر تو سی نشان میں کچھ لکھ دونگا۔

نقل عبارت النجم لکھنو مورخہ ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۲۵؁ھ "اب ان حضرات نے یہ حیلہ و فریب تجویز کیا ہے پوشیدہ طور پر سنیوں کے پاس خط بھیجنے شروع کئے کہ شاید کوئی دام فریب میں آجائے اور کسی کی تحریر میں اس قسم کا کوئی لفظ ہمیں ملجائے جس سے ہم کہہ سکیں کہ فلاں سنی تحریف کا معتقد ہے یا یہ کہ مسئلہ تحریف میں اُن کی تشفی نہیں ہوئی (محض اتہام ہے)۔ ہاں جب آپنے زبانی مناظرہ سے فرار کیا۔ الشمس کی عبارت کا نقل کرنا چھوڑا میری اُس درخواست کو نامنظور کیا کہ میں الشمس کے خریداروں کا نام شایع کرتا ہوں آپ اپنا اخبار مفت انکے پاس بھیجدیجئے آپ اپنے خریداروں کا نام شایع کریں میں انکے نام بلا قیمت روانہ کروں۔ تو جن حضرات کا نام کبھی آپکے اخبار میں شایع ہوگیا انکے پاس الشمس بھیجدیا گیا کہ حجت تمام ہو اگر آپکے خیال میں اسکا نام حیلہ و فریب ہے تو الحمد للہ اسمیں کل انبیا اور اولیا میرے شریک ہیں) اگرچہ اس بے غیرتی (کیا تہذیب ہے) کی کارروائی کا حاصل کچھ بھی نہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ دین حق کی مشعل ایسے فریب و دغا کے جھونکوں سے بجھ نہیں سکتی (اپنے منہ میاں مٹھو)

فرض کیجئے کہ آپنے دھوکہ دیکر کسی سنی سے کچھ لکھوا لیا تو ہمارا کیا ضرر ہو سکتا ہے بحمد اللہ سلف سے آجتک کوئی سنی عالم سے جاہل تک چھوٹے سے بڑے تک تحریف کا خیال بھی دل میں نہیں لایا نہ لا سکتا ہے اور اگر کوئی بدمغز ایسی بات منہ سے نکالے تو ہم تمام اہل سنت اسلام سے اسکو ایسا بے تعلق سمجھیں گے جیسے نبوت صادقہ سے کذب جیسا کہ خود آپکے امام عالی مقام مولوی حامد حسین اسی مبحث تحریف میں لکھ چکے ہیں "مصحف عثمانی کہ حضرات آنرا قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان آنرا ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند (چونکہ علامہ کا یہ قول ویسا ہی ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ تو کیا اس سے درحقیقت وہ معتقد نبوت ہو گئے اور کیا خدا نے غلط کہا ہے ہرگز نہیں اسی طرح جناب علامہ کا یہ قول ہے ورنہ سابقاً محی الدین عربی وغیرہ کی تصریحیں گذر چکی ہیں)

ایڈیٹر اصلاح نے ہمارے عزیز دوست جناب منشی محمد شفیع صاحب مقیم ضلع سلطانپور کو خطوط بھیجے تو کیا پایا اور مولوی عبدالرحیم صاحب کو خط لکھا تو کیا حاصل ہوا (اتمام حجت۔ اظہار حق فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر)

المختصر بحث تحریف کی تکمیل چونکہ اس اعلی پیمانہ پر ہو چکی ہے لہذا اسکے متعلق اب مجھے کچھ لکھنے کی بالکل ضرورت باقی نہیں رہی مگر چند روز سے مولوی عبدالرحیم صاحب محرر عدالت باندا کی ایک تحریر میرے پاس آئی ہوئی (یہی اثر ہے الشمس کا ابھو آپکو معلوم ہوا کہ الشمس جو مفت بھیجا گیا اسکا کیا نتیجہ ہوا اگر ایک شخص کا ایمان بھی درست ہو جائے تو آپکے خزانہ قارون سے بدرجہا بہتر ہے) چونکہ انھوں نے محض بنا بر تحقیق اپنی پوری محنت سے وہ تحریر لکھی ہے اسلئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس تحریر اور جواب کو بھی شایع کردوں (مگر افسوس کہ آپ تو اس بحث کو ختم کر چکے تھے پھر کیوں عمری جوش پیدا ہوا ملاحظہ کیجئے اپنا ۱۵ مورخہ ۱۴ صفر جسمیں لکھتے ہیں "الحمد للہ کہ مبحث تحریف ختم ہو گیا اور فریقین کا عقیدہ قرآن کریم کی نسبت پوری تحقیق و تنقیح کیساتھ بیان ہو چکا پھر ۱۶ مورخہ ۲۰ صفر جسمیں لکھتے ہیں "اگرچہ بحث تحریف کامل ہو گئی جو باتیں لکھی گئیں وہ بحمد اللہ ایسی جامع و محققانہ ہیں کہ جو باتیں نہیں لکھی گئیں وہ بھی ان سے مستنبط ہو سکتی ہیں" جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کس طرح گھبرا گھبرا کر بھاگ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مبحث تحریف سے بھاگیں جان بچے مگر خود آپکے مذہب والے دامن پکڑ رہے ہیں کہ کہاں

جاتے ہو جواب تو دو کیونکہ الشمس کا جواب تو آپ شوال ۱۳۲۴ھ سے چھوڑے بیٹھے ہیں کہئے الشمس نے کیا اثر کیا اور کس طرح آپکے مذہب پر حق واضح ہو رہا ہے) وہ تحریر یہ ہے۔

خط مولوی عبدالرحیم صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی:- {باندہ ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء}

فضیلت پناہ حقیقت دستگاہ جناب ..... صاحب دامت برکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ میں یہ دیکھکر سخت افسوس ہوا کہ آپنے میرے مضمون کو جو رسالہ اسلام جالندھر میں شایع ہوا اپنے اخبار کے مقابلہ میں معترضانہ تحریر سمجھکر یہ شکایت فرمائی ہے کہ مینے وہ اعتراض براہ راست آپکی خدمت میں کیوں نہ بھیجا تاکہ اسکے جواب کا موقع ملتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا مقصود اس خط سے آپ پر اعتراض کرنا نہ تھا اور نہ مجھ سے ہیچمدان کو یہ جرأت ہو سکتی ہے اپنے مقصد کو واضح کرنیکے لئے میں اسکی ایک نقل آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں اور ساتھ ہی آپکو اپنے نیاز نامہ کی ایک یاد دلاتا ہوں جو اسی مقصد سے ۲ جنوری ۱۹۰۷ء کو آپکی خدمت میں بھیجا تھا لیکن اسکو یہ عزت نہیں حاصل ہوئی کہ آپ اسکی طرف کچھ بھی توجہ کرتے (اب تو اڈیٹر صاحب کی دروغ گوئی اچھی طرح کھل گئی اور تمام عالم کو معلوم ہو گیا کس منافقانہ چال سے وہ جملہ لکھا تھا کہ "آپنے براہ راست میرے پاس کیوں نہ بھیجا جو رسالہ اسلام جالندھر میں بھیجا" جب وہ خط دوسرے رسالہ میں شایع ہوا تو آپکی آنکھ کھلی اور یوں بات بنانے لگے اسپر بھی اڈیٹر صاحب نے پہلے خط کو نہ شایع کیا واہ رے غیرت فاروقی) اسی وجہ سے اس دوسرے خط کو آپکی خدمت میں بھیجنے کی جرأت نہیں ہوئی لیکن اخبار کے پیوستہ دو نمبر دیکھکر اب ہمت ہوئی ہے کہ امر زیر بحث کے متعلق بغرض تنقیح کامل کچھ عرض کروں۔

اسکے متعلق ان دو نمبروں میں جو کچھ لکھا گیا: کہ بلحاظ مسلمات سنی و شیعہ وہ کافی سے زیادہ ہے لیکن میں پھر یہ عرض کرونگا کہ یہ بھی کامیابی مسئلہ نسخ التلاوت کی معقولیت و ثبوت پر موقوف ہے اور اسکے متعلق مناظرہ کے حصہ دوم میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہی اس سے بوجوہ ذیل اطمینان حاصل نہیں ہوتا آیہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الخ اس مقصد پر قطعی الدلالت نہیں ہی بلکہ بقرینہ سیاق مضمون

وہ نسخ شرائع سابقہ یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے۔ کوئی قول آنحضرت صلعم کا قرآن بارے میں بیان کیا گیا ہے نہ نسخ تلاوت کی کوئی معقول وجہ بیان کی گئی ہے۔ آیات منسوخ التلاوت سے حیثیت کلام الٰہی ہونیکی کبھی سلب نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان کی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے پھر کیا وجہ ہوئی کہ ایک معتدبہ حصہ قرآن مجید کو منسوخ التلاوۃ کر کے ثواب سے محروم کر دینے کے علاوہ فتنہ میں ڈالا گیا جس سے یہ بھی نقصان ہوا کہ چند سور مجموعہ آیات کے اس طرح پر مرفوع التلاوۃ والکتابۃ ہو جانیکی وجہ سے اسی قدر معجزات نظم قرآن کے (فاتوا بسورۃ من مثلہ) ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے۔ یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی وفات کے قبل منسوخ التلاوۃ حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا تھا اور بدیں وجہ انھوں نے بروقت جمع قرآن اس تمام حصہ کو جسمیں سے کچھ متعدد صحابہ کو متفرق طور پر یاد بھی تھا داخل مصحف نہ کیا اگر آیہ مذکورہ بالا نسخ تلاوت ہی سے متعلق سمجھ لیجائے تب بھی یہ امر کہ کوئی خاص حصہ کلام اللہ کا منسوخ التلاوت ہو گیا جداگانہ ثبوت کا محتاج ہوگا۔ اور یہ امر ضروری ہوگا کہ بفحوائے اس آیت کے اس حصہ منسوخ شدہ کا بدل بھی ملے جو اس سے بہتر ہو یا اسکے مثل ہو۔ اس بدلیت کا کوئی پتہ کسی روایت میں نہیں ملتا۔ بجز عشر رضعات والی حدیث حضرت عائشہ کے لیکن اسمیں بھی یہ اشکال ہے کہ مصحف میں ناسخ کا وجود ہی نہیں ہے اور خود حضرت عائشہ یا کسی صحابی سے بہ سند آنحضرت صلعم بدل ناسخ کا بھی منسوخ ہو جانا منقول نہیں ہے۔

اسی طرح مناظرہ حصہ دوم کے صفحات ۴۰ تا ۴۲ میں جو روایات درج ہیں ان میں سے دوسری تیسری چوتھی پانچویں ساتویں آٹھویں اور گیارہویں میں کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کی طرف نہیں ہے چودہویں روایت میں ایک نامعلوم سورہ کی منسوخیت کی نسبت آنحضرت صلعم کی تصریح ابن عمر سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے لہذا قابل تمسک نہیں ہے (عجالہ نافعہ ص۴) پندرہویں روایت میں محض رائے حضرت انس کی ہے جبتک اس رائے کی تائید میں کسی دوسرے صحابی کا قول نہو اسوقت تک ایسے اہم معاملہ میں اسپر بھروسہ کر لینا غیر محفوظ ہے۔ نویں اور دسویں روایت کے بموجب مختلف سورتوں کے کچھ حصے جو فی نفسہ مستقل کلام ہیں سب صحابہ کو یاد تھے لہذا بموجب اس اصل موضوع کے کہ کسی حصہ

وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے محو ہو جانا اسکے منسوخ التلاوۃ ہونیکی دلیل سمجھا جاتا تھا پہ حصے منسوخ التلاوۃ نہیں سمجھے جا سکتے۔ اسی طرح آیہ رجم تمام صحابہ کو یاد تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ سورہ احزاب کی آخری آیت ہے اور کسی روایت میں اس کی منسوخیت کی طرف سے اشارہ نہیں ہے پھر کس دلیل سے منسوخ التلاوۃ سمجھ لی گئی۔

تیرہویں روایت میں جو دو آیتیں منقول ہیں ان کا مضمون انکی منسوخیت کے منافی ہے۔

بارہویں روایت ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتی ہے حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن میں بھی ہے مصحف میں کیوں نہیں ہے اور جواب ملتا ہے کہ قرآن میں بھی جسقدر حصہ نکال ڈالا گیا ہے اسی میں شامل یہ بھی نکال ڈالی گئی ہے۔!!!

ان تمام روایات مندرجہ حصہ اول و حصہ دوم مضامین مناظرہ سے جو نسخ تلاوت پر محمول کی جاتی ہے یہ قیاس پیدا ہوتا ہے کہ

یا تو ایسا ہوا ہے کہ جامعین کو جسقدر پوری پوری سورتیں ملیں اُن سے مصحف مرتب کر لیا گیا اور جو معدودے چند سورتیں ان کو پوری یاد نہ رہی تھیں اور جسقدر حصہ انکا یاد تھا وہ بالصراحت کسی عملی حکم پر مشتمل بھی نہ تھا جیسا کہ روایات منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے ان سب کو قصداً بالکل ترک کر دیا گیا اور اسکے علاوہ جو نہایت ہی قلیل حصہ قرآن کا صرف ان صحابہ کو یاد تھا جنکو بوجہ عدم موجودگی بمقام مدینہ یا کسی اور وجہ سے جمع قرآن کی کارروائی کا علم بروقت نہو سکا اسقدر حصہ اضطراراً ایں مصحف میں درج ہونیسے رہ گیا اور

یا ایسا ہوا ہے کہ یہ سب روایات قرآن مجید کی نسبت بے اعتباری پیدا کرنے کیلئے ہی اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں نے وضع اور غیر محتاط مصنفین نے بلا تحقیق و تنقید آنکھ بند کر کے سب کو قبول کر لیا اس قیاس کی تائید۔

(۱) **ایک تو** اُن مخرجین کی حیثیت سے ہوتی ہے جن سے ان روایات کا اکثر حصہ منقول ہے مثلاً ابو عبدالقاسم بن سلام جسکی نسبت[لہ] لم ارلہ فی الکتب حدیثاً مسنداً استعمال کیا گیا ہے (تقریب التہذیب)

(۲) **دوسری** ان روایات کی باہمی تخالف سے پیدا ہوتی ہے مثلاً آیہ رجم کی بابت یہ تین

لہ عبارت قابل تصحیح ہے ۱۲

روایتیں ہیں۔

(۱) اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم (تیسری روایت)

(۲)۔ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ بما قضیا من اللہ (پانچویں روایت ملاحظہ ہو۔

اسقدر مختصر روایت اور یہ اختلاف اور غضب یہ کہ اخیر کی دونوں روایتوں کی سند ایک ہی ہے مسند احمد میں جو اختلاف قرأت منقول ہے وہ اس حد تک نہیں پہونچتا اسی طرح حدیث آدم کی بابت بھی تین روایتیں ہیں ساتویں آٹھویں اور نویں (۱) پہلی روایت کس قدر مشترک کو دلوان للذین من تاب سے پہلی ایک مستقل جملہ ہے جس کو بلحاظ مضمون اپنے مابعد (یعنی قدر مشترک سے کوئی مناسبت نہیں ہے (۲) دوسری روایت میں قدر مشترک کو سورہ لم یکن کا آخری حصہ ظاہر کیا ہے اور آخر میں ایسے ہی بے تعلق دو مستقل جملے بڑھا دے گئے ہیں (۳) تیسری روایت میں قدر مشترک کو آخری حصہ ایک نامعلوم بڑی سی سورہ کا ظاہر کیا گیا ہے اور درمیان میں ایک ویسا ہی بے تعلق اضافہ کیا گیا ہے اسپر مستزاد یہ ہے کہ ہر ایک روایت میں قدر مشترک کے بھی بعض الفاظ اور ان کی ترکیب مختلف ہے۔

(۳) بعض روایات کی اندرونی شہادت سے ہوتی ہے مثلاً چھٹی روایت میں حضرت حمزہ سے منقول ہو کہ مصحف حضرت عائشہ میں آیہ صلوات کے بعد یہ الفاظ وعلی الذین یصلون فی الصفوف الاول تھے لیکن حضرت عثمان نے جب مصاحف میں تغیر تبدل کیا تو اس حصہ کو نکال باکیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ الفاظ آیہ صلوۃ کیساتھ آنحضرت صلعم پر نازل ہوے ہونگے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا تو آں حضرت صلعم اُسیوقت اسے لکھوا لیتے تھے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بوقت وفات آنحضرت صلعم تمام قرآن مجید مشمول اجزاے منسوخۃ التلاوت آنحضرت صلعم کے مکان میں مکتوب موجود تھا گو کتاب کی شکل میں نہو کیونکہ یہ کسی معتبر روایت میں بیان نہیں کیا گیا کہ جسقدر حصہ صحابہ بھول جاتے تھے اسقدر حصہ الواح وغیرہ میں موجودہ مکان آنحضرت صلعم سے بھی محو ہو جاتا تھا اب اسکے مقابلہ میں وہ روایات قابل ملاحظہ ہیں جنمیں یہ بیان ہے کہ بروقت جمع قرآن سورہ احزاب و سورہ برات وغیرہ صرف بقدر موجود ملیں اور بعض سورتیں بالکل نہ ملیں انکے نزول کے علم کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ

ان کا کچھ حصہ بعض صحابہ کو یاد تھا۔ یا ان کا کچھ ڈھیلا سا خیال انکے دماغ میں موجود تھا۔
واقعہ آیہ سورہ احزاب کے زمانہ کی بحث میں جو آپنے تعلیق بخاری کو پیش فرمایا ہے
اسکی نسبت گذارش ہے کہ اس جگہ تین روایتیں زیر بحث ہیں (۱) ایک وہ روایت جسمیں جنگ
یمامہ کے بعد جمع قرآن بعہد حضرت صدیق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی سورہ توبہ کے آخری دو آیتوں
کا ذکر ہے، یہ روایت بخاری میں ایک جگہ باب جمع القرآن میں اور دوسری جگہ تفسیر سورہ توبہ
میں درج ہے اور دونوں جگہ پوری پوری درج ہے۔

(۲) دوسری روایت وہ ہے جسمیں واقعہ قدوم حذیفہ کے بعد نسخ مصاحف بعہد حضرت عثمان
کا ذکر ہے۔

(۳) روایت وہ ہے جسمیں سورہ احزاب کے آیہ کا ذکر ہے۔ بخاری باب جمع القرآن کتاب
الجہاد۔ تفسیر سورہ احزاب۔ دوسری روایت کے اخیر میں بخاری باب جمع القران میں ہی
قال الزہری کے بعد تیسری روایت بھی درج ہے۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ الحاق امام
بخاری کا فعل ہے یا امام زہری یا کسی اور؟ امام بخاری اور امام زہری کے درمیان واسطہ
دوسری روایت میں موسیٰ اور ابراہیم اور تیسری روایت میں ابوالیمان اور شعیب ہیں پس
یہ کیونکر قیاس کر لیا جائے کہ امام زہری تک ایک ہی سند ہونے کی وجہ سے امام بخاری نے
ان دونوں روایتوں کو ملا دیا ہے البتہ تیسری اور پہلی روایت میں یہ مماثلت ہے تاہم ان
دونوں کو نہیں ملایا گیا۔ حالانکہ اس کیلئے ایک مرجح یہ بھی تھا کہ ان دونوں کا ماخذ حضرت
زید بن ثابت ہیں برخلاف اسکے دوسری روایت کے ماخذ حضرت انس ہیں۔ مگر اسپر بھی
امام بخاری کی طرح امام ترمذی نے بھی تیسری روایت کو دوسرے کے ساتھ بیان کیا ہے
پہلے کے ساتھ نہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ خود امام زہری نے ان روایات کو شعیب اور ابراہیم
سے بیان کرتے وقت پہلی روایت کو منفرداً اور دوسری و تیسری کو متصلاً بیان کیا تھا اور
اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتی کہ تیسری روایت عہد عثمانی کے متعلق ہے
اور اسی وجہ سے حضرت زید ابن ثابت نے اسکو پہلی کے ساتھ نہیں بیان کیا تھا بلکہ
اس سے الگ بیان کیا تھا اور جب امام زہری کو عہد عثمانی کے واقعہ کے متعلق دوسری

روایت حضرت انس سے پہونچی تو اس روایت کی تعلیم کے وقت تیسری روایت کو بھی اسکے ساتھ ملاکر تعلیم کیا مگر چونکہ اسکی سند مختلف تھی اس وجہ سے دونوں کے درمیان میں اختلاف اسناد ظاہر کرنیکے لئے یہ الفاظ وحدثنی خارجہ بن زید بن ثابت یا یہ الفاظ واخبرنی خارجہ بن زید بن ثابت بڑھا ئے۔

ترمذی شریف میں اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تیسری روایت کے الحاق کرنیکے بعد چند اور روایات بھی امام زہری سے روایت کی گئی تھی جو مابعد کے واقعات سے متعلق ہیں اور بسلسلہ وقوع واقعات درج ہیں۔

تیسری روایت میں اس واقعہ کا وقت اس فقرہ لما نسخنا الصحف فی المصاحف میں ظاہر کیا گیا ہے یہ فقرہ کارروائی عہد صدیقی پر صادق نہیں آتا بلکہ کارروائی عہد عثمانی پر صادق آتا ہے اسلئے کہ پہلی کارروائی میں نسخ المصاحف فی المصاحف نہیں ہوا بلکہ تتبع القران من الرقاع والاکتاف والعسیب وصدور الرجال ثم جمعہ فی الصحف الفاظ روایت کے بموجب صحف کا وجود پہلی کارروائی کے قبل نہیں تھا بلکہ اسکے سبب سے ہوا تب دوسری کارروائی کے دوران میں ان صحف میں بذریعہ نسخ و نقل ایسی وحدت اتصالی پیدا کی گئی کہ اس مجموعہ پر مصحف کا اطلاق ہونے لگا۔ اس قیاس کی تردید کیلئے نہایت قوی روایت ہونی چاہیے نہ ابراہیم کی روایت جس طرح پر کہ وہ انجم میں منقول بلفظ عن ہے۔ دوسرے ابراہیم ایک ضعیف راوی ہیں (تقریب التہذیب)

اسی جگہ یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ بحولہ بالا دونوں واقعے نہایت ہی اہم کثیر التعلقات اور ممتد الزمان واقعات ہیں لیکن باانیمہ پہلا صرف حضرت زید سے اور دوسرا صرف حضرت انس سے مروی ہے۔ ترتیب سور کے بارہ میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سوائے برأت والانفال کے مابقی کی ترتیب توقیفی ہے لیکن اس استثنا کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم ہر سال بماہ رمضان قرآن مجید کا مقابلہ حضرت جبرئیل سے فرمایا کرتے تھے اور سال وفات میں دو مرتبہ ایسا کیا ضرور ہے کہ آنحضرت نے قرآن شریف کو کسی ترتیب خاص سے پڑھا ہوگا لہذا تمام سور و آیات مرتب ہوگئیں اسلئے کہ بعد عرضہ اخیرہ کے نزول وحی نہیں ہوا

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آخری عرضہ کے وقت حضرت زید بن ثابت بھی حضور نبوی میں حاضر تھے اور سنتے جاتے تھے اور انھوں نے اسی ترتیب کے مطابق حضرت صدیق کے عہد میں مصحف مرتب فرمایا تھا اس حالت میں سورہ انفال و سورہ برات کی ترتیب کے متعلق جو روایت ترمذی (صفحہ ۲۷) وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ مشتبہ ہو جاتی ہی خصوصاً جبکہ اسکی ایک راوی عوف بن ابی جمیلہ شیعہ ہیں (تقریب التہذیب) اور اسکے مقابلہ میں ابن عباس کی دوسری روایت میں حضرت علیؓ کا یہ قول موجود ہے کہ بسم اللہ امانا ہو اور سورہ برات قتل کیلئے نازل ہوئی ہے (یعنی اس وجہ سے اسکے ساتھ بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی) مناظرہ حصہ اول پرچہ ۱۲ صفحہ اول۔

علاوہ اسکے امور مندرجہ ذیل کی بابت بھی میں آپکی تحریرات فیض سمات کا متوقع ہوں (۱) جیسا رواج تراویح میں ختم قرآن کافی زمانا ہے کیا ایسا ہی رواج بزمانہ خلافت حضرت عمر بھی تھا چند معتبر اسناد۔

(۲) عرضہ اخیرہ میں حضرت ابن مسعود موجود تھے اور اسی عرضہ اخیرہ کے مطابق حضرت زید بن ثابت نے مصحف صدیقی مرتب فرمایا تھا تو پھر حضرت ابن مسعود نے فاتحہ اور معوذتین کے بارہ میں اختلاف کیوں فرمایا اور اگر روایات مظہرہ اختلاف صحیح ہیں تو عاصم کی قرات میں جسکا سلسلہ اسناد حضرت ابن مسعود تک پہونچتا ہے فاتحہ اور معوذتین کیسے داخل ہیں۔

احقر العباد بندہ اثیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ محرر عدالت سب ججی باندا۔

اقول یہ پورا خط مولوی عبدالرحیم صاحب کا ہے اسکے جواب میں اڈیٹر صاحب حسب ذیل قلم فرما ہیں جسکو ہم قولہ اور اقول کے ساتھ لکھتے ہیں۔

قولہ الجواب اگرچہ مولوی عبدالرحیم صاحب کے جسقدر شبہات ہیں ان کا جواب میری سابقہ تحریرات سے بخوبی ظاہر ہے مگر مزید توضیح کیلئے میں بالاستقلال ان شبہات کے جواب علی الترتیب لکھتا ہوں امید ہے کہ مولوی صاحب بنظر انصاف و تامل ملاحظہ فرمائینگے تو یہ شبہات بالکلیہ مرتفع ہو جائینگے۔

ـــــــــــ

سلہ صفحہ ۲۷ رسالہ موید القرآن از مولوی علی بخش مرحوم ۱۲

اقول آپ مولوی صاحب کو دہوکہ نہیں دیسکتے کیونکہ انہوں نے الشمس بھی دیکھا ہے جسمیں دیکھ رہے ہیں کہ آپ الشمس کے مقابلہ میں بالکل لاجواب ہیں اور ماہ شوال سے تو اسکا نام لیتے بھی ڈرتے ہیں۔ افسوس کہ آپنے اپنی قوم الشمس نہ دکھایا نہ دیکھنے دیا ورنہ نہ معلوم کتنوں کا ایمان درست ہو جاتا۔ اور آپکی تحریریں تو ایسی لغو ہیں کہ خود آپکے مولوی صاحب رد و سلی کر رہے ہیں۔

قولہ سب سے پہلا اور سب سے بڑا شبہہ مولوی صاحب کو نسخ تلاوت پر ہے۔ مولوی صاحب کے نزدیک کسی آیت کا منسوخ ہو جانا بالکل غیر معقول اور غیر ثابت اور محض بے وجہ و بیفائدہ ہے لہذا وہ ان روایات کو نسخ التلاوۃ پر محمول کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ وہ اس مقام پر دو نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔ یا درحقیقت اصل بجالت بے اختیاری قرآن میں کچھ قدر قلیل کمی ہو گئی ہے کچھ حصہ کلام الٰہی کا درج مصحف ہونیسے رہ گیا ہے اور یا یہ سب روایتیں غلط ہیں دشمنان اسلام کی بنائی ہوئی غیر محتاط مصنفین کیوجہ سے یہ روایتیں کتابوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ اس دوسرے نتیجہ کی تائید بھی مولوی صاحب نے متعدد وجوہ سے کی ہے۔

ج اصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا ہر قسم کی کمی بیشی تغیر تبدل سے محفوظ ہونا ایک ایسا ضروری اور متواتر عقیدہ اسلام کا ہے کہ اسپر عقلی و نقلی دونوں قسم کے براہین قائم ہیں مگر یہ عقیدہ اسی وقت قائم ہو سکتا ہے کہ آپ اہل قرآن نہیں۔ اہل سنۃ ہو کر ایسا دعوی نہیں کر سکتے الشمس مجلد دوم پھر سے ملاحظہ ہو اڈیٹر) اور وہ براہین ایسے صاف اور روشن ہیں کہ عقل سلیم کبھی ان سے سرتابی نہیں کر سکتی (مگر آجتک ایک دلیل بھی ایسی نہ لکھی۔ اڈیٹر) یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام بھی قرآن پاک کے اس معجزہ کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے اور اس حیرت انگیز اعجاز پر انکو سوا دم بخود ہو جانیکے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا (جیسا کہ اسرار القرآن اور کشف القرآن سے ظاہر ہے جو حال میں عیسائیوں نے شایع کیا اڈیٹر) جیسا کہ میں بہ اختصار آخر بحث تحریف میں اسکو بیان کر چکا ہوں۔

اقول شاید وہ حصہ بھی شایع نہیں ہوا آپنے ذہنی خیال کو مجسم سمجھ لیا ہے اور جن مخالفین اسلام نے تسلیم کیا ہے وہ اعجاز قرآن کو اور اسکی اصل عبارت منزل من اللہ کے باقی رہنے کو بخلاف توریت و انجیل۔ نہ اسکو کہ جس ترتیب سے نازل ہوا اسی ترتیب سے بلا کمی موجود ہے اور میں انشاء اللہ اس بحث کو عنقریب لکھوں گا۔

قولہ یہ عقیدہ خود قرآن مجید کی آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون سے
بصراحت تمام ثابت ہوتا ہے۔

اقول اگر کچھ بھی آپ میں حیائے عثمانی ہوتی تو ایسا نہ لکھتے ملاحظہ ہو شمس نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ صفحہ ۲۵
کہ پہلے اسمیں اختلاف ہے ضمیر انا لہ لحافظون کدہر راجع ہے قرآن کی طرف یا آنحضرت کی طرف
پھر امام فخر الدین رازی صاحب اور ابن مسعود مفسر اور علامہ صالح بن مہدی مقبل وغیرہ
کا انکار اس امر سے کہ یہ آیہ عدم جواز تحریف کی دلیل ہو۔

قولہ یہ عقیدہ اسلام کا ایسا زبردست عقیدہ ہے کہ آجتک کسی مسلمان نے اسمیں اختلاف نہیں کیا
اور اگر کوئی شخص اسمیں اختلاف کرے تو مسلمان اسکو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

اقول آپکے اشارہ (یہ) کا مشار الیہ نہیں معلوم ہوتا اگر اعجاز قرآن و منزل من اللہ ہونا ہے
تو بیشک مسلمات اہل اسلام سے ہے اگرچہ بہت سے علمانے آپکے اختلاف کیا ہے اور اگر یہ ہے
کہ اسمیں کسی طرح کا تغیر تبدل نہیں ہوا تو نہ یہ عقیدہ اہلسنت ہے نہ تمام اہل اسلام ہے آپکا ذاتی
عقیدہ ہو تو دوسری بات ہے حالانکہ خود آپکا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کما مر وسیجی۔

قولہ پس جب یہ عقیدہ ایسے دلائل قطعیہ و براہین یقینیہ سے ثابت ہے تو کوئی روایت
یا واقعہ اس عقیدہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔

اقول اس سے بھی معلوم ہوا کہ روایت اور واقعہ اس شان کا ہے جسکو آپ غیر کافی سمجھ رہے
ہیں۔ اور جب کوئی دلیل قطعی آپنے دی ہی نہیں نہ آپکے کسی عالم نے اسکو داخل عقیدہ
کیا پھر ان روایات کی موجودگی میں کیونکر ایسا عقیدہ قایم ہو سکتا ہے۔

قولہ ورنہ قطعیات سے امان اٹھ جائیگا خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ روایت یا واقعہ قوت
کے ثبوت میں ان براہین قطعیہ کا ہمسر بھی نہو۔

اقول اولاً براہین قطعیہ کا دعوی ہی آپکو زیبا نہیں ثانیاً دعوی عدم ہمسری لغو ہے
کیونکہ اصح الکتب کی روایتیں ہیں۔

قولہ ہذا روایات نقصان قرآن کے متعلق صرف دو نتیجے نکل سکتے ہیں (۱) یہ روایتیں صحیح
نہوں (۲) ان روایتوں کا مطلب اور ہو۔ وہ نتیجہ جو مولوی صاحب نے نکالا ہے کہ بجا لت ہے

اختیار ہی قرآن میں کچھ کمی ہو گئی کسی حال میں نہیں نکل سکتا کیونکہ قرآن میں کمی بیشی کا
خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔
اقول تو کیا حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابن مسعود و ابی بن کعب و عائشہ و ابو درداء وغیرہ
صحابہ کبار کاذب تھے یمفتری تھے۔ اور وہ امر محال کے قائل تھے جو فرمایا ذھب قرآن کثیر
قولہ پس آپ اس نتیجہ کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دیجئے اور صرف انھیں دونوں نتیجوں پر غور کیجئے
اقول جو نتیجہ مولوی صاحب نے سوچا تھا وہ تو صحابہ کی خیر خواہی کا تھا اور واقعات پر مبنی کہ
جن صحابہ کو مطلق اس سے دلچسپی نہ تھی اور نہ کوئی اُنکے پاس نوشتہ تھا نہ حفاظ قرآن سے
مدد لی گئی بلکہ وہ قصداً نکال دیے گئے وہاں تو ایسا ہونا لازمی ہے بخلاف ان دونوں نتیجوں کے
جن کی تعلیم آپ دے رہے ہیں کہ اگر صحت روایات سے انکار کیا جائے تو اسلام کا ایک حکم بھی نہیں
باقی رہ سکتا کیونکہ کل نہیں تو اکثر بلکہ بہت اکثر روایتوں ہی سے معلوم ہوتے ہیں دوسری
نتیجہ کا یہ نتیجہ ہے کہ پھر نہ ہم علم حاصل کریں نہ کوئی کتاب دیکھیں بلکہ جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں
اُسپر ایمان لائیں کیونکہ جب عربی کی لیاقت حاصل کی ترجمہ کر سکتے ہیں تو خواہی نخواہی وہی
نتیجہ ذہن میں آئیگا جس سے آپ منع کر رہے ہیں اور مولوی عبدالرحیم صاحب سمجھ رہے ہیں
قولہ ان دونوں نتیجوں پر ہمنے بلحاظ ان روایات کے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں نتیجہ اس
مقام پر موجود ہیں اکثر روایات کی صحت بھی مخدوش حالت میں ہے۔
اقول اس کو بتانا چاہیے کہ کون سی روایت موضوع ہے اور پھر اس کا الزام آپکے ان علما
کے سر پر ہوگا جنھوں نے ایسی روایت بنائی اور درج صحاح ستہ کی گئی۔
قولہ اور ان روایات کا وہ مطلب بھی نہیں ہے جو حریف نے محض کور چشمی سے مراد لیا ہے
اقول آفتاب کی طرف جو دیکھتا ہے اسکی آنکھ ضرور اندھی ہو جاتی ہے اسی لئے الشمس کا دیکھنا
آپنے چھوڑ دیا مگر جو لوگ سمجھدار ہیں وہ تو خوب سمجھ رہے ہیں کہ حقیقت کیا ہے۔
جا بمن۔ یہ معاملہ قرآن ہے اسمیں کف لسان نہیں چل سکتا اسکو صحابہ ہی کیلئے مخصوص رہنے دیجئے
قولہ ہمنے بحث تحریف میں ان روایات کی صرف اسی آخری پہلو کو زیادہ صراحت سے دکھایا ہے
اقول نجم الشمس نے سبکو خاک میں ملا دیا اور حق کو واضح کر دیا۔

قولہ ان روایات کی صحت میں کلام کرنا ضروری نہیں خیال کیا۔ کیونکہ یہ روایتیں اگر صحیح تسلیم کر لی جائیں تب بھی ہمارے مقصد کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا۔ ہاں اسقدر مینے ضرور لکھدیا کہ ان میں کی اکثر روایات ادنی طبقہ کی ہیں ان روایتوں کا صحیح مطلب جو صرف مینے نہیں بلکہ اکابر مفسرین۔ ومحدثین نے بیان کیا بھی ہے کہ ان روایتوں میں منسوخ التلاوۃ آیتوں کا ذکر ہے۔

اقول آپ تسلیم نہ کرتے تو کیا کرتے صحاح ستہ کی روایتیں ہیں۔ باقی رہا علما کا سمجھنا یہ جب تک کے یہاں نہ قول صحابی حجت ہے نہ فہم صحابہ تو پھر فہم علما کیونکر حجت ہو سکتا ہے اصل مضمون روایت یا حدیث یا آیت کو دیکھئے کہ کیا کہتا ہے علما آپکے تو ہزاروں بات بنا رہے ہیں۔

قولہ نسخ التلاوت کا غیر معقول ہونا اب بھی میری سمجھ میں نہ آیا۔ کیا کلام الٰہی کا منسوخ ہو جانا محال ہے؟

اقول اس سے یہاں بحث نہیں۔ بحث اتنی ہے کہ حکم باقی اور تلاوت منسوخ۔ وہ بھی اس طرح کہ نہ رسول اللہ نے بتایا کہ یہ حکم منسوخ ہوا نہ کوئی صحابی اس کا مدعی ہوا بلکہ وہ صاف صاف کہہ رہے ہیں ہم اس طرح پڑھتے تھے اب یہ آیہ نہیں ملتا بہت سا قرآن جاتا رہا۔ فلاں آیہ فلاں صحابی کے پاس تھا وہ مارا گیا۔ فلاں آیہ ہمارے سرہر کے نیچے صحیفہ میں لکھا ہوا تھا بکری کا بچہ آکر کھا گیا لکھنے والا اونگھ گیا پینک آگئی اور آپ سب کو منسوخ التلاوۃ کہدیں اسکو کون پاگل مان سکتا ہے!!!

قولہ پھر کتب سابقہ کیوں منسوخ ہوئیں (بحکم خدا و نص رسول۔ اڈیٹر) یا اور کتب الٰہیہ منسوخ ہو سکتی ہیں مگر آیات قرآنیہ منسوخ نہیں ہو سکتیں۔

اقول جو منسوخ ہوئیں وہ بھی تو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ پھر ان آیتوں نے کیا قصور کیا جو نکال ڈالی گئیں۔

قولہ اس تفریق کی کیا وجہ جبتک مولوی صاحب ان دونوں باتوں میں کسی ایک کا ثبوت نہ دیں اس وقت تک نسخ التلاوت کا غیر معقول ہونا ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتا

اقول مولوی صاحب نے سب بتا دیا ہے (۱) آیہ ما ننسخ اسقدر مقصد پر قطعی الدلالت نہیں (۲) کوئی قول آنحضرت کا بھی اس باب میں پیش نہیں کیا گیا (۳) نہ نسخ تلاوت کی کوئی معقول

وجہ بیان کی گئی (۴) آیات منسوخ التلاوت سے حیثیت کلام الٰہی ہونیکی سلب نہیں ہوسکتی۔
(۵) لہٰذا انکی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے (۶) پھر کیا وجہ ہوئی کہ ایک معتد بہ حصہ قرآن مجید کو منسوخ کر کے ثواب سے محروم کردینے (۷) کے علاوہ فتنہ میں ڈالا گیا (۸) جس سے یہ بھی نقصان ہوا کہ چند سورہ و مجموعہ آیات کے اس طرح پر مرفوع التلاوۃ والکتابت ہوجانیکی وجہ سے اسی قدر معجزات نظم قرآن کے (فاتوا بسورۃ من مثلہ) ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے (۹) یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوت حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کردیا تھا تا آخر تقریر جو سابقاً مرقوم ہوئی کیا یہ سب دلائل مولوی عبدالرحیم صاحب کے نہیں ہیں۔

اڈیٹر صاحب کی یہ ایماندارانہ کارروائی ہر شخص کو بتا سکتی ہے کہ جب وہ اپنے ہم مذہب بلکہ دوست کی تحریر میں بیجا تصرف کر رہے ہیں کہ انکے دلائل سے عمداً چشم پوشی کر کے یہ دعوی کر ہیں کہ جبتک اسکا ثبوت نہ دیں اس وقت تک نسخ التلاوت کا غیر معقول ہونا ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتا۔ تو پھر الشمس کو ان سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ وہ اسکے دلائل کو لکھکر کسی امر کا معقول جواب دینگے۔

قولہ نسخ تلاوت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ تمام مفسرین کا اسپر اجماع ہے کچھ حصہ آیات القرآن کا منسوخ التلاوت ہوگیا ہے۔

اقول اجماع کا دعوی بھی خوب ہی کیا حالانکہ بتصریح امام احمد بن حنبل مدعی اجماع کاذب ہے اور کسی مسئلہ میں آجتک اجماع نہیں ہوا پھر اس نسخ التلاوت کو کہاں سے سرخاب کا پر لگ گیا جو اجماعی مسئلہ قرار پایا۔

افسوس آپ الشمس کو دیکھتے ہی نہیں ورنہ آپکو معلوم ہوتا کہ آپکے کتنے علما نے اس سے انکار کیا ہے ملاحظہ ہو الشمس ۲ جلد ۲ صـ۲۵ وحکی القاضی ابوبکر فی الانتصار عن قوم انکار ھذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال القرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیھا اتقان صـ۲۳ جلد ۲

پھر ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۱و۲ جلد ۳ صـ۴۲ جس سے معلوم ہوگا کہ کتنے علما اس سے منکر ہیں

طرہ یہ ہے کہ خود اڈیٹر صاحب نے بھی اس عبارت کو اپنے حصہ دوم میں نقل کیا ہے اور اس تحریر میں بھی ملاحظہ ہو۔ مگر بنظر اخفائے حق یہاں مدعی اجماع ہیں پھر اسکا کیا جواب ہے۔ حکی القاضی عن قوم ایک قوم علما کی منکر ہے تو کیا انکے انکار کے بعد بھی اجماع ہو سکتا ہے حصول المامول میں ہے اذا خالف اهل الاجماع واحد من المجتہدین فقط فذهب الجمهور الی انه لا یکون اجماعا ولا حجة قال الغزالی المذهب انه لا ینعقد مع مخالفة الاقل وقیل حجة ولیس باجماع ورجحه ابن الحاجب وقیل لا مع مخالفة الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلثة دون الواحد منه یعنی جب اہل اجماع کے قول سے ایک مجتہد بھی مخالفت کرے تو بنا بر قول جمہور وہ اجماع نہیں ہے نہ حجت ہے غزالی نے کہا کہ مخالفت اقل سے منعقد ہوگا مگر وہ اجماع نہیں ہے اور اسی کو ترجیح دیا ہے ابن حاجب نے اور بعض نے کہا کہ دو آدمی کی مخالفت سے اجماع باطل ہوگا۔ اور بعض نے تین آدمی کی شرط لگائی ہے تو بہر طور دعوائے اجماع باطل ہوا کیونکہ مخالف اسکی ایک جماعت ہے اور ایک قوم۔

افسوس آجتک آپکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اس قسم کے نسخ کے اقرار سے کیا خرابی لازم آتی ہے جس کو آپکے سمجھدار علما نے تصریح لکھدیا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اخبار احاد سے قرآن کی قرآنیت اور منسوخیت ثابت ہو جسکو کوئی عاقل نہیں قبول کر سکتا کیونکہ منسوخیت تابع قرآنیت ہے اور قرآن ہونا اگر ایسی روایتوں سے ثابت ہو تو پھر قرآن اور حدیث میں فرق ہی کیا رہیگا مگر آپکو تو شیعوں سے کد ہے لہذا نہ اس کو دیکھے گا کہ اس سے آپکے اصول پر کیا الزام آتا ہے نہ اسکو دیکھیگا کہ قرآن کی کیا حالت ہو رہی ہے اور وہی کہے جائیگا کہ یہ سب منسوخ التلاوۃ ہے۔

قولہ یہ مسئلہ کوئی اجتہادی اور عقلی نہیں ہے بس ضرور ہے اس مسئلہ کو انھوں نے سلف صالح سے کیا حاصل کیا۔

اقول اولاً ہم بیان کر چکے ہیں کہ کسی مسئلہ کی نسبت دعوی اجماع باطل ہے حصول المامول میں ہے ورحم اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی وجود الاجماع فهو کاذب منہ پس پہلا فائدہ آپکو اس دعوی سے یہ ملا کہ بقول امام احمد بن حنبل آپکا کاذب قرار پائے کیونکہ وہ عام طور سے فرماتے ہیں جو شخص مدعی اجماع ہو وہ کاذب ہے ثانیاً اگر امکان

وجود اجماع بھی تسلیم کیا جائے تو علم اس کا محال ہے لان طریق نقلہ اما التواتر والاحاد

والعادۃ تحیل تواترا واما الاحاد فغیر معمول بہ فی نقل الاجماع حصول المامول صـ۹۰

کیونکہ نقل اسکی یا بذریعہ تواتر پہونچی جو عادۃً محال ہے یا بذریعہ اخبار احاد تو وہ اجماع میں بے سود ہے

ثالثاً اسمیں اختلاف ہے کہ وہ حجت ہے کہ نہیں رابعاً اسمیں اختلاف ہے کہ وہ حجت قطعیہ ہے

یا حجت ظنیہ آخری فیصلہ یہ کیا گیا ہے قال البزودی وجماعۃ من الحنفیۃ الاجماع مراتب

فاجماع الصحابۃ مثل الکتاب والخبر المتواتر واجماع من بعدھم بمنزلۃ المشھور من

الاحادیث والاجماع الذی سبق فیہ الخلاف فی العصر السالف بمنزلۃ خبر الواحد

حصول المامول صـ۷۹

یعنی بزودی وغیرہ جماعت حنفیہ نے کہا اجماع کے چند مراتب ہیں اجماع صحابہ تو مثل قرآن

وحدیث متواتر ہے اور اجماع انکے بعد بمنزلہ حدیث مشہور ہے۔ اور جس اجماع میں اختلاف ہوا

وہ بمنزلہ خبر واحد کے ہے پس اگر بفرض محال اجماع علما قبول بھی کیا جائے تو بوجہ اختلاف وہ

بمنزلہ ایک خبر واحد کے ہے جس کو کوئی حجت نہیں جانتا۔

خامساً ان سب سے قطع نظر کرنیکے بعد اسمیں گفتگو ہے کہ کس دلیل سے ایسا اجماع کیا گیا

فقال جماعۃ لابد لہ من مستند لان اھل الاجماع لیس لھم الاستقلال باثبات

الاحکام وحکی عبد الجبار عن قوم انہ یجوز ان یکون عن غیر مستند وھو ضعیف

لان القول فی دین اللہ لا یجوز بغیر دلیل ولھذا کانت الصحابۃ لا یرضی بعضھم

من بعض بذلک بل یتباحثون حتی احوج بعضھم القول فی الخلاف الی المباھلۃ

فثبت ان الاجماع لا تقع منھم الا عن دلیل صـ۷۸

کیونکہ ایک جماعت علما اس کی قائل ہے کہ کوئی اجماع بغیر کسی دلیل شرعی (کتاب وسنت)

کے نہیں ہوسکتا کیونکہ اہل اجماع مستقل نہیں ہیں اثبات حکم میں عبد الجبار حاکی ہیں کہ بعض لوگ

قائل ہوے ہیں کہ بغیر دلیل کے بھی اجماع ہوسکتا ہے مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ دین خدا

میں بغیر دلیل کے کلام کرنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ اسقدر مباحثہ کرتے تھے طلب دلیل

میں کہ آمادہ مباہلہ ہوجاتے تھے پس ثابت ہوا کہ اجماع بے دلیل کے نہیں ہوسکتا۔

مینے مخاطب صاحب کے جواب میں اسقدر تحریر کیا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ انکا قول کوئی وزن رکھتا ہو جسکے جواب میں اسقدر تفصیل کی ضرورت ہو بلکہ اس وجہ سے کہ چونکہ وہ مولوی عبد الرحیم صاحب کو جو انکے ہم مذہب ہیں دہوکھا دے رہے ہیں اور اجماع کا نام لیکر ڈرا رہے ہیں کہ وہ اس ہیبت ناک لفظ کو سنکر خاموش ہو ہیں ورنہ خلافت شیخین بھی تشریف لیجاتی ہے۔ اس لیے مینے حقیقت اسکی سمجھادی کہ خود علماے اہل سنت نے اس اجماع میں کتنے شقوق نکالے ہیں اور اسی وجہ سے مسئلہ خلافت کو انھوں نے اصول دین سے خارج کر دیا بخلاف قرآن کے کہ کوئی اسکے اعجاز و قرآنیت ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ حالانکہ بتصریح تمام علما بتا دیا ہے کہ منسوخ التلاوۃ کا قول اس کا موجب ہے کہ ہم اخبار احاد سے قرآن ہونیکے قائل ہیں جو محال ہے۔ اب میں پھر بالاعلان کہتا ہوں کہ اگر مخاطب یا حضرات اہلسنت کا کوئی عالم ایک حدیث یا ایک روایت بھی ایسی نکالدے کہ رسول اللہ صؐ نے یا صحابہ نے لفظ منسوخ التلاوۃ کا کبھی استعمال کیا ہو تو ص۵ انعام حاضر ہے۔

ہاں اسکی صدہا روایتیں ہیں کہ بعد رسول اللہ یہ آیتیں پڑھی جاتی تھیں جو نہ لکھی گئیں۔ اتنی آیتیں ساقط ہو گئیں۔ فلاں آیت کو بکری کھا گئی۔ فلاں لفظ غلط لکھدیا گیا وغیرہ وغیرہ وقولہ اور خود قرآن مجید سے بھی اسقدر ثابت ہے کہ اللہ تعالی آیت کو منسوخ کرتا ہے قولہ تعالی ماننسخ من ایۃ اور یہ بھی ثابت ہے کہ بعض آیتیں قلب مبارک جناب سرور عالم سے فراموش کردی جاتی تھیں قولہ سنقرئک فلاتنسی الاماشاء اللہ۔

اقول یہاں نہ مطلق نسخ کی بحث ہے نہ اسکے جواز و عدم جواز کی بلکہ صرف منسوخ التلاوت کی بحث ہے کہ وہ جائز ہے یا نہیں آپ آیہ ماننسخ سے جو عام ہے خاص کا اثبات چاہتے ہیں جو محال ہے حالانکہ خود معنی نسخ میں اسقدر اختلاف ہے کہ اسکی حد ہی نہیں اور بہت سے علما اصل نسخ کے منکر ہیں۔ اور نسخ کو بمعنی کتابت کہتے ہیں نہ بمعنی نسخ یعنی تغیر و تبدل۔

چونکہ اسکی تفصیلی بحث ہو چکی ہے لہذا اسکی طرف توجہ کی ضرورت نہیں رہا آپکا استدلال آیہ سنقرئک فلاتنسی سے پس کمال درجہ موجب تعجب ہے کہ آخر آپ حضرات کے دل میں خدا و رسول کی دشمنی کیوں اسقدر بھر دی گئی کہ کبھی آپ راہ حق پر نہیں آتے خدا فرماتا ہے ان

علینا جمعہ وقرآنہ کہ ہمپر ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھوانا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ
حضرت تو بھولجاتے تھے بھلا ایسی بھولکڑ نبی پر کون ایمان لاسکتا ہے۔
خدا فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور آپ رسول اللہ صلعم کو
اہل الذکر سے خارج کر کے اہل النسیان بنا رہے ہیں۔ لعنت ایسے مذہب پر۔
خدا فرماتا ہے وانزلنا الذکر لتبین للناس اور وقد اتیناک من لدنا ذکرا اور ضیاء
وذکرا للمتقین اور آپ کہتے ہیں خدا نے آپ پر نسیان کو نازل کیا کہ بعض آیتیں قلب مبارک
سرور عالم سے فراموش کردی جاتی تھیں۔ اب ہم نہیں کہ آپ صادق ہیں یا خداوند عالم۔
اسی آیہ سنقرئک فلا تنسی کو بغور پڑھئے جسمیں خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے میں تجھے پڑھاؤں کہ
پھر نہ بھولے اور آپ فرماتے ہیں بعض آیتیں قلب مبارک سے فراموش کردیجاتیں۔
معاذ اللہ اس مرض نسیان نے یہانتک ترقی کیا کہ بروایت حسن بصری آنحضرت
پورا ایک قرآن بھول گئے جیسا کہ شرح اصول بزودی میں ہے جسکے مطلب یہ ہوے کہ
پھر خدا کو دوبارہ زحمت اٹھانی پڑی کہ نیا قرآن تصنیف کیا اسمیں بھی آپ یہ پچ لگاتے ہیں
کہ اس کی بھی بعض آیتیں قلب مبارک سے فراموش کردیجاتی ہیں۔
اگر اسی مضمون جگرخراش پر قناعت کی جاتی تو پھر بھی کچھ صبر آتا مگر نہیں اسپر یہ ترقی
کی گئی کہ حضرت تو بھول گئے مگر صحابی کو یاد ہے۔
صحیح بخاری میں خاص ایک باب اسکے لئے باندھا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم قرآن بھولجاتے
عائشہ سے دو روایت ہے کہ حضرت نے ایک صحابی کو پڑھتے سنا تو فرمایا کہ خدا اسپر رحم کرے
کہ ہمکو اسنے ایک آیت یاد دلادی جو فلاں سورہ میں تھی۔ ص ۱۴۱
اب اس آیہ شریفہ کو ملاحظہ فرمایئے جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے سنقرئک فلا تنسی
الا ما شاء اللہ آیت کا ترجمہ تو یہ ہے کہ قریب ہے میں تجھے ایسا پڑھاؤں کہ پھر تو نہ بھولے
الا ما شاء اللہ مگر وہ چیز کہ اللہ چاہے۔ اسی حصہ پر یہ سارا زور شور ہے کہ خدا نے فلا تنسی
سے استثنا کیا ہے لہذا پہلا حصہ فلا تنسی غلط ہے۔
سارے قرآن سے ایکو یہی حصہ پسند آیا جس سے حضرت کا نسیان ثابت کیا جاتا ہے اور اسپر یہ تنبی

ترقی کی گئی کہ حضرت ایک پورا قرآن بھول گئے حالانکہ ایک معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے فلا تنسیٰ میں عدم نسیان کی نسبت حضرت کی طرف کی ہے کہ تم نہ بھولوگے جس سے اس کا اشتباہ ہوتا ہے کہ خود حضرت میں بذاتہ یہ قوت تھی لہذا خداوند عالم نے بغرض رفع اشتباہ فرمایا الا ما شاء اللہ مگر یہ کہ خدا چاہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ قوت بھی عطیہ خدا ہے جبقدر وہ چاہیگا یاد رہیگا اور جسکو وہ چاہیگا بھلا دیگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خواہی نخواہی حضرت بھول بھی گئے صریح نادانی ہے۔

نسیان اور چیز ہے۔ انسا اور چیز۔ نسیان خود بھولجانا ہے جو منافی شان رسالت ہے کہ ایسا شخص جو خود بھول جاتا ہے کیا ہدایت کر سکتا ہے بخلاف انسا کے کہ وہ من جانب اللہ ہوتا ہے کسی خاص مصلحت سے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے اما الاستثناء ففیہ قولان الاول انہ لیس علی حقیقۃ فقد روی عن الکلبی انہ لم ینس بعد نزول ھذہ الآیۃ شیئاً وعلی ھذا فالمقصود من الاستثناء اما نفی النسیان راساً کما تستعمل القلۃ فی معنی العدم واما التبرک بذکر ھذہ الکلمۃ وتعلیم العباد ان لا یترکوھا فی کل ما یخبرون منہ وفیہ انہ تعالیٰ قادر علی انسائہ الا انہ ینسیہ بفضلہ واحسانہ وفیہ لطف للنبی ان یکون متیقظا مبالغا دراسۃ ما ینزل علیہ من الوحی قلیلا کان او کثیرا فان کل جزء من اجزائہ یحتمل ان یکون ھو المستثنیٰ صـ۲۷ جلد ۳۰

یعنی استثنا کے بارہ میں دو قول ہے ایک یہ کہ نہیں ہے اپنی حقیقت پر کیونکہ کلبی سے روایت ہے کہ حضرت بعد نزول اس آیہ کے پھر کچھ نہ بھولے پس مراد استثنا سے یا تو نفی نسیان ہے راسا کہ حضرت کبھی بھولے ہی نہیں جیسا کہ لفظ قلت کا استعمال ہوتا ہے معنی عدم میں یعنی اصل مقصود عدم ہوتا ہے اور وہاں لفظ قلت لاتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ بغرض تبرک اسکو ذکر کیا جس سے یہ مقصود ہے کہ بندوں کو مناسب ہے کہ نہ ترک کریں اس کلمہ کو ان باتوں میں جسمیں خبر دیتے ہیں اس سے (یعنی جس طرح انشاء اللہ کہتے ہیں اسی طرح الا ما شاء اللہ کہیں) اور اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ خدا قادر ہے بھلا دینے پر مگر خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے بھولنے

نہیں دیتا۔ اور اسمیں ایک لطف ہے بنی ص کیلئے تاکہ متیقظ اور بیدار رہیں اور مبالغہ کریں درس وتدریس وحی میں خواہ قلیل ہو خواہ کثیر کیونکہ ہر جز اس کا اس قابل ہے کہ وہی مستثنی ہو۔

کیا تماشا ہے کہ جس آیت کے بعد بقول کلبی حضرت کو کبھی سہو نہوا (اگرچہ شیعوں کے یہاں کبھی نہوا) وہی آیت اڈیٹر صاحب کے نزدیک اسکی دلیل ہے کہ حضرت بھولا کرتے۔

جس استثنار سے نفی نسیان مقصود ہے کہ کبھی حضرت کو نسیان عارض ہی نہو وہی استثنا انکے نزدیک اسکی دلیل ہے کہ حضرت بھولا کرتے۔

جس استثنا کو خدا نے اس غرض سے ذکر کیا کہ بندے انشاء اللہ یا الا ان یشاء اللہ کہا کریں اس سے اڈیٹر صاحب حضرت کے نسیان پر استدلال کرتے ہیں پھر بتایئے یہ کیسے مسلمان ہیں جو ہمیشہ اس میں کوشاں رہتے ہیں کہ تنقیص شان رسالت کریں؟

آپ اگر نیشاپوری کے اس فقرہ پر غور کرتے فانہ یورث الخلل فی الشرع کہ نسیان کا ہونا مورث خلل ہر شرع میں تو ہر گز ایسی جرات نہ کرتے کہ نسیان رسول کے قائل ہوتے مگر آپلوگوں کی اصلی غرض تو یہ ہے کہ جس طرح ہو سکے رسول اللہ ص کو ہمسر بلکہ کمتر خلفا سے قرار دیں اسی وجہ سے ہر جگہ وہی خیال ہوتا ہے۔

مگر یہ معمی کسی طرح حل نہیں ہو سکتا کہ جن صحابہ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ جو آیہ رسول اللہ کو یاد نہ رہتا وہ ان کو یاد رہتا کہ خود حضرت فرماتے ہیں اس نے ہمکو یاد دلایا بعد وفات رسول اللہ اون کا حافظہ ایسا خراب ہو گیا کہ اب کچھ یاد نہیں۔ کیا نسیان بھی امراض ساریہ سے ہے یا امراض متعدیہ سے کہ بعد وفات رسول صحابہ میں پھیل گیا۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ پوری بحث کی جاتی مگر اسقدر تو سب کو معلوم ہو گیا کہ جو آیہ دلیل حفظ رسول اللہ ہے کہ اسکے نزول کے بعد پھر حضرت کوئی آیہ نہیں بھولے (حالانکہ کبھی نہیں بھولے تھے) وہی اہل سنت نہیں بلکہ اڈیٹر کے خیال میں دلیل نسیان ہے سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

قولہ اب رہا یہ شبہ کہ آیہ ماننسخ من آیہ سے مراد شرایع سابقہ ہیں ہر گز قابل التفات نہیں ہو سکتا کیونکہ قرینہ سیاقیہ وسباقیہ اس کا موید نہیں ہے آیت سے جہاں نہیں کوئی دوسرے معنی

مراد لئے گئے ہیں تو اسکے ساتھ کوئی قرینہ موجود ہے اور جہاں کہیں قرآن میں بغیر قرینہ کے آیت کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں آیت قرآنی ہی مراد ہے احادیث سے اور اس آیت قرینہ سے قطع نظر امر پر غور کیجیے کہ نسخ التلاوۃ اگر محض بے اصل چیز ہوتی تو اسلام کے ہر فرقہ کے علما یہ غلط خیال کیوں پھیلاتا خصوصاً ایسی حالت میں کہ کوئی ضرورت اسلامی اس عقیدہ کی طرف داعی نہ تھی بلکہ اسکی وجہ سے علمائے یہود سے جو منکر نسخ تھے بہت کچھ مناظرے کرنے پڑے اور امام رازی جیسے عظیم القدر علما کو اپنے وقت گرانبہا کا بہت کچھ حصہ اس مسئلہ کی تنقیح میں خرچ کرنا پڑا۔

اقول اس کا تفصیلی جواب تو شمس بازغہ میں آپکو مل چکا ہے ملاحظہ ہو ص۱۲ کہ آپکے علما نے نسخ کے معنی کتابت کے بتائے ہیں اور نسی کے معنی ترک کے پھر اس سے مطلق نسخ پر استدلال خرافت نہیں تو کیا ہے

"امام رازی جیسے عظیم القدر علما کو اپنے وقت گراں بہا کا بہت کچھ اس مسئلہ کی تنقیح میں خرچ کرنا پڑا" بہت درست ہے کیونکہ خود آپکے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں جیسا کہ الشمس میں منقول ہوا جسکا ترجمہ یہ ہے "یعنی بعد تقریر جملہ مطالب کے کتاب محصول میں جو اصول فقہ میں ہے اثبات نسخ میں ہمنے تمسک کیا تھا آیہ مانسخ من آیۃ او ننسہا سے مگر استدلال اس آیہ سے ضعیف ہے کیونکہ لفظ ما (جو ابتدائے مانسخ میں ہے) شرط کیلئے ہے جس کو جزا لازم ہے تو اب اس آیہ کے مطلب بھی وہی ہوئے جو شرطیہ من جاءک فاکرمہ کے معنی ہیں کہ اس سے آنا اس شخص کا نہیں سمجھا گیا جسکے اکرام کا حکم ہے۔ بلکہ یہ حکم ہے کہ جب وہ آئے تو اکرام کرو نہ یہ کہ وہ آچکا اسی طرح اس آیہ کا بھی مطلب یہ ہوا کہ اگر نسخ ہوگا کسی آیہ میں تو خدا اس سے بہتر یا مثل اس کا لائیگا تو اس سے وقوع نسخ ثابت نہیں ہوتا پس اثبات میں ہم استدلال کرینگے آیہ اذا بدلنا مکان آیۃ سے اور یمحو اللہ ما یشاء سے۔

اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ بقول خود فخر رازی اس آیہ سے استدلال نسخ پر ضعیف ہے۔ پھر آپکا استدلال اس سے کیا شان رکھتا ہے۔

یہ خیال بھی غلط ہے "کہ ہر فرقہ کے علما میں یہ غلط خیال کیوں پھیلتا" کیونکہ بہت سے علما تو عموم نسخ کے منکر ہیں اور منسوخ التلاوت کے تو گویا کل بافہم لوگ منکر ہیں۔

اڈیٹر صاحب کو مناسب ہے اپنے دائرہ تقریر کو صرف منسوخ التلاوۃ کے اقرار و انکار میں

محدود رکھیں اور عام نسخ کی بحث نہ چھیڑیں کیونکہ اسکی بحث بہت وسیع ہے اور اجمالاً کچھ تحقیق اسکی ہو چکی ہے اور انشاء اللہ آیندہ بھی ہوگی۔ مگر یہ سمجھ رکھیں کہ منسوخ کی ضرورت جو قائم کی گئی تھی جس سے قرآن بذریعہ خبر واحد بلکہ اجماع ع بلکہ قیاس منسوخ ہوتا تھا اب نہیں رہی اسلام پر رحم کیجئے۔ قرآن کی زیادہ تحریف نہ کیجئے۔

قولہ نسخ التلاوت پر آپکا یہ شبہ کرنا کہ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بیان کی گئی میرے خیال میں بالکل بے محل ہے معقول وجہ سے کیا مراد ہے آیا سبب اسکا مراد ہے یا حکمت اسکی بہر صورت اگر ہم نسخ تلاوت کی کوئی عقلی وجہ یا حکمت نہ بیان کر سکیں تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نسخ تلاوت باطل ہو جائے بہت سے احکام شرعیہ ایسے ہیں جن کی حکمت تک ہماری عقل کو رسائی نہیں کیا وہ سب احکام لغو اور باطل ہیں اچھا آپ ہی بیان کریں کہ شرایع سابقہ کے منسوخ ہو جانیکی معقول وجہ کیا ہے۔

اقول اڈیٹر صاحب یہ کس قسم کی چالبازی ہے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب کی پہلی دو دلیلوں کا جواب کوئی نہیں دیتے کیونکہ ممدوح نے لکھا تھا (۱) آیہ ما ننسخ اس مقصد پر قطعی الدلالت نہیں (۲) کوئی قول بھی آنحضرت کا اس بارہ میں پیش نہیں کیا گیا۔ پس پہلے ان دونوں اعتراض کا جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے ان دونوں قوی اعتراض کو چھوڑ کر اس اعتراض پر آنا "نسخ تلاوت کی کوئی معقول وجہ نہیں بیان کی گئی" آپکے حرفت کی دلیل ہے کیونکہ اسکا جواب تو یہ تھا کہ آپ کوئی معقول وجہ بیان کرتے مگر وہ آپکے کہاں ہے لہذا آپنے یہ جواب دیا "میرے خیال میں بالکل بے محل ہے" کتنا معقول جواب ہے مرید لوگ عشعش کرینگے۔
پھر یہ جملہ کیسا دلچسپ ہے "اگر ہم نسخ تلاوت کی عقلی وجہ یا حکمت نہ بیان کر سکیں تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ نسخ تلاوت باطل ہو جائے" کیونکہ نسخ تلاوت تو پہلے ہی سے باطل ہے وہ ثابت کب تھا جو اس وجہ سے اب باطل ہوتا؟

اڈیٹر صاحب الشمس نمبر ۲۵ پھر سے ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہو نسخ قرآن بغیر حکم صریح رسول ناممکن ہے بعد وفات رسول نسخ ناممکن ہو پھر یہ کون ناسخ پیدا ہوا جو بلا حکم رسول بعد وفات رسول نسخ کر رہا ہے۔

یہ جملہ اور بھی لطیف ہو بہت سے احکام الٰہیہ ایسے ہیں" تو کیا منسوخ التلاوۃ ہونا بھی احکام الٰہیہ سے ہیں جو آپ کا یہ جادو چل جائیگا۔ اتقان کی عبارت سابقہ ملاحظہ ہو کہ ایک قوم نے اس سے انکار کیا ہی اور یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس سے بہت بڑا فساد لازم آتا ہے کیونکہ اگر منسوخ التلاوۃ کا ہونا قبول کیا جائے تو لازم آتا ہے کسی عبارت کا قرآن ہونا اور پھر منسوخ ہونا اخبار احاد سے ثابت ہو سکے جو محال ہے۔

ہاں آپکا یہ سوال بہت مناسب ہے اچھا آپ ہی بیان کریں کہ شرایع سابقہ کے منسوخ ہوجانے کی معقول وجہ کیا ہے" جسکے جواب میں مولوی عبد الرحیم صاحب بیدھڑک کہدینگے۔ کہ وہ احکام اس زمانہ کے مناسب حال نہیں ہیں۔ قوی اسلئے متحمل نہیں ہیں موقع اور مصلحت کے خلاف ہے اسلئے وہ منسوخ کیے گئے۔

قولہ اسی طرح آپکا یہ فرمانا کہ آیات منسوخہ سے چونکہ حیثیت کلام الٰہی ہونیکی مسلوب نہیں ہوتی لہٰذا انکی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے ایک سرسری بات ہے تو ریت کی تلاوت میں بھی تلاوت قرآن کے برابر ثواب ہے پھر خود آیات قرآنیہ میں باعتبار ثواب کے تفاوت ہے کسی میں ثواب زیادہ ہے کسی میں کم اسکی کیا وجہ ہے حیثیت کلام الٰہی سب میں مساوی ہے

اقول بیشک آپکا یہ عقیدہ ہوگا کہ تلاوت توریت و انجیل موجودہ کا بھی وہی ثواب ہے جو تلاوت قرآن کا ثواب ہے مگر یہ صریحی مخالفت رسول اللہ ہے کیونکہ آنحضرتؐ اسی بات پر عمر صاحب پر غصہ ہوئے تھے جنھوں نے توریت لا کر پڑھی تھی اور آپکے علما کی تصریحات بھی گذر چکی کہ توریت کو خریدنا اور نظر کرنا سب حرام ہے یہانتک کہ شافعیہ نے حکم دیا ہو کہ اس سے استنجا کرو مگر آپکا عقیدہ تو مطابق عقیدہ حضرت عمر ہے اور مطابق فضل عثمان جنھوں نے توریت کو عربی میں ترجمہ کیا ورنہ کوئی متنفس بھی اہل اسلام سے اسکا قائل نہیں ہو سکتا کہ موجودہ توریت و انجیل کی تلاوت کا معاذ اللہ وہی ثواب ہو جو تلاوت قرآن کا ثواب ہے۔

اب تو آپکو اپنی یہودیت میں عذر نہوگا جو تلاوت توریت و انجیل کا ثواب تلاوت قرآن کے برابر سمجھ رہے ہیں۔ اور اگر ان سب سے قطع نظر کیا جائے تو مولوی عبد الرحیم صاحب کے اعتراض کا کیا جواب ہے کیونکہ ان کا اعتراض تو یہ ہے کہ ان روایات منسوخ التلاوت کے ثواب

سے کیوں محروم کیا گیا اسکی وجہ بتانی چاہیے نہ یہ کہ ایسی تقریر لایعنی کیجائے جس سے اور بھی اعتراض قوی ہوجائیگا کہ جب بقول آپکے تلاوت توریت وانجیل میں بھی وہی ثواب ہے جو تلاوت قرآن میں ثواب ہے تو اتنے حصہ کو منسوخ التلاوت کرکے کیوں نکال دیا جو ہم اسکی تلاوت کے ثواب سے محروم ہوگئے۔

اب آپ ہی فرمائیے کہ آپکی تقریر نے انکے اعتراض کو اور قوی کردیا یا اس کو رد کیا کیونکہ اگر وہ کہتے کہ منسوخ التلاوۃ کی تلاوت میں ثواب کم کیوں ہے تب البتہ آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ "خود آیات قرآنیہ میں باہم باعتبار ثواب کے تفاوت ہے" اور یہاں تو اعتراض یہ ہے کہ ہم ان آیات کی تلاوت سے کیوں محروم کر دیے گئے جس سے اتنے ثواب سے محروم ہوئے خدا کیلئے اسکا جواب دیجئے۔

مولوی عبدالرحیم صاحب کا اعتراض ایسا نہیں ہے کہ آپ یا آپکے ایسے دو چار سو عالم اہلسنتہ اس کو رفع کرسکیں کیونکہ خاص امام محی الدین عربی کا حکم صریح اسمیں موجود ہے کہ تم علمائے شریعت سے ان آیات کو دریافت کرکے پڑھا کرو جنہیں عثمان صاحب نے ساقط کردیا۔ اور اگر خوف عوام نہ ہوتا تو ہم ان آیات کو بیان کر دیتے جنہیں عثمان نے ساقط کردیا ہے۔ اور اگر رسول اللہ خود اس قرآن کو جمع کر گئے ہوتے تو ہمکو کسی طرح کا تردد نہ ہوتا۔

قولہ اسی طرح آپکا یہ کہنا کہ آیات کے منسوخ ہوجانیسے ہم لوگ ثواب سے محروم ہوگئے فتنہ میں پڑ گئے اور اسی قدر معجزات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے بالکل بے توجہ ہے شرایع سابقہ کی نسبت بھی یہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ انکے منسوخ ہونیسے ہم لوگ ثواب سے محروم ہوگئے فتنہ میں پڑ گئے چند معجزات کا نہ رہنا کیا مضر ہوسکتا ہے جبکہ موجودہ معجزات کافی سے بدرجہا زائد ہیں۔

اقول الحمد للہ علی وضوح الحق۔ اب تو آپکو خود اپنی تقریر سے جواب مل گیا کیونکہ غریب شیعوں پر بھی تو آپکا یہی اعتراض تھا کہ نقصان قرآن کے وہ قائل ہیں پس جبکہ آپنے اس کا اقرار کیا کہ **"چند معجزات کا نہ رہنا کیسے مضر ہوسکتا ہے جبکہ وہ معجزات کافی سے زیادہ ہیں"** تو یہی عطیہ آپکا شیعہ آپکے سامنے پیش کرینگے کہ حضور والا اگر ہم نقصان قرآن کے قائل ہیں تو کیا مضائقہ "چند معجزات کا نہ رہنا کیا مضر ہوسکتا ہے جبکہ موجودہ معجزات کافی سے بدرجہا زائد ہیں" فما کان جوابکم فہو جوابنا۔

اڈیٹر صاحب! یہ اعتراض مولوی صاحب کا عام منسوخات پر نہیں ہے بلکہ آیتے منسوخ التلاوت پر ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں اور وہ سب موجودہ قرآن میں اسی طرح داخل ہیں جسطرح غیر منسوخ جسکی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ گو حکم منسوخ ہو مگر اسکی تلاوت کا ثواب ملیگا اسی طرح اگر یہ آیتیں جو منسوخ ہوگئیں تھیں قرآن میں درج ہوتیں تو ثواب تلاوت کے کامیاب ہوتے اسکا یہ جواب نہیں ہو سکتا کہ شرائع سابقہ کے منسوخ ہو جانے سے ہم ثواب سے محروم ہو گئے کیونکہ بعد نسخ اس میں ثواب ہی نہ رہا بلکہ بہت سے مواقع پر عذاب کا سامنا ہے۔ اسی طرح فتنہ میں نہیں پڑے بلکہ فتنہ سے نجات ملی۔ اسی طرح کتب سابقہ کسی نبی کا معجزہ نہیں قرار دیا گیا تھا جو یہ کہا جائے کہ اتنے معجزات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے کیونکہ کتاب کا معجزہ ہونا مخصوصات قرآن سے ہے اور کوئی کتاب بحیثیت قرآن کبھی نازل ہوئی اور اگر ہم اس سے بھی درگذر کریں تو بھی آپکا جواب درست نہیں کیونکہ اگر بفرض محال وہ کتابیں معجزہ تھیں ان کی تلاوت کا ثواب تھا وہ سب دافع فتنہ تھیں تو وہ کتابیں اب محرف و منسوخ موجود ہیں آپ انکی تلاوت کرکے ثواب حاصل کر سکتے ہیں مگر آیات منسوخ التلاوت کہاں ہیں جنکی تلاوت کیجائے یا بطور معجزہ پیش کر سکیں فاین المساوات و این المماثلۃ۔

اڈیٹر صاحب دنیا سیانی ہوگئی سمجھ کا مادہ آتا جا رہا ہے۔ اب کوئی آپکے بہکے نہیں چڑھ سکتا صدہا ہزارہا روایتیں انکے پیش نظر ہیں جنمیں بصراحت تمام صحابہ کا افسوس اور تاسف موجود ہے کہ قرآن بہت کم ہو گیا ایک ایک سورہ کی دو دو سو آیتیں گم ہوگئیں کاتبوں نے غلطی کی۔ لکھتے وقت چھوٹ گئے۔ فلاں آیت ہمارے سرہانے تھی بکری کا بچہ کھا گیا۔ ان سب تصریحوں کو دیکھکر کون سا آنکھ کا اندھا ہوگا جو کہیگا کہ یہ سب آیتیں منسوخ التلاوت تھیں۔ کیا بکری کے بچہ کو بھی الہام ہوا جو اس نے چنکر وہی آیت کھایا جو منسوخ التلاوت تھا کیا خدا کو ان صحابہ پر اعتماد نہ تھا جو اسنے بکری کے بچہ کو اس کام کیلئے مبعوث کیا کہ اس منسوخ التلاوت کو کھا جا ورنہ صحابہ اس کو داخل قرآن کر دینگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

قولہ اسی طرح آپکا یہ فرمانا کہ منسوخ کا بدل ملنا بھی ضروری ہے اور ان آیات کا بدل کسی روایت میں مذکور نہیں ہوا مثل شبہات سابقہ کے ہے بدل اگر ہمیں نہ معلوم ہو تو یہ کیونکر لازم آیا کہ فی

الواقع بدل نہ تھا بہت سی چیزیں ہمکو معلوم نہیں ہیں کیا ہمارا عدم علم انکے عدم واقعی کو مستلزم ہے۔

اقول یہاں بھی اڈیٹر صاحب نے پورے دجل سے کام لیا ہے کیونکہ مولوی عبد الرحیم صاحب نے اعتراض سابق کے بعد یہ لکھا تھا "کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ آنحضرت نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوۃ حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا تھا اور بدیں وجہ انھوں نے بروقت جمع قرآن اس تمام حصہ کو جسمیں کچھ مشتبہ صحابہ کو متفرق طور پر یاد بھی تھا داخل صحف نہ کیا"۔

اس عبارت کو اڈیٹر صاحب بالکل ہضم کر گئے اور اس طرح کہ ڈکار بھی نہ لی حالانکہ یہ ایسے کمزور جانور نہیں ہیں جو ہضم ہو جائیں کیونکہ اگر اس کو مانتے ہیں کہ قرآن منجانب اللہ رسول پر نازل ہوا اور رسول اللہ ہی کو اسکی ترتیب و انتظام میں دخل تھا تو بیشک آپکا فرض ہے کہ آپ رسول اللہ کی حدیث سے اسکو ثابت کیجئے کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ یہ منسوخ التلاوت ہے۔

مولوی عبد الرحیم صاحب نے اپنے اعتراض میں یہ شرط بہت بھاری لگائی ہے کہ حضرت نے آپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوۃ حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا ہو" کیونکہ ہفت اقلیم کے اہل سنت تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اگر خود وہ صحابہ زندہ ہوں جنھوں نے قرآن کو ترتیب دیا تو کوئی شہادت ایسی نہیں پیش کر سکتے کہ حضرت نے کسی آیت کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ یہ منسوخ التلاوۃ ہے اسکو قرآن میں نہ لکھنا لہذا میں اس شرط کو اور بھی ہلکا کرتا ہوں کہ اگر اڈیٹر صاحب یا انکے تمامی ممبران کمیٹی ایک روایت بھی اپنے یہاں کی اس مضمون کی لادیں کہ آنحضرت نے کسی وقت میں بھی یہ فرمایا ہو کہ یہ آیہ منسوخ التلاوۃ ہے تو پھر اس تحریر جواب سے بازآؤں نہیں اس سے بھی درگذر کر میں اس کا وعدہ بھی کرتا ہوں کہ اگر کسی صحابی کی زبان سے بھی لفظ منسوخ التلاوۃ کو ثابت کیجئے تو میں صہ انعام دیتا ہوں۔

اب اس جواب کی حقیقت سنیئے جو اڈیٹر صاحب نے براہ تحریف اعتراض سابق کو ہضم کر کے اس جملہ پر دیے ہیں "اگر آیہ مذکورہ بالا نسخ تلاوت ہی سے متعلق سمجھا جائے" اور اسکا یہ جواب دیتے ہیں "کہ اگر ہمیں بدل نہ معلوم ہو تو یہ کیونکر لازم آیا کہ فی الواقع بدل نہ تھا"۔
مگر یہ جواب ایسا خوش نما ہے کہ قابل غرض نہیں کیونکہ مولوی صاحب کا اعتراض

تو یہ ہے کہ اگر اس سے نسخ سمجھا جائے تو اسکے ساتھ بدل بھی ملنا چاہیے کیونکہ خدا نے بطور حصر
فرمایا ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا کبھی نہیں بدلتے دیکھو لاتے
ہیں الا اس صورت میں کہ اس کا مثل لائیں یا اس سے بہتر دیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ
کوئی آیہ منسوخ ہو اور اس کا بدل نہ ملے اور بدل کسی آیہ کا معلوم نہیں بجز آیہ عشر رضعات کے"

اڈیٹر صاحب اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہمارا عدم علم اسکے عدم واقعی کو مستلزم نہیں
جو اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ بہت سی باتیں ہمکو معلوم نہیں ہیں اور موجود بھی ہیں۔ اور ہمارے
عدم علم کو اس شئی کا عدم لازم نہیں آتا مگر یہاں پر یہ جواب چل نہیں سکتا کیونکہ اولا صحابہ
نے کہیں یہ بیان ہی نہیں کیا کہ یہ منسوخ التلاوت ہے۔ پھر ایسا دعوی کیونکر صحیح ہوگا
ثانیاً جن علما نے بغرض سرپرستی صحابہ یہ لفظ گڑھا انپر فرض تھا کہ بدل کو اوسکے بیان کرتے
کیونکہ جس طرح وہ لفظ اپنے دل سے گڑھا تھا اسکو بھی گڑھ لیتے۔ مگر یہ امر انکے امکان سے
باہر تھا کیونکہ نسخ ہی نہ تھا جو اس کا بدل ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ وہ لفظ بھی محض وضعی ہے نہ اصلی۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نے اسی اعتراض کے ذیل میں نہایت خوبی سے یہ بھی بیان
کیا "اور یہ ضروری ہوگا کہ بجواے اس آیت کے اس حصہ منسوخ شدہ کا بدل بھی ملے
جو اس سے بہتر یا اسکے مثل ہو اس بدلیت کا کوئی پتہ کسی روایت میں نہیں بجز عشر رضعات
حدیث حضرت عائشہ کے لیکن اسمیں بھی یہ اشکال ہے کہ مصحف میں ناسخ کا وجود ہی نہیں ہے
اور خود حضرت عائشہ یا کسی اور صحابی سے بسند آنحضرت بدل ناسخ کا بھی منسوخ ہو جانا منقول
نہیں"

اڈیٹر صاحب نے نہ اس اعتراض کو ذکر کیا نہ اس کا جواب دیا کاش تسلیم ہی کر لیتے کہ ہاں
یہ اعتراض لاجواب ہے اور واقعی لاجواب ہے کہ قرآن میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ اور روایتیں
سب کچھ ہے پھر نسخ کہاں ہوا جو بدل ملا اور وہ بدل بھی کہاں ہے زبان حضرت عائشہ پر
پھر سے ان روایتوں کو پڑھیے تو مزہ معلوم ہو مگر آپ تو اسکا نام ہی نہیں لیتے پھر میں آپکو کیا
سمجھاؤں۔

بڑی جانکاہیوں سے یہ ایک صورت تبادلہ کی نکالی گئی تھی مگر بدقسمتی سے قرآن

نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کیا اچھی حفاظت ہوئی۔

قولہ نسخ تلاوت پر دو شبہہ آپنے اور ظاہر کئے ہیں ایک یہ کہ جو آیتیں منسوخ کیجاتی ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ صحابہ کو یاد تھیں جیسے آیہ رجم پس یہ کیونکر منسوخ کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ منسوخ ہو جانیکی دلیل تو یہی ہے کہ وہ صحابہ کے دلوں سے محو ہو جاے دوسرا شبہہ یہ ہے کہ روایات سے ثابت ہے کہ نزول کے ساتھ ہی معاً آنحضرت علیہ السلام آیات قرآنی کی کتابت کرا دیتے تھے پس جو آیتیں منسوخ ہوئیں وہ اس مکتوب میں ضرور موجود ہوتی ہونگی۔ اور یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوت حصہ کو ممتاز کر دیا تھا پھر اسکے کیا معنی ہونگے کہ فلاں سورت قدر موجود سے زیادہ تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ کا مکتوب بروقت جمع قرآن پیش نظر نہ تھا

اقول اس تقریر نے نہ صرف انصاف کا خون کیا بلکہ اب معلوم ہو گیا کہ اہل سنت کے یہاں گھر کے اندر بھی انصاف نہیں کیونکہ پہلے تو آپنے اس تحریر کو مولوی عبد الرحیم صاحب کی بالکل درستی تحریر کیا تھا کہ محض بنظر تحقیق انھوں نے لکھا ہے پھر انکے ساتھ کیوں یہ برتاؤ کیا گیا جو مجھ غریب اڈیٹر الشمس کے ساتھ ہوتا تھا کہ پورے صفحہ دو صفحہ کی عبارت ہی ان کی غائب کر دی اور پھر جو انکی طرف منسوب ہوئی اوسمیں یہ تحریف کی کہ انکے الفاظ و عبارت کو غائب کر کے مثل امام بخاری روایت بالمعنی کرنے لگے پہلے مولوی عبد الرحیم صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو جسے آپنے بالکل ترک کر دیا۔

بعد عبارت سابقہ عشر صفحات لکھتے ہیں "اسی طرح مناظرہ حصہ دوم کے صفحات ۴۰ تا ۴۲ میں جو روایات درج ہیں ان میں سے دوسری تیسری چوتھی پانچویں ساتویں آٹھویں اور گیارہویں میں کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کی طرف نہیں ہے چھٹی روایت میں ایک نامعلوم سورہ کی منسوخیت کی نسبت آنحضرت صلعم کی تصریح ابن عمر سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے اسلئے قابل تمسک نہیں ہے (عجالۂ نافعہ) پندرہویں روایت میں محض راے حضرت انس کی ہے جبتک اس راے کی تائید میں

کسی دوسرے صحابہ کا قول نہو اسوقت تک ایسے اہم معاملہ میں اسپر بھروسہ کر لینا غیر محقق ہے۔ نویں اور دسویں روایت کے بموجب دو مختلف سورتوں کے کچھ حصے جو فی نفسہ مستقل کلام ہیں سب صحابہ کو یاد تھے لہذا بموجب اس اصل موضوع کے کہ کسی حصہ وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے محو ہو جانا اسکے منسوخ التلاوۃ ہو جانیکی دلیل سمجھا جاتا تھا یہ حصے منسوخ التلاوت نہیں سمجھے جا سکتے۔ اسی طرح آیۂ رجم تمام صحابہ کو یاد تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ سورہ احزاب کی آخری آیت ہے اور کسی روایت میں اسکی منسوخیت کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ پھر کس دلیل سے منسوخ التلاوت سمجھ لی گئی"

دیکھئے اس تحریر نے آپکی ساری تحریر حصہ دوم کو کس طرح خاک میں ملایا ہے آپ کس طرح آنکھ اور کان بند کرتے ہیں کہ کہنے والے کی صورت دیکھتے ہیں نہ اسکی آواز سنتے ہیں ایسے صاحب اڈیٹر الشمس تو آپکا خصم ہے اگر ادھر ادھر نہیں تکتے شرماتے ہیں تو خیر مولوی عبدالرحیم صاحب سے کیا قصور کیا جو ادھر سے بھی گریزاں ہوے۔ اگر اڈیٹر صاحب کچھ بھی غیرت والے ہوتے تو مناظرہ کا نام نہ لیتے اور بمقابلہ خصم قلم نہ پکڑتے کیونکہ جب خود آپکے ہم مذہب ہم طریق لوگ آپکی تحریروں کو ایسی لغو سمجھتے ہیں کہ دو دو جملوں میں جواب دیتے ہیں اور نا قابل التفات جانتے رہیں تو پھر الشمس کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔

اچھا اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو پرانی سیرت سلف کہی جائیگی مگر اسکو کیا کہیئے گا کہ انکی تقریر کو غائب کرکے اپنی نئی تقریر ان کی طرف سے تراشی انھوں نے کہاں یہ دو شبہے لکھے ہیں انکے تو بہت سے شبہات ہیں جن میں سے دو یہ بھی ہیں مگر نہ اس لفظ سے جو آپنے لکھا پس پہلے مناسب ہے کہ آپ انکے شبہہ کو انھیں کے لفظوں میں لکھئے تب جواب دیجئے پھر اسکا جواب لیجئے نہ یہ کہ اپنے دل سے ایک تقریر گڑھکر کسی کی طرف منسوب کیجئے اور اسکا جواب دیجئے۔

قولہ پہلے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمنے لکھا ہے نہ کسی اور نے کہ منسوخ التلاوت ہونیکی صرف یہی صورت تھی کہ وہ آیت صحابہ کے دل سے محو ہو جائے یا یہ کہ جو آیت منسوخ ہو اسکا محو ہو جانا ضروری ہے بلکہ یہ لکھا گیا کہ جو آیت محو ہو جائے اسکو سمجھنا چاہیئے کہ منسوخ ہو گئی نسیان کو منجملہ علامات نسخ کے لکھا گیا تھا نہ یہ کہ نسخ نسیان میں منحصر ہے لہذا کسی آیت

کا یاد ہونا اسکے غیر منسوخ ہونیکی دلیل نہیں ہو سکتا۔

قول بالکل لغو ہے کیونکہ خود مولوی عبد الرحیم صاحب نے بھی انحصار کا دعوی نہیں کیا ہے کہ اسی میں منحصر تھا چنانچہ انکی عبارت یہ ہے "کسی حصہ وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے محو ہو جانا اسکے منسوخ التلاوۃ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا" اسمیں کہاں انحصار ہے صرف اسی قدر ہے کہ محو ہو جانا اس کی دلیل ہے اور یہی وہ مضمون ہے جسے آپ پہلے حصہ میں لکھ چکے ہیں "آیتوں کا صحابہ کے دلوں سے فراموش کر دینا بھی اس زمانہ میں نسخ کی علامت تھا"

خدا بتائیے کہ آپکی عبارت میں اور انکی عبارت میں کیا فرق ہے آپ لفظ علامت لائے ہیں اور وہ لفظ دلیل۔ کیا علامت کے دلیل ہونیسے انکار ہے پھر اسقدر کیوں برہم ہوے۔

اس جملہ کے صریحی مطلب تو یہی ہیں کہ بھولجانا علامت نسخ ہے جس کا نقیض یہ ہوا نہ بھولنا **علامت نسخ نہیں ہے** تو اب جو آیت کہ یاد تھی اسکو کس قاعدہ سے منسوخ کہہ سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا قاعدہ ہو تو لکھیے کہ اس سے بھی جانچ کیجائے کیونکہ جلد اول میں آپنے وہی بات لکھی تھی "اور آیتوں کا منسوخ ہونا صراحۃً معلوم ہو گیا ہو گا یا یہ کہ اور آیتیں بھی اور صحابہ کو یاد نہونگی" پس جب نسیان والے قاعدہ سے اسکی منسوخیت خارج ہوئی اب یہی ایک صورت رہگئی کہ صراحۃً اسکی منسوخیت معلوم ہو اور جب صراحۃً منسوخیت کو نہیں ثابت کر سکتے تو پھر منسوخیت کا بھی دعوی نہیں کر سکتے۔

میں تو آپکے اس تناقض کو نہیں سمجھتا کہ پہلے تو فرماتے ہیں "جو آیت محو ہو جائے اسکو سمجھنا چاہیے کہ منسوخ ہو گئی" پھر لکھتے ہیں "کسی آیت کا یاد ہونا اسکے غیر منسوخ ہونیکی دلیل ہو سکتا" پھر کس چیز کی دلیل ہے یہ بھی تو ارشاد ہو۔؟

بارے اس مسئلہ منسوخ التلاوۃ نے ہمارے لائق اڈیٹر کو ایسا مبہوت کر دیا ہے کہ کچھ بات بنائے نہیں بنتی۔ محو یعنی بھولجانیکو دلیل نسخ مانتے ہیں مگر یاد ہونیکو دلیل غیر نسخ نہیں مانتے سکی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ آفتاب کا نکلنا دلیل وجود نہار ہے مگر آفتاب نہ نکلنا رات

قولہ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ صحیح ہے کہ آنحضرت فوراً کتابت کرا دیتے تھے اسکے ساتھ ہی یہ بھی روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جمع قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا مکتوب پیش نظر تھا پس اب آپ خود غور کیجئے کہ صحابہ جو کہتے ہیں کہ فلاں آیت ہمکو صرف اسیقدر ملی کہ جسقدر باب ہے اسکا کیا مطلب ہے جب وہ پیش نظر تھا اور اس منسوخ التلاوۃ آیتیں محو ہوئی تھیں تو ان آیتوں کے نہ ملنے سے کیا معنی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر آیتیں منسوخ ہو جاتی تھیں انکو آنحضرت علیہ السلام اپنے خاص اہتمام سے فوراً معدوم کروا دیتے تھے گو کسی روایت میں اس کا ذکر نہو جب یہ دونوں باتیں ثابت ہیں کہ آیات کی کتابت بھی فوراً ہو جاتی تھی اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مکتوب جامعین قرآن کے پیش نظر تھا پھر آیات منسوخہ کے نہ ملنے کیوجہ اور کیا ہو سکتی ہے سوا اسکے کہ وہ آیتیں اس مکتوب سے علیحدہ کر دی گئی تھیں ۔

اقول افسوس صد افسوس کہ یہ دوسرا شبہہ بھی ان کا نہیں ہے بلکہ آپکا تحریف کردہ ہے باینہمہ لغو ہے کیونکہ آجتک کوئی روایت صحیح کیسی ضعیف بھی اس کی نہ لا سکے کہ جو نوشتہ حضرت نے اپنے لئے لکھوایا تھا اور وہ دولت سرا میں تھا اس میں کا ایک حصہ بھی بوقت کتابت وجمع قرآن کسی کو ملا ہو جبرا شمس میں کسقدر زور دیا گیا کہ کوئی روایت پیش کیجئے مگر آجتک نہ ممکن ہوا پھر کس بنیاد پر ایسا دعوی کیا جاتا ہے کہ جمع قرآن کے وقت آنحضرت کے زمانہ کا مکتوب پیش نظر تھا۔"

ہاں اگر آپکا اس سے یہ مقصود ہے کہ صحابہ نے جو بطور خود کچھ لکھ رکھا تھا وہ لایا گیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ کسی روایت سے اسکی کتابت بحکم رسول معلوم ہوتی ہے نہ اسمیں کوئی ترتیب تھی نہ انتظام جس صحابی نے جس آیہ یا سورہ کو لکھ رکھا تھا وہ لایا گیا پھر اس سے کیا فائدہ ہوا ؟ آخر وہ لوگ کیا ہوئے جو کاتب وحی تھے وہ آیتیں اور سورے کیا ہوئے جنھیں حضرت نے اپنے لئے لکھوایا تھا اسکا پتہ بتایئے اور اسکو ثابت کیجئے کہ وہ بھی پیش نظر تھا۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ ان ہی یا دو ہی یا انہی صحابی زبانی یا اپنے لوگوں سے ہی ہو تو
پانچ چھ سو صحابی کے مارے جانے کے بعد قرآن لکھا گیا جن جن لوگوں کو پورا یاد تھا وہ سب مارے
جا چکے تھے جنکو یاد تھا اور جنکے پاس لکھا ہوا تھا ان سے لیا نہیں گیا وہ شریک نہیں کئے
گئے پھر پورا قرآن ملتا کیونکر۔

رہ گئے وہ لوگ جو گواہ یا بیرا لاتے ہیں کسی کو دو کسی کو چار پانچ آیت یا سورہ یاد ہے
کہ قرآن میں جا بجا لگ گئی ہیں اور اسی طرح یاد کئے ہوئے ہیں جس طرح وہ یاد کرائے گئے تھے
اسلئے دو گواہ کی قید لگائی گئی کہ جو ضابطہ دیوانی خلافت کے مطابق پوری اترے وہ آیت
لیجائے اور جو نہ اترے نہ لیجائے۔ اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ اسیقدر ملی نہ یہ کہ خلاف عقل
لکھا ہوا قرآن محو ہو جاتا ہے جو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اگر خداوند عالم کو ایسی ہی قدرت دکھانا تھا کہ خلاف عادت جاریہ لکھے ہوئے قرآن کو
محو کر دیا تھا تو اسی کے ساتھ ایک لکھا ہوا قرآن کیوں نہ دیدیا جو ۲۰ برس تک صحابہ کو یہ
سرگردانی رہی کہ راہ چلتوں سے پوچھ پوچھ کر لکھ رہے ہیں عمر صاحب کہیں ابی بن کعب
سے کہیں ابن مسعود سے کہیں زید بن ثابت سے مناظرہ کرتے ہیں اور جب قائل ہو جاتے
ہیں تو قرآن کی جھیل جھال کر بناتے ہیں۔

جب حقیقت حال معلوم ہو گئی تو اب یہ سوال خود بخود لغو ہے کہ وہ آیتیں محو ہو گئی تھیں
ان آیتوں کے نہ ملنے کے کیا معنی؟ کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں خلفا کو کبھی قرآن کی فکر نہ تھی
چار پانچ سو حافظوں کے مارے جانیکے بعد باصرار زید بن ثابت لکھا گیا ہے جناب امیر کا جمع کیا
ہوا قرآن لیا نہ گیا۔ ابی بن کعب۔ ابن مسعود کا قرآن لیا نہ گیا پھر وہ آیتیں وہ سورے
ملتے کہاں سے۔

ہاں آپکا یہ قول جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر آیتیں منسوخ ہو جاتی تھیں انکو
آنحضرت اپنے خاص اہتمام سے فوراً معدوم کر دیتے تھے خود آپکے اس قول سے باطل ہے
اگر کسی روایت میں اس کا ذکر ہو کیونکہ جب کسی روایت میں اس کا ذکر ہی نہیں تو آپکو
معلوم کیونکر ہوا اور اسکو کیونکر کوئی مان سکتا ہے۔ مگر ایسا ہی عقلی گھوڑا دوڑانا ہے تو پھر

اہل قرآن ہی پر کیوں نہیں ایمان لاتے جو صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ حضرت اس قرآن کو یوں ہی مرتب کر گئے اور بجز قرآن کوئی چیز نہیں ہے۔ آپکی عقلی ہتکمہ سے تو انکا عقلی تکا بہتر ہے کیونکہ بدیہی ہے جیسے کتاب نازل ہوئی ہو یا جس کی تصنیف ہوئی ہے اسکو اہی تالیف کی زیادہ فکر ہوتی ہے اور چونکہ حضرت کو اپنی وفات کا پہلے سے علم ہو چکا تھا لہذا یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ خود حضرت نے ترتیب دیا ہو نہ یہ کہ ایسے جاہل گنوار خلفا کی امید پر آپ چھوڑ گئے ہوں جنھیں کسی قسم کی دلچسپی قرآن سے نہ تھی نہ کبھی اس کا کوئی سورہ لکھا بلکہ برعکس اسکے توریت لکھوا لکھوا کر لا کر حضرت کو سنایا کرتے جس سے آپ رنجیدہ ہوتے۔

اڈیٹر صاحب آپکے اس جملے نے "گو کسی روایت میں اسکا ذکر نہو" آپکی ساری تحریر کی نسبت وہ کام کیا ہے جو دیاسلائی بارود پر کرتی ہے کیونکہ جب کسی روایت میں اسکا ذکر نہیں تو پھر کس بنیاد پر یہ دعوی کیا "جمع قرآن کے وقت آنحضرت کے زمانہ کا مکتوب پیش نظر تھا" یا یہ کہا "کہ جسقدر آیتیں منسوخ ہو جاتی تھیں اسکو خاص اہتمام سے آنحضرت فوراً معدوم کروا دیتے تھے"!

ہاں ہاں قرآن تو خود آپکی تکذیب پر قرآن اٹھا رہا ہے کیونکہ باتفاق اہل سنت (باستثناء بعض) آجتک اس قرآن میں منسوخ آیتیں موجود ہیں پھر انھوں نے کیا قصور کیا تھا جو حضرت کی نظر شفقت سے آجتک محفوظ ہیں کہ ابتک قرآن میں موجود ہیں۔

اگر اس کا یہ جواب دیجئے کہ حضرت بھول گئے اور بھولے سے وہ آیتیں رہ گئیں جیسا کہ آپکا عقیدہ ہے تو البتہ میں لاجواب ہوں مگر ایک مخالف اسلام کہہ سکتا ہے کہ تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ بھولے سے وہی آیتیں رہ گئیں جو منسوخ التلاوۃ تھیں کیونکہ تلک الغرانیق العلی منھن الشفاعۃ ترتجی بھی تو آپکے یہاں آیہ منسوخ التلاوۃ ہے۔

بعد اس تحریر کے اس کی ضرورت نہیں رہی کہ میں اڈیٹر صاحب کے اس قول کی بھی تکذیب کروں "جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں الخ" کیونکہ آپ پہلے ہی لکھ چکے ہیں "گو کسی روایت میں اس کا ذکر نہو" پھر ثابت کیونکر ہوئی کیونکہ مکرر سہ کرر لکھا گیا کہ وہ مکتوب جامعین قرآن کے پاس نہ تھا جو حضرت نے لکھوایا تھا اور آیتوں کے نہ ملنے کی وجہ صحابہ کی بے پروائی ہے کہ صدہا اصحاب کے قتل ہونیکے بعد جمع کیا گیا اور جو حافظ قرآن موجود تھے وہ

شریک کیے گئے نہ یہ کہ وہ آیتیں اس سے علحدہ کر دی گئی تھیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ
مدت العمر اسکی شکایت کیوں کرتے کہ بہت سا قرآن جاتا رہا فلاں سورہ نہ لکھا گیا فلاں
سورہ کی دو سو آیتیں ضایع ہوئیں فلاں آیت میں یہ غلطی ہوئی۔

اور بالفرض اگر وہ آیتیں اس مکتوب سے علحدہ کر دی گئی تھیں" تو پھر اسکا پتہ
بتایے کہ وہ آیتیں کیا ہوئیں۔ کیا حضرت عائشہ کی بکری سب کو کھا گئی۔ یا حضرت حفصہ کے
پاس وہی مصحف تھا جسے مروان نے بعد وفات ممدوحہ چاک چاک کر ڈالا۔

قولہ باقی رہا آپکا یہ فرمانا کہ خاص خاص آیات کا منسوخ ہونا جداگانہ ثبوت کا محتاج ہے
اسکو میں بھی تسلیم کرتا ہوں بعینہ یہی میرا مدعا ہے لیکن اگر یہ روایتیں صحیح مان لیجائینگی تو خود
یہی روایتیں ان آیات کے نسخ کا ثبوت ہو جائینگی کیونکہ قرآن میں سوا نسخ کے اور کسی قسم
کی کمی نہوئی نہ ہو سکتی ہے نہ اہل اسلام میں آجتک کوئی اسکا قائل ہوا۔

میں اس مضمون کو بحث تحریف میں لکھ چکا ہوں کہ کسی آیت کا منسوخ مان لینا بہت بڑے
ثبوت قوی کا محتاج ہے کیونکہ منسوخ ماننا فرع ہے اس بات کی کہ پہلے ہم اسکو قرآن مان لیں
اور قرآنیت بغیر تواتر کے ثابت نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے محدثین کی ایک جماعت نے اس باب
کی تمام روایات سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ نہ ان آیات کی قرآنیت ثابت ہو سکتی ہے نہ
منسوخیت۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے اور میں اس کو بحث تحریف
میں نقل کر چکا ہوں۔

اقول آپکی جو تحریر ہوتی ہے نرالی کیونکہ تسلیم صحت روایت کو قرآنیت کیونکر لازم ہے کیونکہ
تواتر قرآن میں شرط ہے۔ پھر اخبار احاد سے وہ قرآن کیونکر ہو جائینگی اور جب قرآن نہوئیں
تو منسوخ کیونکر ہوئیں ؟

پھر اسکو آپ نے کہاں ثابت کیا کہ قرآن میں سوا نسخ کے اور کسی قسم کی کمی نہوئی کیونکہ اصل
گفتگو تو اسی میں ہے کہ جو بہت سی آیتیں گھٹ گئیں وہ منسوخ تھیں یا غیر منسوخ آجتک کوئی دلیل
آپ نہ لا سکے کہ وہ منسوخ تھیں۔

اور اگر ہم مان لیں کہ قرآن سے وہ آیتیں کم ہو گئیں جو منسوخ تھیں۔ پھر اب آیات

منسوخ اُس میں کہاں سے آئیں آخر کچھ تو سمجھ کر باتیں کیا کیجئے۔

یہ بھی نرالا دعوی ہے کہ نہ اہل اسلام میں آجتک اسکا کوئی قائل ہوا کیونکہ خود ہی تو آپ اس زور شور سے لکھ رہے ہیں کہ شیعہ تحریف قرآن کی قرآن کے قائل ہیں پھر یہاں آکر کیا ہو گیا جو ایسی لن ترانیاں ہانکنے لگے کہ آجتک اہل اسلام سے کوئی شخص کمی قرآن کا قائل نہیں۔

اگر آپ اسکا یہ جواب دیں کہ ہم شیعوں کو اہل اسلام سے خارج سمجھتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد ہم تو آپکے اسلام کو بدتر از کفر جانتے ہیں مگر اس سے قطع نظر کرکے پھر مسٹر عمر اور انکے فرزند ارجمند عبد اللہ اور ابن مسعود و ابی بن کعب و ابن عباس و عائشہ و حفصہ وغیرہ کی نسبت کیا ارشاد ہوگا جنکے تصریحات صریحہ کمی قرآن کے بارے میں مکرر مذکور ہو لئے؟

افسوس کہ جب آپ خود اسکا اقرار کر رہے ہیں کہ "آیت کا منسوخ مان لینا بہت بڑے ثبوت قوی کا محتاج ہے کیونکہ منسوخ ماننا فرع ہے اس بات کی کہ پہلے ہم اسکو قرآن مان لیں" تو پھر ناحق کیوں دردسری کی کیونکہ یہی تو میں ابتدا سے سمجھا رہا ہوں کہ منسوخ التلاوت ماننے سے قرآن کی شرط تواتر باطل ہوتی ہے پس جب منسوخ التلاوت نہیں ہے تو بجز تحریف کیا کہہ سکتے ہیں۔

کیوں اڈیٹر صاحب جب آپ یہاں اقرار کر رہے ہیں "اسیوجہ سے محدثین کی ایک جماعت نے اس باب کی تمام روایات کا انکار کر دیا ہے" تو پھر یہ دعوی کس بنیاد پر کیا ہے "تمام مفسرین کا اسپر **اجماع** ہے کچھ حصہ آیات قرآنیہ کا منسوخ التلاوۃ ہو گیا ہے"۔

آخر بتائیے تو کہ آپ کس دماغ کے آدمی ہیں کہ ایک جگہ منسوخ التلاوت ہونے پر اجماع کے مدعی ہیں دوسری جگہ محدثین کی ایک جماعت کا اُس سے انکار بھی لکھ رہے ہیں۔

آخر آپکا ایمان کیا کہہ رہا ہے **منسوخ التلاوت** ہے یا **تحریف** کیونکہ ایک بات کا اقرار کرنا لازمی ہے۔ منسوخ التلاوت ماننے میں وہی خرابیاں ہیں جنکا اقرار کیا تحریف کے ماننے میں کوئی خرابی نہیں کیونکہ صحابہ کی **جہالت** مسلم۔ انکے قول و فعل کی عدم صحت ثابت ان کی بے بہرہ دانی قرآن سے ظاہر صدہا صحابہ کے قتل ہونے پر جمع قرآن ہونا محقق پھر تحریف

اور تغیر اور کمی اور نقصان میں کیا عذر ہے جسکو آپ قبول بھی کر چکے ہیں۔

قولہ مسئلہ نسخ التلاوت پر اعتراض کرنیکے بعد آپنے ان روایات پر کلام کیا ہے جو نسخ تلاوت پر محمول کی گئی ہیں ان روایات پر آپنے دو طرح سے کلام کیا ہے اول یہ کہ ان روایات میں فلاں فلاں روایت ایسی ہے کہ اسمیں نسخ کی طرف اشارہ نہیں ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جب یہ اصل قطعی ثابت ہو چکی کہ قرآن میں سوا نسخ کے کمی کی اور کوئی صورت ہی نہیں ہے تو جن روایات میں نسخ کی طرف اشارہ نہیں ہے ان سے بھی بالضرورت نسخ ہی مراد لیا جائیگا۔

اقول پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ ابھی تو منسوخ التلاوت سے انکار کر چکے جماعت محدثین کا قول نقل کر چکے۔ اسکی برائی کو مان چکے۔ پھر کیوں ایسی بات فرماتے ہیں جب یہ اصل قطعی ثابت ہو چکی کہ قرآن میں سوا نسخ کے کمی کی اور کوئی صورت ہی نہیں "کیونکہ منسوخ التلاوۃ تو بے اصل ہے۔ اور آیات منسوخہ ابتک موجود ہیں۔ پھر بجز اقرار تحریف چارہ کیا ہے۔ عجب کیجئے حضرت عثمان کی حرفت کھل رہی ہے۔

یہ فرمایش اس سے بھی بیڈھب ہے "جن روایات میں نسخ کی طرف اشارہ نہیں ہے ان سے بھی بالضرورت نسخ ہی مراد لیا جائیگا" کیونکہ پہلے بھی آپ لکھ چکے ہیں کہ گو کسی روایت میں اس کا ذکر نہو" تو اب بتائیے کس عقل سے آپکی فرمایش قبول کیجا سکتی ہے جب کسی روایت میں ہو اور آپ مثل مرزا قادیانی مدعی الہام بھی نہوں تو آپکے کہنے پر کیونکر اعتماد کر سکتا ہے۔ ارے صاحب جب نہ کوئی روایت ہے نہ روایت میں نسخ کی طرف اشارہ ہے تو پھر نسخ مراد ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔

حدیثیں تو صاف صاف پکار رہی ہیں کہ قرآن پر ظلم ہوا چار سو صحابی کے مارے جانے کے بعد جمع کیا گیا ایک ایک سورہ کی دو سو آیتیں نکل گئیں تحریر نہیں ملیں حضرت عمر آیت لائے نہیں لکھی گئی۔ اور آپ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ان روایات میں نسخ کی طرف اشارہ نہیں ہے پھر کیوں ایسی زبردستی کر رہے ہیں کہ بالضرورت نسخ ہی مراد لیا جائیگا۔

اڈیٹر صاحب دیکھیے ایک طرف قرآن ہے دوسری طرف صحابہ۔ اگر قرآن کی محبت اور عظمت آپکے دل میں ہے تو مطابق انہی روایات متواترہ کے مان لیجے صحابہ نے اپنی جہالت

اور بے پروائی سے قرآن کو ضائع کیا آیتیں اور سورے اسکے کم ہوے اور اگر صحابہ ہی کے عشق نے آپکے دل پر قبضہ کیا ہو تو پھر قرآن کی جو حالت تباہ ہونے دیجئے اور صحابہ کو بیقصور کہتے رہئے مگر اسکو سنتا کون ہی کیونکہ صحاح ستہ بلکہ خود صحابہ فریاد کر رہے ہیں کہ قرآن پر یہ ظلم ہوا۔

قولہ دوسرا کلام آپکا یہ ہے کہ فلاں روایت میں صرف ایک صحابی کی راے منسوخیت کی بابت میں مذکور ہے جواب اسکا یہ ہے کہ صحابہ کا قول ایسے امور میں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے مسئلہ نسخ بھی ایسا ہی ہے لہذا اسکو صحابی کی راے سمجھنا اصول حدیث کے خلاف ہے۔

اقول مشکل تو یہ ہے کہ آپ اصل کلام لکھتے نہیں۔ اپنے دل سے گڑھ کر باتیں بنانے میں پھر اسکا جواب ہی کیا ہے کیونکہ مولوی عبد الرحیم صاحب نے آپکی منقولہ روایت دوسری تیسری چوتھی پانچویں ساتویں آٹھویں اور گیارھویں کی نسبت دعوی کیا تھا کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کی طرف نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا کہ ہاں نہیں ہے مگر تم مانتے ہی ہو اسکے بعد مولوی صاحب نے لکھا چودھویں روایت میں ایک نامعلوم سورہ کے منسوخیت کی نسبت آنحضرت کی تصریح ابن عمر سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے لہذا قابل تمسک نہیں ہے عجالہ نافعہ صـ

اسکا کوئی جواب ہی نہ دیا کہ آیا روایات طبرانی قابل قبول ہیں یا نہیں شاہ عبد العزیز صاحب کا حکم عجالہ نافعہ میں ان کی نسبت قابل قبول ہے یا نہیں۔ اس حصہ کو چھوڑ چھوڑ کر جھٹ پندرھویں روایت پر پہونچے۔ یہ کیا۔ کیا آپنے اسکو بھی استقصاء الافحام سمجھا ہے کہ اسکے ذریعہ سے عوام میں آپکی شہرت ہو جائیگی۔

جس روایت سے اڈیٹر صاحب نے منہ موڑا اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں دو آدمی ایک رات ایک سورہ کو پڑھنے لگے جسے حضرت نے پڑھایا تھا۔ مگر پڑھتے وقت ایک آیت بھی نہ یاد رہی صبحکو حضرت کے پاس آئے تو آپنے فرمایا وہ دونوں منسوخ ہو گئیں اسی روایت کی نسبت مولوی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ یہ روایت طبرانی ہے اور روایت طبرانی بنص عجالہ نافعہ قابل قبول نہیں۔

بہرحال مولوی صاحب کا اعتراض پندرہویں حدیث پر ہے کہ یہ رائے ایسی ہے جو بلا
قابل قبول نہیں۔ اسی کے جواب میں یہ گہر ریزی ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج تک
اڈیٹر صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صحابہ کا کون سا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

پہلے وہ پندرہویں حدیث ملاحظہ ہو۔ خود اڈیٹر صاحب کا ترجمہ یہ ہے "اور صحیحین میں انس سے
اصحاب بیر معونہ کے قصہ میں جو وہ شہید کر دیے گئے تھے۔ روایت ہے کہ رسول خدا انکے قاتلین
کیلئے بد دعا کرتے تھے۔ حضرت انس کہتے تھے کہ انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تھی ہمنے
اسکو پڑھا مگر وہ اٹھا لی گئی۔ بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔

اس روایت پر مولوی عبدالرحیم صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ اسمیں قول رسول نہیں
ہے بلکہ انس راوی کی رائے ہے اسپر بھروسہ کر لینا غیر محفوظ ہے جبتک اسکی تائید اور
دوسری روایت سے نہو اسی کے جواب میں اڈیٹر صاحب نے لکھا کہ "صحابہ کا قول ایسے
امور میں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے"
مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب اپنے اس قول کی تین برس پہلے خود تکذیب کر چکے
ہیں کیونکہ مناظرہ حصہ اول میں لکھ آئے ہیں۔

"صحابہ کرام کی نسبت اہل سنت کی یہ رائے قائم ہو چکی ہے کہ جسقدر اقوال انکے اس قسم
کی باتیں نہیں پیدا ہو سکتیں جیسے عالم آخرت کے حالات یا کسی فعل پر ثواب یا عقاب
خاص کے ترتب کی خبر وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اقوال حدیث مرفوع یعنی قول پیغمبر
کے احکام میں داخل ہیں" ۲۸ شوال۔

اڈیٹر صاحب کو کیا معلوم تھا کہ دو ہی برس بعد ایسا زمانہ بھی آنیوالا ہے جسمیں انس کا
قول اس حکم میں داخل کیا جائیگا وہ بھی منسوخ التلاوۃ کے مسئلہ میں ورنہ اسی وقت اسکا
بندوبست کرتے۔ مگر اب بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ "کردہ خویش آمدہ پیش" پر عمل کریں۔ کیونکہ جو
قاعدہ انھوں نے بتایا تھا اور جو مثال دی تھی اس میں کسی طرح انس کی روایت نہیں
آسکتی۔ کیونکہ اسکا تعلق تو ایک واقعہ سے ہے کہ جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہوئے انکی
شان میں یہ آیا پھر کونسا احمق اسکو ان امور کا مماثل قرار دیسکتا ہے جسکی تفصیل

اڈیٹر صاحب نے لکھی تھی۔

سب سے زیادہ واضح خود اصل روایت ہے جسمیں وہ حضرت کی بددعا کو تو حضرت کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں اور نزول آیہ کو بطور علیحدہ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنا عندیہ بیان کر رہے ہیں نہ قول یا حکم رسول پھر انکی رائے صحابی ہو نہیں کس کو عذر ہو سکتا ہو۔

اڈیٹر صاحب کا یہ جملہ کہ منسوخ التلاوۃ ایسا واقع ہوا ہے کہ حدیث رسول کو کون پوچھے لیک صحابی لیک تابعی کے قول میں بھی اسکا وجود نہیں پایا جاتا اور جماعت کثیر محدثین نے اس سے انکار کیا ہے مگر آپکے دمدمہ کا اسی پر دارو مدار ہے۔

قولہ تیسرا کلام آپکا ہے کہ فلاں روایت کا مضمون انکی منسوخیت کے منافی ہو اسکا جواب یہ ہے کہ ہرگز منافی نہیں ہے آپکو ثابت کرنا چاہیئے کہ کیا وجہ منافات کی ہے۔

اقول یہ اعتراض آپکی منقولہ روایت پر ہے جسمیں مسلمہ بن خالد نے پوچھا وہ کون سی دو آیتیں ہیں جو قرآن میں نہیں لکھی گئیں تو کسی نے جواب نہ دیا پھر خود مسلمہ نے کہا آیہ ان الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم الا ابشروا انتم المفلحون ہے اور آیہ و الذین اووھم و نصروھم و جادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ہے۔

اسی کی نسبت مولوی عبد الرحیم صاحب نے لکھا تھا۔ اسکا مضمون انکی منسوخیت کے منافی ہے۔

اسی کے جواب میں اڈیٹر صاحب نے یہ غصہ ظاہر کیا اور وجہ منافات پوچھتے ہیں جو ظاہر ہے کیونکہ علامت نسخ آپنے نسیان قرار دی ہے۔ اور وہ یہاں مفقود ہے پھر خود اصل مضمون روایت کہ وہ کون سی دو آیتیں ہیں جو نہیں لکھی گئیں بتا رہا ہے کہ یہ آیتیں بحال خود باقی تھیں منسوخ نہیں ہوئیں اور لکھی نہیں گئیں اون کی نسبت سائل نے سوال کیا پہلے جواب بعدم علم ملا پھر خود سائل ہی نے بیان کیا اگر وہ منسوخ التلاوت ہوتیں تو اس لفظ سے پوچھی جاتیں اخبرونی بآیتین من القرآن لم یکتبا فی المصحف کہ خبر دو مجھے ان

دو آیتوں سے جو قرآن سے ہیں لیکن وہ نہیں لکھی گئیں مصحف میں۔ کیا ہی شان ہے منسوخ التلاوۃ کی یہ جملہ تو صاف بتا رہا ہے کہ یا عمداً دونوں آیتیں نہیں لکھی گئیں یا سہواً۔

قولہ ایک روایت کی نسبت آپنے یہ کلام کیا ہو کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ اور آیتیں جو قرآن سے نکالی گئیں انکے ساتھ یہ بھی نکال دی گئی۔ غالباً آپ اسکا یہ مطلب سمجھے ہیں کہ جامعین قرآن نے نکال ڈالیں حالانکہ مطلب اس کا یہ ہو کہ خدا کی طرف سے نکال ڈالی گئیں یعنی منسوخ کر دی گئیں۔

اقول میں اڈیٹر صاحب کے جا کی تعریف کرتا ہوں کہ عبدالرحیم صاحب کے اصل قول کو نہ لکھا جو حسب ذیل ہے "بارہویں حدیث ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتی ہے حضرت عمر حضرت عبدالرحمن بن عوف سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن میں بھی ہے۔ مصحف میں کیوں نہیں اور جواب ملتا ہے کہ قرآن میں بھی جسقدر حصہ نکال ڈالا گیا ہے اس کے شامل یہ بھی نکال ڈالی گئی"!!!

اس عبارت کو اڈیٹر صاحب نے اپنے لفظوں میں اس طرح بیان کیا جو آپکے پیش نظر ہے۔

ہاں اڈیٹر صاحب نے جو سمجھا وہ بہت درست ہے کیونکہ مذہب اہلسنت والجماعت میں انسان کے جتنے افعال ہیں نیک ہوں یا بد وہ سب خدا کا فعل ہے لہذا اسکی نسبت خدا کی طرف مناسب ہے۔ مگر اسکی وجہ نہیں معلوم ہوئی کہ جامعین کی طرف منسوب ہونے سے کیوں انکار کیا گیا ہے کیونکہ جب فاعل حقیقی خدا ہے تو اگر جامعین کی طرف بھی نسبت کرتے تو مطلب وہی حاصل ہوتا۔

مگر افسوس تو اس کا ہے اڈیٹر صاحب نے خود جو ترجمہ کیا ہے اس میں بھی اس کا نہیں لحاظ کیا گیا کہ خدا کی طرف نسبت کریں چنانچہ لکھتے ہیں "عبدالرحمن نے کہا جو آیتیں قرآن سے نکالی گئی ہیں ان میں یہ بھی نکال دی گئی ہے"۔

اس ترجمہ سے تو معمولی عقل کا آدمی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خدا نے نکالا ہو کیونکہ خود عمر صاحب المرعجد فیما انزل علینا فرماتے ہیں جسمیں انزال قرآن کی نسبت خدا کی طرف ہے پھر نکال دینے کی نسبت خدا کی طرف کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ خدا نے نہ مرتب نازل کیا۔ نہ رسول اللہ نے مرتب کیا۔ نہ خدا نے اسکی ترتیب دی بلکہ ترتیب دینے والے صحابہ ہیں پھر

اور کیا اگر خدا ساقط کرتا تو اس کی خبر عمر صاحب کو ہوتی جنکی رائے کے مطابق قرآن کا
نزول ہوتا پھر یہاں کیونکر خدا ایسا خود رائے ہوگیا کہ بلا استصواب عمر صاحب ساقط کر دیا۔
اڈیٹر صاحب نہ اب بات بنانیکا زمانہ ہے نہ اب لوگ ایسے نا سمجھ ہیں جو آپکی تاویل
کو نہ سمجھیں۔ بھلا اور صاف مطلب تو یہی ہے جو عبد الرحیم صاحب سمجھے ہیں کہ عبد الرحمان نے
کہا جہاں اور آیتیں نکال ڈالی گئیں وہاں یہ بھی نکال دی گئی ایسے صاف اور صریح جملہ کو
کیوں خاک میں ملا رہے ہیں۔

قولہ پھر آپنے ان روایات پر جرح کرنی شروع کی ہے کسی پر یہ جرح کی ہے کہ اسکی سند میں
فلاں راوی ضعیف ہے اور کسی پر یہ جرح کی ہے کہ اس روایت کے الفاظ جو طرق مختلف
سے مروی ہیں باہم متناقض ہیں وغیرہ وغیرہ

ان روایتوں پر جرح کرنا چونکہ ہمارے مقصود کے منافی نہیں ہے اسلئے ہم اس سے
تعرض کرنا ضروری نہیں سمجھتے اور آپکے جروح کو بے جواب چھوڑ دیتے ہیں گو ان میں سے
بعض جروح حسب اصول محدثین صحیح نہیں ہیں مثلاً تناقض الفاظ کی جرح جو در اصل تناقض
نہیں ہے بلکہ اختلاف الفاظ ہے جو روایت بالمعنی میں ضروری اور اکثری چیز ہے اگر ایسی
اختلاف الفاظ کو تناقض کہتے ہیں تو کم کوئی حدیث تناقض سے خالی ملیگی۔

ہم ان روایتوں کے صحیح ہونیکا دعوی نہیں کرتے بلکہ ان میں اکثر روایتوں کا ضعف ہم خود
بیان کر چکے ہیں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ روایتیں اگر صحیح مان لیجائیں تو نسخ سے زیادہ اور کوئی
بات ایسی ثابت نہیں ہو سکتی۔

اقول افسوس ہے کہ آپنے نہ عبد الرحیم صاحب کے نتیجہ پر غور کیا نہ اس پر بحث کی حالانکہ وہ بہت دلچسپ
حصہ ہے بخیال ناظرین پھر میں اسکی یاد دہی کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں ان روایتوں پر مندرجہ حصہ
اول وحصہ دوم مضامین مناظرہ سے جو نسخ تلاوت پر محمول کیجاتی ہیں یہ قیاس پیدا ہوتا ہے۔
یا تو ایسا ہوا ہے کہ جامعین کو جسقدر حصہ انکا یاد تھا سورتیں ملیں ان سے مصحف مرتب
کر دیا گیا اور جو معدودے چند سورتیں ان کو پوری یاد نہ رہی تھیں اور جسقدر حصہ ان کا
یاد تھا وہ بالصراحت کسی عملی حکم پر مشتمل بھی نہ تھا جیسا کہ روایات منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے

ان سب کو قصداً بالکل ترک کر دیا گیا اور اسکے علاوہ جو نہایت قلیل حصہ قرآن کا صرف ان صحابہ کو یاد تھا جن کو بوجہ عدم موجودگی بمقام مدینہ یا کسی اور وجہ سے جمع قرآن کی کارروائی کا علم بر وقت نہو سکا اسقدر حصہ اضطراراً مصحف میں درج ہونے سے رہ گیا تا بہ آخر ملاحظہ ہو رسالہ ہذا صــ عبارت مولوی عبدالرحیم صاحب"

یہ عبارت عبدالرحیم صاحب کی ایسی نہ تھی کہ آپ اسکو ہضم کر جاتے۔ اگر غور کرتے تو بہت کچھ ہدایت پاتے کیونکہ وہ اس درجہ انصاف پسندی سے کام لے رہے ہیں کہ آپکا لہو اونٹتا ہو گا مگر چارہ کیا ہے سمجھدار آدمی سے پالا پڑا ہے علم میں وہ آپ سے ہمدارج بڑے ہوئے ہیں مالی حیثیت سے وہ کسی اخبار کے محتاج نہیں بہرحال جو جواب آپنے لکھا ہے سراپا غلط ہے کیونکہ اگر جرح و تعدیل رواۃ کی بحث نکال دی جائے تو ایک علم رجال ہی غائب ہوتا ہے اور پھر کسی طرح اسلام ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ آپکے ایک ایک محدث اور راوی نے لاکھ دو لاکھ حدیثیں وضع کی ہیں پھر اگر جرح نہ کیجائے تو وضعی و صحیح میں فرق کیونکر ہو سکے۔

اور جب جرحیں آپکے منافی نہیں ہیں تو پھر آپکو یہ برہمی کیوں ہے۔

تناقض کی نسبت آپکا یہ افادہ "کم کوئی حدیث تناقض سے خالی ملیگی" بہت ہی قابل قدر ہے کیونکہ جس مذہب کی حدیثیں تناقض سے کمتر خالی ہیں اس مذہب کی حقیت بطلان کا فیصلہ اہل عقل خود لیں گے۔

یہ مضمون اور بھی دیکھئے "کہ ہم ان روایتوں کے صحیح ہونیکا دعوی نہیں کرتے" کیونکہ مطلب یہ ہوا حدیثیں صحیح ہوں یا نہوں مگر قرآن کی آیتیں منسوخ التلاوۃ ضرور ہیں حدیث میں ہو یا نہو اس سے کوئی مطلب نہیں مگر منسوخ التلاوۃ ضرور ہے۔

مزخرفات

کیوں؟ اسلئے کہ شیعہ انکو تحریف قرآن کے دلائل میں لاویں اور ہم سب کو منسوخ التلاوۃ بناتے ہیں۔

جسقدر حدیثیں اور واقعات اس مسئلہ جمع قرآن کے متعلق اس وقت تک پیش کی گئیں انکے دیکھنے سے ایک معمولی عقل والے آدمی کو بھی اسمیں شبہ نہیں رہ سکتا ہو کہ جمع قرآن میں نہ سہواً بلکہ عمداً بہت کچھ خرابی ڈالی گئی کیونکہ جو قرآن مرتب تھا اور بعد وفات رسول فوراً

جمع کیا گیا وہ نہ لیا گیا نہ وہ حفاظ شریک کئے گئے جن کے پاس پورا قرآن مرتب تھا۔

قولہ: دسویں اعتراض کے اثبات سے متعلق آپنے لکھا تھا کہ وہ درج مصحف ہونے سے رہ گئی تھی کہ یکایک حضرت عثمان کے زمانہ میں کسی کو اتفاقاً خیال آگیا اور وہ درج مصحف ہوگئی یہ واقعہ لکھکر آپنے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ جس طرح یہ ایک آیت رہ گئی تھی ممکن ہے کہ اسی طرح اور آیتیں بھی رہ گئی ہوں۔

بجواب اسکے میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ یہ بالکل غلط ہے کسی صحیح روایت میں اس مضمون کا پتہ نہیں ملتا کہ مصحف صدیقی میں کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور اس کا خیال دس گیارہ برس کے بعد حضرت عثمان کی خلافت میں کسی کو آیا اور وہ اسوقت درج کی گئی۔

بلکہ یہ بھی کسی روایت میں بیان نہیں ہوا کہ خود عہد صدیقی میں تکمیل مصحف کی بعد کوئی آیت ایسی ملی ہو جو مصحف میں درج نہوئی ہو یا عہد صدیقی کے بعد فاروقی میں جو نو برس کی طویل مدت پر مشتمل تھا کسی آیت کا پتہ ملا ہو جو درج مصحف ہونے سے رہ گئی حالانکہ عہد فاروقی میں جو اہتمام قرآن کیساتھ کیا گیا وہ اظہر من الشمس ہے خود حضرت فاروق اعظم کا برسوں اس کی تصحیح میں مشغول رہنا اور جہاں کہیں ذرا سا بھی شبہہ ہوا اسکو درج مصحف کرنا اور سنت تراویح کا عام رواج دینا اور تراویح میں ہر سال متعدد حفاظ قرآن کا دور قرآن کرنا قرا صحابہ کو تمام اطراف وجوانب میں تعلیم قرآن کیلئے بھیجنا یہ تدبیریں ایسی اعلیٰ پیمانہ پر اختیار کی گئی تھیں کہ آیت کیا کوئی اگر کوئی لفظ کاتب سے چھوٹ گیا ہوتا تو وہ بھی معلوم ہو جاتا حالانکہ باوجود اسقدر اہتمام کے مصحف صدیقی میں اگر کہیں کوئی غلطی کتابت کی نکلی تو صرف ایک آدھ حرف کی جیسے آیہ السابقون السابقون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ میں والذین کا واو چھوٹ گیا تھا اخرجہ الحاکم فی المستدرک)

اقول پہلے تو آپکی تکذیب خود آپکے کلام سے ہوتی ہے کہ یہاں آپ فرماتے ہیں "اس مضمون کا پتہ نہیں ملتا کہ مصحف صدیقی میں کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی"۔ اور پھر لکھتے ہیں "خود حضرت فاروق اعظم کا برسوں اس کی تصحیح میں مشغول رہنا اور جہاں کہیں ذرا سا بھی شبہہ ہوا اسمیں صحابہ

سے مناظرہ کرنا اور جو بات ایسی سبب ظہیر تعیش کے بعد ثابت ہوئی اسکو درج مصحف کرنا۔

جس سے معلوم ہوا کہ عہد عمری میں مصحف بکری کے اغلاط ظاہر ہوئے اور درج مصحف کئے گئے تو پھر یہ دعوی کیونکر چل سکتا ہے کہ عہد بکری کا مصحف کامل و مکمل تھا اور جب ایک حرف یا ایک لفظ یا ایک آیت کی غلطی ثابت ہوئی تو اس سے زیادہ غلطیوں کا کون مانع ہے انا لہ لحافظون اس معنی سے تو بہر طور غلط ہوا۔

ثانیاً خود روایت اتقان سے ثابت ہے کہ عہد عثمانی میں جو قرآن نقل کیا گیا اوسمیں اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ سادی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ اور جب وہ شخص بلایا گیا ہے جسکو وہ آیت یاد تھی تو لکھا گیا۔ جس سے اس کا بھی قیاس چل سکتا ہے کہ اگر کسی اتفاقی سبب سے وہ شخص نہ ملا یا مر گیا تو پھر اسی طرح وہ آیت چھوڑ دی گئی چنانچہ خود عمر صاحب نے ابتدائے جمع قرآن کے وقت پوچھا تھا تو معلوم ہوا فلاں صحابی کے پاس یہ آیہ تھا جو جنگ یمامہ میں مارا گیا تو عبد الرحیم صاحب کا یہ قیاس بہت درست ہے "کہ ممکن ہو اسی طرح اور آیتیں بھی رہ گئی ہوں"۔

ثالثاً جس اہتمام فاروقی کا اس شد و مد سے ذکر کیا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ ضرور ہے انھوں نے بدعت تراویح کو رائج کیا مگر نہ بجز ابی بن کعب کسی حافظ کو مقرر کیا نہ اور اطراف و جوانب میں کسی حافظ کو مقرر کیا کہ وہ وہاں جا کر تراویح میں حفظ قرآن پڑھے بلکہ تراویح کی بدعت انھوں نے صرف اس طرح رائج کی تھی کہ جس نماز نافلہ شب کا حکم نصف شب کے بعد اپنے گھروں میں پڑھنا سنت تھا اسکو انھوں نے بہ جماعت مقرر کیا کہ نصف شب کے پہلے بہ جماعت پڑھ لیا کریں۔ نہ یہ کہ جس طرح آجکل تراویح ہوتی ہے حافظ لوگ بلائے جاتے ہیں اس طرح کوئی اہتمام کیا گیا ہو۔ حالانکہ اگر ایسا بھی ہوتا تو کیا فائدہ تھا کیونکہ یہ تو ہم اس روشنی کے زمانہ میں بھی دیکھتے ہیں حافظ صاحب ہزاروں آیت غلط پڑھ جاتے ہیں اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کیونکہ زیادہ تر جاہل ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں تو ایسے جاہل تھے کہ لاکھوں میں شاید دو چار آدمی پڑھے لکھے ہوں اسی وجہ سے ابتدا ہی میں جتنے انکی تعداد بھی لکھدی جو اس زمانہ میں حافظ قرآن سمجھے جاتے کہ بہ اختلاف روایت چار تھے اور جمع روایات سے چھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ معاذ بن جبل و ابی

بن کعب کا نام مگر دونوں روایتیں ہیں ہے پہلی روایت بخاری کی یہ ہے کہ حضرت نے چار آدمی کو تعلیم قرآن کیلئے مقرر کیا تھا عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ، ابی بن کعب۔ دوسری روایت بخاری میں ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید کا نام ہے۔ سالم تو جنگ یمامہ میں مارے گئے تو اب پانچ آدمی رہے۔ پھر آپکا یہ قول قرار صحابہ کو تمام اطراف و جوانب میں تعلیم قرآن کیلئے بھیجا کیسا مضحکہ خیز دروغ ہے۔

رابعاً اڈیٹر صاحب کا یہ کہنا "آیت کیا معنی اگر کوئی لفظ بھی کاتب سے چھوٹ گیا ہوتا تو وہ بھی معلوم ہو جاتا" ایسا مضحکہ خیز جملہ ہے کہ قابل توجہ بھی نہیں کیونکہ ان کا ارشاد تو مجموعہ صدیقی کی نسبت ہے حالانکہ ۲۰ برس بعد قرآن بعہد عثمانی اتنی تحقیقات او جانفشانی کے بعد مرتب ہوا اسکی نسبت خود حضرت عثمان فرماتے ہیں ان فی القرآن لحنا سیقیمه العرب بالسنتها کہ قرآن میں ابتک غلطیاں رہ گئیں جس کو عرب اپنی زبان سے درست کرلیں گے اور حضرت عائشہ اسکے بعد بھی فرماتی ہیں کہ لکھنے والا "چوک گیا" اور حضرت ابن عباس بہت سی آیتوں کی نسبت صاف لفظوں میں غلطی کا اقرار کرتے ہیں پھر کس عاقل سے ممکن ہے کہ ایسے غلط بیان پر توجہ کرے۔

قول ہاں یہ مضمون البتہ روایات میں موجود ہیں کہ عہد صدیقی میں جب مصحف کی کتابت کا کام شروع ہوا تو آخر سورہ برات کی دو آیتیں ابوخزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس نہ ملیں اور کسی کے پاس نہ ملنے کا یہ مطلب تھا کہ اور کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں ورنہ یاد تو سب ہی کو تھیں کہ اس وقت کتابت قرآن میں اہتمام یہ کیا گیا تھا کہ ہر آیت کی کتابت اسی وقت کی جاتی تھی جب وہ لوگوں کو یاد بھی ہوتی اور مکتوب بھی ہوتی جبتک حفظ اور کتابت دونوں سے کسی آیت کی تصدیق نہ ہو جاتی مصحف میں درج نہ کی جاتی چنانچہ تمام آیات قرآنیہ اسی اہتمام کے ساتھ لکھی گئیں صرف سورہ برات کی اور سورہ احزاب کی آخری ایک آیت اس التزام پر ٹھیک نہ اترتی تھیں لوگوں کے حفظ سے تو اسکی تصدیق ہوتی تھی مگر مکتوب کسی کے پاس نہ ملا بالآخر سورہ برات کی آیتیں ابوخزیمہ کے پاس اور سورہ احزاب کی آیت خزیمہ کے پاس مکتوب نکل آئیں اور اپنی اپنی سورتوں میں لکھ دی گئیں یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق ہی کے زمانہ کا ہے

نہ حضرت عثمان کے زمانہ کا۔

اقول افسوس ہے تو اس بات کا کہ جس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں اسمیں بھی دروغ گوئی کا مادہ اس کثرت سے جمع کرتے ہیں کہ آدمی حیران ہو جائے کیونکہ اولاً مطلقاً یہ دعوی غلط ہے کہ یاد اور نوشتہ سے ملا کر کل آیتیں لکھی گئیں جیسا کہ مکرر اندکور ہوا کہ کسی روایت میں یہ مضمون ہے نہ کوئی اس کا مدعی ہوا کہ ایسا ہی ہوا ہاں ابن حجر وغیرہ نے دو گواہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مراد اس سے حفظ اور کتابت ہے مگر سخاوی نے کہا کہ مراد شاہدین سے یہ ہے کہ دو آدمی انکی گواہی دیں کہ حضرت کے سامنے یہ لکھا گیا۔ اور **سیوطی** نے یہ نتیجہ نکالا کہ مراد اس سے گواہی اس امر کی ہے کہ حضرت کے سنہ وفات میں جو عرض آخر ہوا تھا اس میں یہ آیہ قائم رہا جس سے کتابت کی قید بالکل خارج ہو گئی پھر ایسا دعوی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جسمیں اسقدر اختلاف ہو۔

ثانیاً سورہ برات کی آخری آیتوں کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ تو ایسی صاف ہیں کہ کتاب کا اس میں گمان بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ پہلی روایت فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال ووجدت اخر السورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ بنداے تمام آواز دیتی ہے کہ یہاں کتابت کو دخل نہیں کیونکہ عسب ولخاف تو نوشتہ جات سمجھے گئے اور صدور رجال سے انکی یادداشت مراد ہے اور اسی کے ذیل میں ابی خزیمہ کا نام آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ صرف انھیں کو یاد تھا کیونکہ اگر نوشتہ ہوتا تو اسکی تصریح ہوتی کہ نوشتہ دوسرے کے پاس تھا اور یاد دوسرے کو۔

پھر دوسری حدیث کان لایکتب الا بشاھدی عدل وان اخر سورۃ براۃ لم توجد الا مع ابی خزیمۃ بن ثابت فقال اکتبوھا فان رسول اللہ جعل شھادتہ بشھادۃ رجلین فکتب وان عمر اتی بایۃ الرجم فلم یکتبھا لانہ کان وحدہ با واز بلند پکار رہا ہے کہ یہاں کتابت کو کسی طرح دخل نہیں کیونکہ بصراحت تمام اسکی تصریح ہے کہ زید نہیں لکھتے تھے مگر دو شاہد عادل کی گواہی کے بعد تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شاہد عادل صفت مکتوب ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا شہادت سے مراد حفظ و کتابت نہیں ہے بلکہ شہادت

واضح دلیل ہے اسکی کہ مراد اس سے شہادت لسانی ہے کیونکہ شہادت اسی کا نام ہے۔

ان تصریحوں کے بعد آپکا یہ دعوی "لوگوں کے حفظ سے تو اسکی تصدیق ہوتی ہے مگر مکتوب کسی کے پاس نہ تھی" میں کہتا ہوں کہ کس آیہ کریمہ کا مورد ہے کیونکہ زید کہہ رہے ہیں وجدت اخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں وان اخر سورۃ براۃ لم توجد الا مع ابی خزیمۃ جسکے صریحی معنی تو یہی ہیں کہ ابو خزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس وہ آیہ پایا ہی نہیں گیا۔ اور آپ یہ فرماتے ہیں "لوگونکے حفظ سے تو اسکی تصدیق ہوتی تھی"۔

اب میں نہیں کہہ سکتا کہ کسکی تصدیق کروں آپکی یا حضرت زید کی جو کہتے ہیں کسی کے پاس نہیں ملا۔ کیا وجدت کے معنی یہی ہیں کہ نوشتہ نملا آخر سمجھ کر بات کرنا چاہیئے اگر آپکا یہ مقولہ "لوگونکے حفظ سے تو اسکی تصدیق ہوتی تھی" مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ زید بن ثابت کاذب ہوں جو فرماتے ہیں لم اجدھا مع غیرہ۔

پھر یہ بھی غلط ہے کہ "اپنی اپنی سورتوں میں لکھدی گئیں" کیونکہ مفہوم اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورے پہلے سے معین تھے حالانکہ اسی آیہ کے متعلق عمر صاحب فرماتے ہیں لو کانت ثلث ایات لجعلتھا سورۃ علیحدۃ فانظروا اخر سورۃ من القران فالحقوھا باخرھا (اتقان ص۲۳) کہ اگر تین آئتیں ہوتیں تو میں اسکو ایک خاص سورہ کر دیتا مگر خیر آخر سورہ قرآن میں ملادو کہا ابن حجر نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوروں وغیرہ کی ترتیب باجتہاد صحابہ تھی پھر یہ مقولہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ اپنی اپنی سورتوں میں لکھدی گئیں کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی تک سورے مرتب نہ تھے۔

عمر صاحب کا صرف یہ قول کہ اسکو میں علیحدہ سورہ کر دیتا تعجب خیز نہیں ہے جسکے خلاف یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ سورے پہلے سے معین تھے بلکہ ان کا یہ قول کہ آخر سورہ قرآن میں ملادو اس سے زیادہ تعجب خیز ہے کہ وہ کس بے پروائی سے ایسا حکم دیرہے ہیں کہ جو آخر سورہ قرآن ہو اس میں ملادو کیا یہی شان اسلام ہے؟ حرمت قرآن جسکے دل

قولہ سورہ برأت کی آیتوں کا ذکر جن روایات میں ہے ان روایات میں تو صاف عہد صدیقی کی تصریح موجود ہے کوئی یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت عثمان کے زمانہ کا واقعہ ہو باقی رہی سورہ احزاب کی آیت کی روایت اسمیں البتہ نہ عہد صدیقی کی تصریح ہے نہ عہد عثمانی کی مگر بالیقین وہ بھی عہد صدیقی کا واقعہ ہے کیونکہ تمام محدثین و مورخین کا اس بات پر اتفاق ہو کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں اسی مصحف صدیقی کی لفظ بلفظ نقل کرلی گئی تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوا دوسرے یہ آیت سورہ احزاب کی بہت سے صحابہ کو یاد تھی حضرت زید بن ثابت کو بھی یاد تھی اور حضرت عمر اور ابی بن کعب اور بلال بن امیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے اسکے یاد ہونیکی شہادۃ عمدۃ القاری و کرمانی وغیرہ شرح بخاری میں منقول ہے پس ہوکی وجہ نہ تھی کہ وہ آیت عہد عثمانی میں نہ لکھی جاتی اور اگر مکتوب نہ ملنے کے سبب سے نہیں لکھی گئی جب خزیمہ کے پاس مکتوب ملی اُسوقت لکھی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا طویل زمانہ اس مکتوب کے مل جانے کیلئے کافی تھا اسوقت نہ خزیمہ کہیں چلے گئے تھے نہ ان کا مکتوب کہیں چلا گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی تصحیح مصحف اور رواج تعلیم و تعلم و تلاوت قرآن کو دیکھتے ہوئے عقل سلیم بھی اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی آیت قرآن کی زمانہ مابعد میں ایسی یاد پڑی ہو جو مصحف میں درج ہو چہ جائیکہ وہ یاد ہو اور درج نہ کی جائے بہرحال قطعاً و جزماً یہ واقعہ بھی عہد صدیقی کا ہے۔

اقول اولاً افسوس ہے ایسی جرأت پر جسمیں ایسا دعوی کیا جاتا ہے اور قائل کے کلام پر نظر نہیں کی جاتی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس کا استدلال کیا ہے حالانکہ عبدالرحیم صاحب نے جس عنوان سے استدلال کیا ہے اگر آپکو کچھ عقل ہوتی یا انصاف سے کام لیتے تو کم سے کم اُنکے ہاتھ پر بیعت ضرور کرلیتے کہ اس حسن ترتیب سے انھوں نے کام لیا ہے جسکو میں آئندہ چلکر بتاؤنگا انشاء اللہ

بہرحال جب اس کا اقرار کرتے ہیں کہ "اسمیں نہ عہد صدیقی کی تصریح ہے نہ عہد عثمانی کی" تو پھر ایسا دعوی کیونکر کر سکتے ہیں "مگر بالیقین وہ بھی عہد صدیقی کا واقعہ ہے" جسکی غلطی بوضاحت ثابت ہے۔ رہا آپکا یہ کہنا "کیونکہ حضرت عثمان کے زمانہ میں اسی مصحف صدیقی کی لفظ بہ لفظ نقل کرلی گئی تھی" پہلے تو خود آپکے قول سے غلط ہے کیونکہ سابقاً آپ لکھ چکے ہیں

حضرت فاروق اعظم کا برسوں انکی تصحیح میں مشغول رہنا جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہے مصحف صدیقی میں ہزاروں قسم کی تبدیلیاں ہوئیں تو لفظ بلفظ نقل کا دعوی غلط ہوا۔ ہاں اگر اسکی یہ تاویل کی جائے اگرچہ عمر نے اسمیں تبدیلی کی مگر مصحف تو وہی رہا تو ممکن ہے مگر یہ تاویل بعید ہے۔

دوسری اس سے بھی قطع نظر کریں تو تصریحات صریحہ اسکی تکذیب پر موجود ہے کہ لفظ بلفظ نہیں نقل ہوا کیونکہ خود اتقان میں ہے ابوبکر کا جمع کرنا اس خوف سے تھا کہ قرآن بالکل ضایع نہو جائے کیونکہ حاملان قرآن مرے جاتے ہیں اور جمع عثمان بغرض رفع اختلاف تھا جسمیں وہ قرائتیں نکال دی گئیں جو لغت قریش کے خلاف تھیں وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق صلا کہ جو کچھ لغت قریش کے سوا ہے کسی صحیفہ میں یا مصحف میں اوسکو جلا دو۔ جس سے بداہت معلوم ہوا کہ لفظ بلفظ نہیں نقل ہوا بلکہ بعد تصحیح عمر بھی ہزاروں الفاظ وآیات نکالے گئے۔ کیونکہ اسی اتقان میں ہے فاما قبل ذلک فقد کانت المصاحف بوجوہ من القرآن المطلقۃ علی الحروف السبعۃ التی انزل بھا القرآن صلا کہ پہلے مصاحف میں وہ کل موجودہ قراءت موجود تھے اور حروف سبعہ کے جسپر نازل کیا گیا قرآن۔ تو اب یہ معلوم ہوا کہ کم سے کم کچھ حصہ قرآن کا غائب کیا گیا پھر یہ دعوی کہ لفظ بلفظ نقل کیا گیا کس درجہ غلط ہے۔

تیسری اتقان کا یہ مضمون کہ لوگ کتابت قرآن کے وقت سادی جگہ چھوڑ دیتے تھے کہ جب وہ شخص آئیگا جسے یاد ہے تو لکھا جائیگا صلا صاف صاف کہہ رہا ہے کہ لفظ بلفظ نہیں نقل ہوا بلکہ بہت سے تصرفات کے ساتھ۔

ثانیاً آپکا دوسرا جملہ بھی غلط ہے کہ "سورہ احزاب کی آیت بہت سے صحابہ کو یاد تھی" کیونکہ خود صحیح بخاری فقدت آیۃ من الاحزاب حین نسخنا المصاحف کہ گم کیا میں نے ایک آیت سورہ احزاب کی جسکو رسول اللہ سے سنا کرتا تھا جس

درست ہو سکتا ہے اور آپ کہہ چکے ہیں کہ عہد صدیقی میں تو وہی لکھا جاتا جسپر حفظ اور کتابت دونوں کی گواہی گذرجاتی پھر یہاں فقدات میں کون سی تاویل آپکی چل سکتی ہے آخر کس قسم کا فقدان تھا۔

ہاں آپنے زید بن ثابت کیلئے اس کا دعوی توکیا کہ عمر ابی بن کعب و زید بن ثابت کو یاد تھی مگر افسوس کوئی ثبوت اس کا نہ دیا صرف کتابوں کا نام لینا کافی نہیں جبتک عبارت اسکی نہ لکھئے پھر اس سے آپکو نفع ہی کیا ہو کیونکہ بحث تو اتنی ہے کہ مصحف صدیقی میں یہ آیہ تھا یا نہ اس کا کوئی ثبوت نہ دیسکے۔

عمر صاحب کا یاد اگر بقول آپکے مانا جاوے تو بفضل خدا ان کو بہت سی آئیں یاد تھیں جن میں آیہ الرجم بھی تھا اور نہ لکھی گیا جسپر وہ مدۃ العمر افسوس کرتے رہے اور نہایت آزادی سے فرماتے کہ قرآن کا بہت سا حصہ جاتا رہا پس اگر بالفرض ان کو یاد بھی تھا تو وہ مثل آیہ رجم مقبول نہوا۔

رہا ابی بن کعب کا یاد بیس ممکن ہے کہ میں اسکو تسلیم کرلوں مگر انکے یاد سے آپکو تعلق ہی کیا وہ تو راندہ درگاہ خلفا تھے اگر انکے یاد پر اعتماد ہوتا یا ان کی تحریر ہوتا تو انھیں کا قرآن کیوں نہ رائج ہوتا جو اس جانکاہی اور مصیبت سے ۲۵ برس میں قرآن جمع کیا گیا۔

اڈیٹر صاحب اگر زید بن ثابت کے الفاظ پر ایک منٹ کیلئے بھی غور کرتے تو آپکو معلوم ہوجاتا کہ زید کو یاد تھا یا نہ کیونکہ وہ فرماتے ہیں ففقدت آیتہ من الاحزاب حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ یقرء بہا فالتمسناہا فوجدناہا مع خزیمہ کہ میں نے گم کیا یا بھول گیا یا نہ ملا ایک آیہ سورہ احزاب کا جسوقت لکھا مینے مصحف کو حالانکہ تھا میں سنا کرتا رسول اللہ سے کہ حضرت پڑھتے تھے۔ مینے اسکے بارہمیں سوال کیا تو خزیمہ کے پاس ملا جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بوقت نسخ مصحف پیش آیا اور وہ بھولے ہوئے تھے صرف اسقدر خیال تھا کہ رسول اللہ کو پڑھتے سنا تھا جواب یاد نہیں رہا اور ایسا ہزاروں دفعہ پیش آتا ہے کہ انسان ایک بات کو یاد کرتا ہے کہ فلاں نے کچھ کہا تھا کیفیت اجمالی

اسکی محفوظ رہتی ہو یا تفصیلی نہیں معلوم ہوتا اسی کو زید کہہ رہے ہیں کہ سنا کرتے تھے اب یاد نہیں رہا تب میں نے سوال کیا تو خزیمہ کے پاس ملا جس سے معلوم ہوا کہ اور کسی کے پاس نہیں ملا جنمیں ابی بن کعب بھی ضرور شامل ہونگے کیونکہ وہ بھی جامع قرآن تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ انکے پاس بھی نہ تھا اور اگر تھا تو انھوں نے ان سے دریافت نہیں کیا جس سے حد درجہ کی بے پروائی قرآن سے ظاہر ہوئی۔

اب میں آپکے اس جملہ کی نسبت کیا کہوں جو آپ فرماتے ہیں "پس کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ آیت عہد صدیقی میں نہ لکھی جاتی" کیونکہ وجہ تو معلوم ہے کہ یہ آیہ اسوقت ملا ہی نہیں۔ رہا یہ جملہ "اگر مکتوب نہ ملنے کے سبب سے نہیں لکھی گئی" اسوجہ سے ناقابل التفات ہے کہ مکرر مذکور ہو چکا کتابت و حفظ کا جمع ثابت نہیں صرف دو شہادتوں کا ذکر ہے جس کی تشریح میں یہ سب موشگافیاں کی گئیں۔ رہا یہ کہ خلیفہ دوم کے طویل زمانہ خلافت میں کیوں نہ لکھا گیا اسکی وجہ تو صرف اسی روایت سے ظاہر ہے کہ زید بن ثابت بھول گئے تھے جب بھول گئے تھے تو پھر لکھا کیونکر جاتا۔ اسی کیساتھ یہ بھی غلط ہے کہ مکتوب کے ملجانے کو کافی تھا نہ خزیمہ کہیں چلے گئے تھے نہ ان کا مکتوب کہیں چلا گیا تھا کیونکہ خزیمہ کچھ عمر صاحب کے غلام نہ تھے جو ہمہ وقت دست بستہ کھڑے رہتے وہ قبیلہ انصار کے ایک باوقار صحابی تھے ہزاروں دفعہ سفر کیا غزوات میں آئے گئے اسکو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کہیں گئے نہ تھے اور جب وہ خود نہ تھے تو ان کا مکتوب کہاں سے ملتا حالانکہ مکتوب کی قید بے اصل ہے تاہم بفرض تسلیم یہ آیہ ان کی پبلک لائبریری میں نہیں داخل تھا جو وقف عام رہتا۔ اگر نوشتہ تھا تو ضرور کسی مقام محفوظ میں تھا جو بلا خزیمہ نہیں مل سکتا تھا اور اگر مل بھی سکتا تو جبتک ان سے کوئی طلب نہ کرے وہ کیوں دینے لگے اور انکو کیا معلوم تھا کہ یہ آیہ یاروں کو نہیں ملا جو وہ فرض کرکے زید بن ثابت کو ڈھونڈھتے اور اس آیہ کو دیتے۔

اڈیٹر صاحب ان امور کا تعلق حدیث سے ہے یا سرے قیاسی باتوں کو ہمیں دخل نہیں حدیث صاف کہہ رہی ہے کہ یہ آیہ ہمکو بھولا ہوا تھا جب مصحف کی نقل کرنے لگے تو یاد پڑا کہ ایک آیہ سورہ احزاب کا ہم حضرت سے سنتے تھے اب نہیں ملا تلاش کرتے کرتے خزیمہ سے مل گیا۔

بہرحال اگر اس روایت کی صحت کا اعتراف ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے تو آپکو بجز اسکے کوئی چارہ نہیں کہ چار و ناچار اسکا اقرار کیجئے کہ یہ آیہ مصحف صدیقی میں لکھنے سے رہ گیا تھا جب نقل ثانی ہونے لگا تب یہ آیہ خزیمہ کے پاس ملا۔

رہا عقلی نکتہ کہ عقل سلیم اسکو باور نہیں کرتی پس الحمد للہ کہ آپلوگوں کی سلامتی عقل کا حال تمام دنیا کو معلوم ہے جب بقول امام ذہبی خود آپکے امام مسلم مصنف صحیح مسلم کو عقل نہ ملی تو اور کون سنی دعوی کر سکتا ہے۔ حالانکہ آپکے اس دعوی کی غلطی خود آپکے کلام سے ظاہر ہے کہ عمر صاحب نے اپنے عہد میں بہت کچھ مصحف صدیقی کی اصلاح کی پس جس طرح آپکی عقل سلیم یہ قبول کرتی ہے کہ عہد صدیقی میں بہت سی غلطیاں قرآن میں رہ گئیں جسے عمر صاحب نے درست کیا۔ اسی طرح اسکو بھی آپکی عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ عہد عمری کی غلطیوں کی اصلاح عہد عثمانی میں ہوئی اور پھر بھی پوری غلطیاں نہ دفع ہوئیں کیونکہ خود عثمان بعد ترتیب و تہذیب قرآن فرماتے ہیں ان فی القرآن لحنا ستقیمہ العرب بالسنتہا کہ قرآن میں غلطیاں ہیں جنھیں عرب اپنی زبان سے درست کر لینگے

کیوں صاحب! اب کہئے "عقل ٹھری یا بھینس" آپ کہتے ہیں عہد عمری میں غلطی رہ جانا خلاف عقل سلیم ہے اور یہاں عثمان صاحب فرماتے ہیں قرآن میں اب بھی غلطی رہ گئی جسکو عرب درست کر لیں گے۔

قولہ اس جواب پر آپنے اپنی اس تحریر میں دو شبہے کئے ہیں اول یہ کہ امام بخاری کا و نیز امام ترمذی کا آیہ سورہ احزاب کے واقعہ کو جمع عہد عثمانی کی روایت کے بعد علی الاتصال ذکر کرنا اسی امر کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے دوسرا شبہہ آپکا یہ ہے کہ روایت میں یہ الفاظ ہیں نسخنا الصحف فی المصاحف یعنی ہمنے صحیفوں کو مصحفوں میں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے نہ عہد صدیقی کا کیونکہ عہد صدیقی میں صحیفوں کی نقل مصحفوں میں نہیں ہوئی بلکہ اس زمانہ میں تو ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ سے آیات قرآنی نقل کی گئی تھیں۔ ہاں عہد عثمانی میں البتہ صحیفوں سے مصحفوں میں قرآن کی نقل کی گئی تھی

پہلے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ صرف اسقدر کہ یہ روایت

جمع عہد عثمانی کی روایت کے بعد علی الاتصال مذکور ہے مگر اس امر کی دلیل نہیں ہو
کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے محدثین نے یہ التزام ہرگز نہیں کیا کہ جو واقعہ پہلے ہوا ہو اس کی
روایت پہلے لکھیں اور جو واقعہ پیچھے ہوا ہو اسکی روایت بعد میں لکھیں نہ یہ التزام کیا
ہے کہ جسقدر واقعات ایک زمانہ میں پیش آئے ہوں ان سب کو اکٹھا لکھدیں پھر آپ
احادیث کی ترتیب سے واقعات کی ترتیب پر کیسے استدلال کرتے ہیں خصوصاً ایسی حالت
میں کہ بہت سے قرائن اس امر پر قائم کرچکا کہ یہ واقعہ کسی طرح عہد عثمانی کا نہیں ہو سکتا
امید ہے کہ آپ میرے جواب کو پھر ملاحظہ کریں۔

اقول اگرچہ بعد اس تقریر کے مجھے ضرورت نہیں رہی کہ آپکے ساتھ دماغ سوزی کرو
کیونکہ فضل خدا سے ہر امر میں آپکی تکذیب ظاہر ہوئی اور آپکے بالکل قرائن باطل ہوئے
مگر اب میں نص صریح ایسی پیش کرتا ہوں کہ یہ واقعہ خلافت عثمان کا ہے کیونکہ اتقان میں جو
میں ہے حتی اذا نسخوا المصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی
حفصة وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القران
فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق قال زید ففقدت آیة من الاحزاب
حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ صلعم یقرء بها فالتمسناها
فوجدناها مع خزیمة بن ثابت الانصاری من المومنین رجال صدقوا
ما عاهدوا اللہ علیہ فالحقناها فی سورتها فی المصحف۔

یعنی جب لکھ چکے وہ لوگ مصحف کو تو عثمان نے مصحف حفصہ کو واپس کیا اور ہر طرف
ایک ایک نسخہ اس کا روانہ کیا اسکے سوا جتنا قرآن تھا کسی صحیفہ میں یا مصحف میں سب کو
حکم دیا کہ جلا دیا جائے۔ کہا زید نے پس گم کیا ہمنے ایک آیہ کو سورہ احزاب سے جس وقت لکھا
ہمنے مصحف کو حالانکہ ہم سنا کرتے تھے اسکو رسول اللہ صلعم سے پس ڈھونڈھا ہمنے اُسے تو
پایا خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پس لکھدیا ہمنے اسکو مصحف میں۔

اب تو آپکو اس میں عذر نہو گا کہ یہ واقعہ عہد عثمان کا ہے کیونکہ زید کا یہ بیان بعد اسکے
واقع ہوا ہے کہ عثمان نے جب مصحف کو لکھوایا اور تمام بھیجا اسکے بعد زید کو یاد آیا کیونکہ

یہاں صرف حدیث کا مجموعہ نہیں ہے جس کی نسبت آپ یہ کہہ سکیں کہ جمع روایات میں ترتیب کا لحاظ نہیں ہوتا نہ کل واقعات ایک جگہ لکھے جاتے ہیں اسلئے کہ یہ تاریخی بیان ہے اور بہت واضح جسکے بعد آپکی کوئی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی مگر چونکہ میں آپکے مادہ جحود وانکار سے بخوبی واقف ہوں لہذا اب اس طرح اتمام حجت کرتا ہوں کہ پھر قیامت تک آپکو جائے دم زدن نرہے اور قبول کیجئے کہ بیشک یہ واقعہ عہد عثمان کا ہے۔

دیکھئے علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں وظاہر حدیث زید بن ثابت هذا انه فقد آیة الاحزاب من الصحف التی کان نسخها فی خلافة ابی بکر حتی وجدها مع خزیمة بن ثابت ووقع فی روایة ابراهیم بن اسماعیل بن مجمع عن ابن شهاب ان فقده ایاها انما کان فی خلافة ابی بکر وهو وهم منه والصحیح ما فی الصحیح وان الذی فقده فی خلافة ابی بکر الآیتان من آخر براءة واما التی فی الاحزاب ففقدها لما کتب المصحف فی خلافة عثمان وجزم ابن کثیر بما وقع فی روایة ابن مجمع ولیس کذلک والله اعلم جزو عشرون صـ ۲۶ جلد چہارم

یعنی حدیث زید بن ثابت بظاہر بتارہی ہے کہ آیہ احزاب انکو اسی وقت نہیں ملا تھا جبکہ خلافت ابوبکر میں انھوں نے اس مصحف کو لکھا یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت سے ملا روایت ابراہیم بن اسمعیل میں ابن شہاب سے یہ مروی ہے کہ یہ فقدان (وجدان) خلافت ابوبکر میں ہوا مگر یہ وہم ہے اور صحیح وہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے اور جو آیتیں ابوبکر کو نہیں ملی تھیں۔ وہ آیتیں ہیں جو آخر سورہ برأت کی تھیں لیکن یہ آیتیں سورہ احزاب کی اسوقت گم ہوئیں جبکہ مصحف کی کتابت عہد خلافت عثمان میں ہوئی۔ ابن کثیر کا جزم تو روایت ابن مجمع پر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اتنوا اڈیٹر صاحب کو بالجزم والیقین معلوم ہوا کہ یہ واقعہ عہد عثمان کا ہے کہ جب دوبارہ مصحف لکھا گیا ہے اسوقت ان آیات کا حال معلوم ہوا کہ سورہ احزاب کی یہ آیتیں گم ہیں اور بعد تفحص خزیمہ سے ملیں

ہم جانتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب یہاں حرکت مذبوحی کرکے ابن حجر کی غلط فہمی کا دعوی
کرسکتے ہیں اس بنا پر کہ وہ شافعی ہیں یا ائمہ اہلحدیث سے چنانچہ روایت استقصاء الافحام
کے مقابلہ میں جب تکی تائید علامہ سیوطی اور حافظ ابن حجر سے دی گئی تو نہایت جرأت سے
اسکا دعوی کردیا کہ اُن سے بھی غلط فہمی ہوئی لہذا میں علامہ عینی کی شرح عمدۃ القاری سے
بھی اسکو ثابت کرتا ہوں جو علمائے احناف سے تھے اور آجتک اُنکی شرح پر افتخار کیا جاتا ہے۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری مسمی بہ عمدۃ القاری جلد ۹ ص۳۰ میں لکھتے ہیں وظاھر
حدیث زید بن ثابت ھذا انہ فقد ایۃ الاحزاب من المصحف التی کان نسخھا
فی خلافۃ ابی بکرؓ حتی وجدھا مع خزیمہ بن ثابت وفی روایۃ ابراھیم بن
اسمعیل بن مجمع عن ابن شھاب ان فقدہ ایاھا انما کان فی خلافۃ ابی بکر
وھو وھم والصحیح ما فی الصحیح وان الذی فقدہ فی خلافۃ ابی بکر الآیتان
من آخر براءۃ واما التی فی الاحزاب ففقدھا لما کتب المصحف فی خلافۃ عثمان
وجزم ابن کثیر بما وقع فی روایۃ ابن مجمع ولیس کذلک واللہ اعلم۔

ترجمہ اس کا بھی وہی ہے جو سابقاً مذکور ہوا کہ عہد ابوبکرؓ میں وہ آیتیں گم ہوئی تھیں
جو سورہ برائت کی تھی اور عہد عثمان میں سورہ احزاب کی آیتیں نہیں ملی تھیں جو خزیمہ
کے پاس سے ملیں اور درج مصحف کی گئیں۔

افسوس زمانہ ناقدری کا ہے ورنہ اس تحریر کے بعد تمامی اہل سنت عموماً اور اڈیٹر
صاحب خصوصاً مولوی عبدالرحیم صاحب کی قدر کرتے کہ ایک کچہری کا آدمی جو شب
وروز اپنے فرض منصبی میں مشغول رہتا ہو وہ محض اپنی ذہانت اور طباعی سے وہ نتیجہ
پیدا کرے جسپر اتنے علمائے اعلام کے نصوص صریحہ ہوں کہ جب عثمان کے زمانہ میں مصحف
دوبارہ نقل ہونے لگا تب معلوم ہوا کہ یہ آیہ نہیں لکھا گیا اور اڈیٹر صاحب کو جو مدعی علم و
کمال ہوں اور اس کا بھی ادعا کرتے ہوں کہ شرح اونکی نظر سے گذر چکی ہے بوجہ بلادت
و غباوت یہ معلوم ہو کہ یہ واقعہ کب کا ہے اور بخاری نے کیوں اسکو بعد لکھا افسوس۔

ناظرین یہاں عبارت اڈیٹر صاحب کو جو سابقاً مذکور ہوئی پھر نظر غور سے نہیں بلکہ

سرسری نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے بادہوائی دعوی کے ہیں کہیں تو صدیق اکبر کی وہ قدوسیت دکھائی تھی کہ ایسے مقدس کے زمانہ میں جو قرآن جمع ہوا اسمیں کیونکر ایسی فروگذاشت ہوسکتی ہے جب اس سے تسکین ہوئی تو فاروق اعظم کی جبوتیت یاد کی کہ طویل مدت خلافت میں شب و روز تصحیح و تنقیح قرآن مجید میں مصروف رہتے اور مباحثات کرتے اور صیغہ تراویح جاری کرتے کیونکر ممکن ہے کہ سورہ احزاب کی آیت لکھنے سے رہ جائے۔ مگر ہائے بخاری ابن حجر عینی نے انکی آرزوؤں کو ایسا خاک سیاہ کیا کہ اب دنیا ان کی نظروں میں تیرہ و تار نظر آتی ہوگی۔ اور اگر غیرت ہوتی تو نہ آسمان میں انکو جگہ ملتی نہ زمین میں کہ ایک معمولی لیاقت کے آدمی نے جس نے نہ فتح الباری دیکھی نہ عمدۃ القاری بازی جیت لی اور یہ منہ تکتے رہے۔ تف۔

نہیں نہیں یہ نہ سمجھو کہ مخاطب اس سے لاعلم تھے کیونکہ یہ امر تو بدیہیات سے ہے جو معمولی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کیونکہ خود اتقان میں بھی یہ واقعہ بعہد عثمان لکھا گیا ہے اور خود صحیح بخاری سے بصراحت ظاہر ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمان کا ہے پھر کیونکر ممکن ہے ایسے لائق شخص سے یہ راز مخفی ہو بلکہ اصلی وجہ اسکی یہ ہے کہ اس واقعہ نے ان کے دعوؤں کو ایسا خاک سیاہ کیا ہے کہ پھر کبھی سرسبز نہیں ہوسکتے کیونکہ ایک تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جمع قرآن ایسی بے ترتیبی سے ہوا اور ایسی بے عنوانی سے جمع ہوا کہ ۲۵ برس تک یہ بھی نہ معلوم ہوا کون سی آیت غائب ہے اس زمانہ تک قرآن ناقص انکے پاس اس حفاظت سے رہا کہ ابوبکر صاحب اپنی عمر بھر اسپر پہرہ دیتے رہے پھر عمر صاحب اپنی طولانی مدت خلافت میں اسکے محافظ رہے مرتے وقت اپنی بیٹی حفصہ کو سپرد کر گئے پھر عثمان صاحب نے ہزاروں وعدہ پر لیا اور لکھوایا مگر وہی غلط نسخہ جسکے بعد یہ غلطی معلوم ہوئی۔

دوسری خرابی یہ پیدا ہوئی کہ پھر اس مجموعہ سے امان اٹھ گیا اعتماد جاتا رہا کہ جسمیں ایسی غلطی ہوئی اسکا کیا اعتبار۔

تیسری خرابی یہ ہوئی کہ بر مذاق اڈیٹر صاحب آیہ انا لہ لحافظون غلط ہوا۔

چوتھی خرابی یہ ہوئی کہ تواتر جاتا رہا جو عمدہ شرط قرآن ہے۔

پانچویں یہ کہ قرآن کی حالت بھی اس مذاق پر وہی ہوئی جو احادیث اہلسنت کی

حالت ہے کہ ایک صحابی کے بیان پر درج قرآن کر دیا گیا۔

دیکھیے یہ کہ عمر صاحب کی بے انتہا بے حرمتی ہوئی کہ ان کا لایا ہوا آیہ تو نہ لکھا گیا اور لکھا گیا خزیمہ کا۔ انھیں پہلوؤں پر خیال کر کے اڈیٹر صاحب نے یہ سوچا کہ لاؤ اس واقعہ کو بھی ابو بکر صاحب کے سر تھونک دیں کہ سب کام بنجاتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی خیال ہوگا کہ زوال تواتر کی نسبت جو عینی نے یہاں جواب دیا ہے وہ ناکافی ہے اسی لئے انھوں نے وہ رخ ہی بدل دیا۔

دیکھیے علامہ عینی بعد عبارت سابقہ لکھتے ہیں ص۲۳ قیل کیف الحقہا بالقرآن و شرط القرآن التواتر واجیب بانہ کانت مسموعۃ عندھم من فم رسول اللہ وسورتہا وموضعہا معلومۃ لھم ففقدوا کتابتہا قیل لما کان القرآن متواترا فما ھذا التتبع والنظر فی العسب واجیب للاستظہار وقد کتبت بین یدی رسول اللہ ولیعلم ھل فی اقراءۃ لغیر قرأتہ من وجوھہا ام لا قیل شرط القرآن کونہ متواترا فکیف اثبت فیہ ما لم یجدہ مع احد غیرہ واجیب بان معناہ لم یجدہ مکتوبا عند غیرہ وایضا لا یلزم من عدم وجدانہ ان لا یکون متواترا وان لا یجد غیرہ او الحفاظ نسوھا ثم تذکروھا۔

(۱) کہا گیا ہے کہ کیونکر اسے ملحق کیا مصحف سے حالانکہ شرط قرآن تواتر ہے جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ لوگ سن چکے تھے اسے رسول اللہؐ سے اور سورہ اور جگہ اسکی معلوم تھی صرف کتابت بھول گئے تھے۔ (۲) جب قرآن متواتر تھا تو پھر اسقدر تفحص و تلاش کی کیا ضرورت تھی جو تمام تفحص کیا گیا جواب یہ دیا گیا ہے کہ صرف بغرض استظہار تھا کہ ایک طرح کی اطمینان اس سے ہو ورنہ قرآن تو لکھا گیا تھا خود آنحضرت کے سامنے اور نیز اس غرض سے کہ معلوم ہو جائے اسمیں کوئی دوسری قرات بھی ہے (۳) جب قرآن میں تواتر شرط ہے تو پھر اسے کیونکر داخل کیا جسے صرف ایک ہی آدمی کے پاس پایا جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لکھا ہوا ہے دوسرے کے پاس نہیں پایا گیا اور نیز دوسرے کے پاس نہ پائے جانے کو یہ لازم نہیں کہ متواتر نہ ہو اور دوسرا اس کو نہ پائے یا یہ کہ حافظوں کو نسیان ہو گیا

تھا پھر یاد پڑا۔

یہ تین سوال اور اُس کا جواب ہے جسکی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ مخاطب نے اُسے ناکافی سمجھکر یہ مضمون تراشا کہ یہ واقعہ بھی عہد بکری سے متعلق ہے جسکی غلطی پہلے مذکور ہو چکی۔ اجمالاً کچھ وجوہ اختلال اور سن لیجئے۔

پہلا جواب تو اس وجہ سے لغو ہے کہ اولاً اگر یہ آیہ انھوں نے سنا ہوتا اور انھیں معلوم ہوتا کہ یہاں سے کوئی آیہ غائب ہے تو بشرط ایمانداری ۲۵ برس تک وہ خاموش نہ رہتے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ صحابہ ایسے ہی تھے کہ اس طرح کی بے پروائی کرتے تو پھر حیف ہے ان پر جو ایسے صحابہ کو اپنا مقتدا سمجھیں اور اونکے قول و فعل پر اعتماد کریں جسکے ساتھ اونھیں یہ بھی مان لینا پڑیگا کہ انھوں نے نص خلافت سنا تھا اور عمداً اُس سے عدول کیا۔ کیونکہ جن صحابہ کو قول خدا سے ایسی بے پروائی تھی وہ حکم رسول سے کیوں نہ بے پروائی کرینگے جس میں اُنکے اغراض نفسانی بھی شامل تھے۔

ثانیاً یہ اہل سنت ہی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ جس آیہ کو صدہا صحابہ نے سنا ہو ۲۵ برس تک کسی کو نہ یاد پڑا یہانتک کہ خلیفہ اول کا زمانہ بھی گذر گیا خلیفہ دوم کی طولانی مدت بھی ختم ہوئی اور خلافت ثالث کا زمانہ آخر ہوا تب ایک آدمی کو یاد آیا۔

ثالثاً جب یہی نہیں ثابت ہے کہ سوروں کی ترتیب بتعلیم رسول اللہ تھی جیسا کہ مذکور ہوا تو اس آیہ کا سورہ اور اسکی جگہ کیونکر معلوم ہوئی۔

رابعاً یہ دعوی کہ کتابت اس کی گم ہوئی تھی خود باطل ہے اور اصل حدیث کہ الّا مع خزیمہ سب تاویلوں کو باطل کرتی ہے کیونکہ انحصار اس سے سمجھا جاتا ہے اور یہاں دعوی عموم کیا جاتا ہے پھر دونوں میں تطابق کیونکر ممکن ہے۔

دوسری اعتراض کا جواب تو اس سے بھی زیادہ مہمل ہے کیونکہ تتبع اور تواتر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تواتر اُس خبر پر صادق آسکتا ہے جو اس درجہ مشہور ہو کہ عقل محال سمجھے اتنے لوگ کے دروغ گوئی کو اور تتبع یہاں اس طرح ہوا کہ کچھ کھجور کی لکڑیوں اور ہڈیوں سے کچھ پالان شتر کی لکڑیوں سے کچھ لوگوں کی زبان سے سُن سُن کر جمع کیا گیا اسکو کون احمق

متواتر کہہ سکتا ہے اور اگر یہ متواتر تھا تو پھر اسپر گواہیاں دو آدمی کی کیوں لی گئیں ۔

جواب یہ دیا ہے کہ لکھا تو گیا تھا رسول اللہ ؐ کے سامنے صرف استظہار یعنی تائید کی غرض سے یہ تتبع کیا گیا حالانکہ خود زید کہتے ہیں کہ اگر ہم کو پہاڑوں کے اکھاڑنے کا حکم ملتا تو سہل تھا بہ نسبت جمع قرآن کا حکم ملا ۔ آپ ہی انصاف سے کہیئے کہ ایسا حکم شاق بغرض استظہار دیا گیا تھا ؟

چونکہ سابق میں بصراحت تمام مذکور ہوچکا ہے کہ وہ نوشتہ جو بحکم رسول اللہ لکھا گیا انھوں نے نہیں لیا کیونکہ وہ سب جناب امیر کے پاس تھا جس سے بعد وفات رسول فوراً مرتب کیا گیا ۔ لہذا زیادہ لکھنے کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ ایک روایت ضعیف بھی اس مضمون کی نہیں ہے کہ اُس نوشتہ سے مدد لی گئی ہو تو بہر صورت تواتر باطل ہوا ۔

کیا کوئی عاقل ایک منٹ کیلئے بھی مان سکتا ہے کہ جو قرآن اُس نوشتہ سے لکھا جائے جسے رسول اللہ صلعم نے لکھوایا تھا اس کی ترتیب و جمع میں ۲۵ برس تک یہ دقت ہو کہ ہر ایند و روند سے پوچھا جائے صحابہ کے نوشتہ منگائے جائیں ۔ گواہیاں لی جائیں طولانی مدت خلافت ثانیہ میں اسکی چھان بنان ہوتی رہے ۔ اسپر بھی عثمان کے زمانہ میں ایک آیہ نہ ملے اور جگہ خالی چھوڑ دی جائے کہ جب فلاں صحابی آئے تب لکھا جائے اسپر بھی عثمان صاحب کہیں کہ اس میں غلطی ہے جسے عرب اپنی زبان سے درست کرلینگے

اہل سنت گو اسکو خلیفہ دوم کی خاطر سے مان سکتے ہیں کہ عمر صاحب جب رسول اللہ کے سامنے اصلاح دیتے تھے تو بعد وفات کون روک سکتا تھا کہ اس قرآن میں ترمیم کریں جو عہد رسول کے نوشتہ سے لکھا گیا ۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ نزول قرآن ہی عمر صاحب کی رائے پر ہوتا تھا تو کیا خود اپنی ہی رائے پر نظر ثانی کرتے تھے ۔

دوسرا جواب اُن کا اس سے بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ وجہ تتبع یہ بتاتے ہیں کہ اس غرض سے ہر جگہ تتبع کیا جاتا تھا کہ معلوم ہو کوئی اور بھی قرأت ہے یا نہیں ؟ کیونکہ جب رسول اللہ کی قرأت معلوم تھی نوشتہ ایکا موجود تھا تو پھر دوسروں کی قرأت سے کیا مطلب اور جب وہ قرأتیں ایسی ضروری اور مفید تھیں تو پھر میاں عثمان نے انکو نکال کیوں ڈالا ۔

تیسرے اعتراض کا تین جواب دیا ہے ایک یہ کہ لم یجدہ کے معنی مکتوب نہ ملنے کے ہیں مگر یہ ایسا معنی ہے کہ نہ لغت سے اسکی تائید ہوتی ہے نہ حدیث سے نہ اس استدلال سے کہ خزیمہ کی گواہی کو آنحضرتؐ نے بمنزلہ دو گواہی کے قرار دیا تھا لہذا یہ جواب تو بالکل لغو ہے حالانکہ بفرض تسلیم بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ نوشتہ کو تواتر میں کسی طرح کی مداخلت ہی نہیں۔ اور اگر مداخلت بھی تھی تو نوشتہ ابی بن کعب و ابن مسعود کیوں نہ لیا گیا۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ کسی چیز کے نہ ملنے سے اس کا تواتر نہیں باطل ہوتا جسکے مطلب یہ ہوے کہ اب بھی جو آیتیں قرآن میں نہیں داخل ہیں وہ بھی متواتر ہی ہیں کیونکہ تواتر کو وجدان لازم نہیں۔

اسکا دوسرا حصہ ان لا اجد غیرہ اور بھی مضحک ہے کیونکہ حدیث میں تو یہ ہے لم اجدھا مع احد الا مع خزیمہ جو کلمہ حصر ہے کہ کسی کے پاس تھا ہی نہیں بجز خزیمہ کے۔ پھر یہ کہنا کیسا لغو ہے کہ عدم وجدان کو غیر کے پاس نہونا لازم نہیں۔ مگر یہاں تو یہی ہے کہ کسی کے پاس نہیں ملا الا خزیمہ کے پاس تو جو آیہ شخص واحد کے پاس ہو وہ کیونکر متواتر ہو گیا۔ اگر یہ متواتر ہو تو پھر حدیثیں کیوں نہ متواتر ہونگی کیونکہ کم سے کم اس کا راوی بھی تو شخص واحد ہی ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے سب بھول گئے ہوں پھر یاد پڑا ہو۔ اولاً جب سب بھول گئے تو تواتر کہاں رہا کیونکہ وہاں تو عدد غیر محصور کا بالاتفاق بیان ضروری ہے اور یہاں سب کو نسیان ہے ثانیاً اسی طرح ہر امر کے نسبت دعوی کر سکتے ہیں کہ یوں تھا مگر سب بھول گئے پھر کسی امر پر اعتماد نہ رہیگا۔ ثالثاً یہ بھی غلط ہے خوبتلا دو کہ سب کو یاد پڑ گیا ہو کیونکہ بجز خزیمہ ایک آدمی کا نام بھی حدیث میں نہیں ہے کہ کسی کو یاد پڑا۔

یہیں سے اہلسنت کا وہ واہمہ بھی رفع ہو گیا جو حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ کیونکر ممکن ہے اتنے بڑے مجمع میں حضرت اسکو بیان کریں اور سب بھول جائیں کیونکہ جب قرآن کی آیت سب بھول گئے کہ ۲۰ برس بعد یاد پڑی تو نص خلافت میں کیوں ایسا شبہہ ہوتا ہے حالانکہ ہمارا دعوی تو نسیان کا نہیں ہے کہ سب بھولے ہوں بلکہ یہ ہے کہ قصداً انہوں نے اس سے مخالفت کی۔

غرض اس تحریر سے نہ صرف یہی معلوم ہوا کہ قرآن کا آیہ کل صحابہ کو عہد عثمان تک بھولا ہوا تھا قرآن میں نہ لکھا گیا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ دعوی تواتر قرآن اصول اہل سنت پر بالکل لغو ہے کیونکہ اس حدیث نے سارا راز کھول دیا اور بتا دیا کہ جمع قرآن میں کسی طرح کا احتیاط نہیں کیا گیا نہ اجماع صحابہ ہوا نہ تواتر ہوا نہ حضرت کا نوشتہ ملا جس سے لکھا جاتا نہ وہ مجموعہ پیش نظر تھا نہ کتابت وشہادت سے کام لیا گیا بلکہ صرف ایک صحابی کے بیان پر لکھ دیا گیا اس حجت پر کہ اسکی گواہی کو حضرت نے دو گواہی قرار دی ہے پھر آپ ہی کہئے تواتر کہاں رہا۔ عینی نے جس طریق سے اثبات تواتر بیان کیا ہے اس سے تو خود ان کا عجز ظاہر ہوا۔ مگر یہ نہ سمجھے گا کہ وہ اپنی کمزوری سے واقف نہ تھے نہیں تھے اور ایسے تھے کہ آخر دیر اقرار کرنا پڑا چنانچہ جلد ۹ صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں۔ فان قیل کیف الحق ھاتین الآیتین بالقرآن وشرطه ان یثبت بالتواتر قیل له معناه لم اجدهما مکتوبتین عند غیره او المراد لم اجدهما محفوظتین ووجهه ان المقصود من التواتر افادة الیقین والخبر الواحد المحفوف بالقرائن یفید ایضا الیقین و کان ههنا قرائن مثل کونهما مکتوبتین ونحوهما وان مثله لا یقدم فی مثل هذا بمحضر الصحابة ان یقول الا حقا وصدقا۔

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں تو تواتر شرط ہے پھر کیونکر ان دونوں آیتوں کو قرآن میں داخل کیا تو جواب اس کا یہ ہے کہ لم اجدہما سے مراد یہ ہے کہ مکتوب دوسرے کے پاس نہیں تھا یا یہ کہ دوسرے کے پاس محفوظ نہ تھا۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تواتر سے مقصود تو یہ ہے کہ یقین حاصل ہو۔ اور خبر واحد بھی کہیں مفید یقین ہوتا ہے جب قرائن کے ساتھ ہو اور یہاں قرینہ موجود ہے ایک تو یہ ہے کہ لکھا ہوا تھا دوسرے یہ کہ اتنے بڑے مجمع صحابہ میں کوئی بیان غلط نہ کریگا بلکہ جب کہیگا تو حق وصدق۔

جس سے اسقدر تو معلوم ہوا کہ آخر ان کو بھی ماننا پڑا کہ یہاں تواتر نہ تھا خبر واحد تھا۔ پھر دعوی تواتر کیا ہوا۔ رہا جس قرینہ کا انھوں نے ذکر کیا پس پہلا قرینہ مکتوب بالکل اختراعی ہے کیونکہ اسکی کہیں تصریح نہیں ہے اور خود بھی دوسری تاویل محفوظ کی کرتے ہیں جس سے

پہلا قرینہ تو غائب ہوا دوسرا قرینہ مجمع صحابہ میں کوئی غیر حق کیونکر لا سکتا ہے۔ پس یہ ایسا قرینہ ہے کہ ان کل آیتوں میں جو نہیں لکھی گئیں قرینہ موجود ہے۔ اور آیتوں کو جانے دیجئے حضرت عمر والے آیہ الرجم کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ حضور صحابہ وہ غلط آیہ بنالائے۔ پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ وہ آیہ نہ لکھا گیا اور یہ آیہ لکھا گیا بجز اسکے کہ ہٹ دہری تھی۔

بہر حال اب حضرات اہل سنت اپنے حال پر اور قرآن کے جمع و تالیف پر غور کریں کہ کس طرح جمع کیا گیا کہاں وہ شد و مد کہاں وہ اہتمام اور کہاں یہ بے تکلی کہ ہر دفعہ جب جب قرآن جمع کیا گیا ایسی ایسی غلطیاں صحابہ کی نمایاں ہوئیں کہ پناہ بخدا کیونکہ علامہ عینی لکھتے ہیں ان الاولی کانت عند النقل من العسب ونحوہ الی الصحف والثانیۃ من الصحف الی المصحف ص۹۵ جلد ۹

کہ سورہ توبہ کی آیت جو نہیں ملی تھی تو پہلے نقل میں جب بعہد ابوبکر لکھا گیا اور سورہ احزاب کی آیتیں دوسری مرتبہ کے نقل میں نہیں ملیں پھر بتائیے یہ کیسا مجموعہ مرتب ہوا

اب یہاں مناسب ہے کہ ان روایات پر بھی نظر کیجائے جنمیں بالصراحت مذکور ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر تھا جیسا کہ اتقان محاضرات امام راغب اصفہانی تاریخ صحیح بخاری سے مذکور ہوا عن عکرمہ کانت سورۃ الاحزاب مثل سورۃ البقرۃ او اطول واخرج البخاری فی تاریخہ عن حذیفہ قال قرءت سورۃ الاحزاب علی النبی فنسیت منہا سبعین آیۃ ما وجدتہا کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر تھا یا اس سے بھی بڑا اور حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سے پڑھا تھا سورہ احزاب کو جس سے ستر آیتیں بھول گیا کہ پھر کہیں نہ پایا اونھیں۔

ان روایات کو دیکھکر اہل انصاف انصاف کریں کہ یہ قرآن کیونکر جمع ہوا اور کس طرح کی بے احتیاطی اور بے پروائی اسمیں کی گئی اسکے بعد بھی اسکے تواتر اور تکمیل کا دعویٰ عجیب ہے ہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ سوروں کی کمی اور آیتوں کی کمی تمامی قرآن کی نسبت مسلمات روایات اہلسنت سے ہے مگر اس میں تو اڈیٹر صاحب کو بھی عذر نہیں کہ سورہ توبہ اور سورہ احزاب کی آیتیں خود انھی وقت گم تھیں جو بعد کو لکھی گئیں۔ اور ہم سابقا

خود اڈیٹر صاحب کے کلام سے نقل کر چکے ہیں کہ سورہ توبہ میں ۷۰ نام منافقین کے تھے جو نکال ڈالے گئے جس سے خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ اس سورہ احزاب میں کیسی آیتیں تھیں جو منافی اغراض خلافت سمجھی گئیں اور دوسو آیہ کے سورہ سے اب ۷۳ آیتیں رہ گئیں

اسی سورہ کا یہ آیہ بھی ہے وکفی اللہ المومنین القتال جو ابن مسعود کے قرآن میں اس طرح تھا وکفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابیطالب جیسا کہ سابقاً تفسیر ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر و نخاح النجاۃ و معارج النبوۃ وغیرہ سے منقول ہوا تو اب خود بخود معلوم ہو گیا کہ وہ کس قسم کی آیتیں تھیں اور انکے نکالنے کی ان خلفا کو ضرورت تھی یا نہیں؟

اگر کوئی شخص اب بھی موجودہ قرآن کو بنظر تعمق ملاحظہ کرے تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتنی آیتیں اس سے نکال ڈالی گئیں کیونکہ جس جنگ خندق کا خداوند عالم نے اس شد و مد سے ذکر کیا ہے کہ ۱۰ آیتیں خاص اسی ذکر میں نازل ہوئیں اور صحابہ کرام کی یہ حالت بتائی ہے۔ اذا زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہونچ گئے تھے یعنی منہ کو کلیجے آ گئے اور خدا کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

اس کا مقتضا ہرگز نہیں ہے کہ خاتمہ اس واقعہ کا ایک ایسے مجمل آیہ پر کیا جائے جو بغیر لئے ایک محذوف متعلق کے کافی نہ ہو کیونکہ خدا نے اس واقعہ کو آیہ وکفی اللہ المومنون القتال وکان اللہ قویاً عزیزاً پر ختم کیا ہے اور یہ آیہ ایسا ہے کہ کوئی مفسر اسکو کافی نہیں سمجھتا جبتک ایک جملہ من کے ساتھ نہ لگائے جس سے معلوم ہوا کہ ایک متعلق اسکا ضروری ہے جو مذکور نہیں۔

قرآن ابن مسعود میں تو اسکے بعد بعلی بن ابی طالب تھا امام طبری اسکے ساتھ بجنود بڑھاتے ہیں وکفی اللہ المومنین القتال بجنود من الملائکۃ والریح التی بعثہا علیہم ص ۸۶ جلد ۱۲ اسی طرح بیضاوی وغیرہ نے بالریح والملائکۃ کو ملحق کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جملہ اپنا ایک متعلق چاہتا ہے جسکے بغیر افہام مطلب میں کافی نہیں ہے لہذا یا تو یہ مانا جائے کہ قرآن حد فصاحت و بلاغت سے خارج ہے جسکا کوئی

بھی اسلام دعوی نہیں کرسکتا باستثناء اہل سنت چنانچہ قول غزالی سابقا مرقوم ہوا۔ پایا جاتا ہے کہ یہاں کوئی جملہ تھا جو عمداً یا سہواً نکال دیا گیا اور چونکہ یہ امر مسلمات سے ہے کہ اس جنگ کے فاتح صرف جناب امیرالمومنین علیہ السلام ہیں جنھوں نے عمر بن عبدود کو قتل کیا اور اسی کے خوف سے صحابہ کی یہ حالت تھی کہ بلغت القلوب الحناجر کے مصداق بنے تھے لہذا بالبداہت معلوم ہوا کہ اصل آیہ یوں ہی تھا جیسا کہ قرات ابن مسعود میں تھا وکفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابی طالب۔

اور چونکہ یہ بھی مسلمات سے ہے کہ خداوند عالم نے اثبات صانع و توحید باری میں ان دلائل سے زیادہ کام لیا ہے جو حسیات و مشاہدات سے ہے اور امور باطنیہ سے کم استدلال کیا ہے لہذا اور بھی یقین ہوا کہ کفی اللہ المومنین القتال کے بعد ضرور بعلی بن ابیطالب تھا کیونکہ ظاہری طور پر آپ ہی کی جنگ باعث انہزام ہوئی اگرچہ دیگر اسباب باطنیہ بھی شریک ہوں مثل ہوائے تند و ملائکہ وغیرہ کے

بلکہ اگر غور کیا جائے تو خداوند عالم کا ایک شخص ضعیف الجثہ کو یہ قوت دینا کہ وہ تنہا اتنی بڑی فوج کو اپنی قوت خداداد سے مغلوب و مقہور کرے ایک کافی برہان ہے وجود صانع پر بہ نسبت اسکے کہ اسکو ملائکہ کی طرف منسوب کریں جو بیشک ایک امر عظیم ہے مگر بوجہ مرئی ہونے کے اس میں جحود و انکار کا زیادہ موقع ہے۔

ہاں یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ اور ہوا کا ذکر ابتدائے قصہ میں فرمایا ہے یاایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرا۔ پس اگر اسی نعمت کا یہاں بھی ذکر ہو تو تکرار لازم آتی ہے جو شان فصاحت کے اکثر اوقات منافی ہوتی ہے بخلاف اسکے کہ کوئی امر جدید ظاہر کیا جائے لہذا تعلق اس آیہ کا بعلی بن ابیطالب سے زیادہ انسب ہے بہ نسبت اسکے کہ اس کا متعلق بالریح والملائکہ سے مانا جائے فان التاسیس خیر من التاکید۔

یہیں سے تمکو اسکی وجہ بھی معلوم ہوگی کہ بعد ترتیب قرآن پھر بقیہ نسخہائے مصحف کے

جلانے اور مٹانے میں کیوں اسقدر مبالغہ کیا گیا کہ دنیا میں اس کا کوئی نسخہ نہ رہنے پائے
کیونکہ علامہ عینی ناقل ہیں وعند ابی داؤد والطبرانی وامرھم ان یحرقوا کل مصحف
یخالف المصحف الذی ارسل بہ قال فعند ذلک احرقت المصاحف بالعراق بالنار
یعنی حکم دیا کہ جو قرآن مخالف ہو اس قرآن کے جسے عثمان نے تمام ملکوں میں بھیجا تھا وہ
جلا دیا جائے۔ اس وقت ملک عراق کے مصاحف آگ سے جلائے گئے۔
جس سے معلوم ہوا کہ اصل وجہ احراق کیا تھا یہی کہ کوئی اس مروجہ قرآن کے خلاف نہ رہنے
پائے۔

آپکو حیرت ہوگی کہ آخر عراق میں کیسا مصحف تھا جسکے احراق کا بالخصوص اس روایت میں
ذکر ہے کیونکہ وہاں تو بحکم عمر ابن الخطاب ابن مسعودؓ بھیجے گئے تھے تعلیم قرآن کیلئے پھر اس
قرآن میں کیا تھا جسکے لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ اسی کے بدولت ابن مسعود شہید ہوئے۔
تفصیل اس کی تو میں نہیں لکھ سکتا نہ شاید کسی سے ممکن ہے مگر علامہ عینی کی اس روایت
سے اس کی حالت اہل فہم کو معلوم ہو سکتی ہے وفی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان حذیفۃ
قدم من غزوۃ فلم یدخل بیتہ حتی اتی عثمان فقال یا امیر المومنین ادرک
الناس قال وما ذاک قال غزوت فرج ارمینیۃ فاذا اہل الشام یقرؤن
بقراءۃ ابی بن کعب فیاتون بما لم یسمع اہل العراق واذا اہل العراق یقرؤن
بقراءۃ عبد اللہ بن مسعود فیاتون بما لم یسمع اہل الشام فیکفر بعضہم بعضاً
صـ ۳۰۶ جلد ۹

یعنی حذیفہ ایک غزوہ سے واپس آئے تو اپنے گھر نہ گئے سیدھے عثمان کے یہاں
چلے گئے اور کہا اے امیر المومنین لوگوں کی خبر لیجئے پوچھا کیا ہے کہا کہ میں غزوہ ارمینیہ
سے آرہا ہوں اہل شام بقرأت ابی بن کعب پڑھتے ہیں تو وہ ایسی آیتیں لاتے ہیں
جسے اہل عراق نے نہیں سنا۔ اہل عراق قرأت ابن مسعود پر پڑھتے ہیں تو ایسی آیتیں
لاتے ہیں جنھیں اہل شام نے نہیں سنا تھا تو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔
بس اسی سے سمجھ لیجئے کہ ان قرآنوں کی کیا حالت تھی اور کیسا اختلاف تھا کہ اس وجہ

سے ایک دوسرے کو کافر بناتا تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے ان میں ایسا اختلاف تھا کہ مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین میں ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ایسا اختلاف تھا کہ اس اختلاف کی وجہ سے اس زمانہ خیر القرون میں باخود ہا تکفیر ہوتی جسکو عثمان صاحب نے اس طرح مٹایا کہ دنیا میں کوئی قرآن ہی نہ رہنے پایا جس سے کوئی پتہ چل سکے۔

ایک مصحف وہی رہنے پایا تھا جو حفصہ کے پاس تھا جو خلیفہ دوم کی بیٹی تھیں اور خود خلیفہ دوم انکے سپرد کر گئے تھے۔ پھر کس کی مجال تھی کہ اُسے لیتا عثمان صاحب بھی مجبور تھے کہ حسب معاہدہ بعد نقل واپس دیں مگر انکے وزیر باتدبیر مروان نے بعہد معاویہ اس کی تکمیل کی کہ موت حفصہ کے بعد عبداللہ بن عمر کو مجبور کر کے وہ قرآن لیا اور چاک چاک کر ڈالا جیسا کہ مذکور ہوا۔

فتح الباری میں ہے صفحہ ۴۳۶ جلد ۹ اخبرنی سالم بن عبد اللہ بن عمر قال کان مروان یرسل الی حفصۃ یعنی حین کان امیر المدینۃ من جھۃ معاویۃ یسألھا المصحف التی کتب منھا القرآن فتابی ان تعطیہ قال فلما توفیت حفصۃ ورجعنا من دفنھا ارسل مروان بالعزیمۃ الی عبد اللہ بن عمر لیرسلن الیہ تلک الصحف فارسل بھا الیہ عبد اللہ بن عمر فامر بھا مروان فشققت وقال انما فعلت ھذا لانی خشیت ان اطال بالناس زمان ان یرتاب فی شان ھذا المصحف مرتاب۔

بس اب یہ واقعہ بجائے خود کافی ہے کہ مروان ہمیشہ اس کا مطالبہ کرتا تھا حفصہ سے اور وہ انکار کرتی رہیں بعد وفات دفن کر کے جوں ہی لوگ واپس آئے تو مروان نے بزور حکومت عبد اللہ بن عمر سے منگا کر چاک چاک کر ڈالا آخر اس میں کیا تھا جو مروان کو ایسی کد تھی اگر شک و شبہہ کا خیال تھا جیسا کہ ظاہر کیا تو اُس مصحف کے رہنے میں زیادہ اشتباہ دفع ہوتا یا جلا دینے میں جس سے اور بھی شبہہ قوی ہو کہ کوئی بات ایسی تھی جسکے لئے یہ کد و کاوش تھی

اب میں اس انصاف کو ناظرین کے حوالہ کرتا ہوں کہ ان واقعات میں غور کر کے نتیجہ صائب نکالیں افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ میں سورہ احزاب کی تفسیر یہاں

لکھتا اور بتادیتا کہ کہاں کہاں کیا ہوا ہے جسکے بعد پھر کسی کو اس میں شبہہ بھی نہ رہتا کہ
جامعین قرآن نے کیا کیا ہے۔

چونکہ سورہ احزاب کا ذکر ہے اسلئے ملل ونحل کی ایک عبارت یہاں بے محل نہوگی
قال قیس بن ابی حازم کنت مع علی فی جمیع احوالہ وحروبہ حتی قال یوم
صفین انفروا الی بقیۃ الاحزاب انفروا الی من یقول کذب اللہ ورسولہ و
انتم تقولون صدق اللہ ورسولہ فعرفت ایش کان یعتقد فی الجماعۃ فعزلت
عنہم ص۳۰ مطبوعہ لندن۔

یعنی قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ہر جنگ میں اور ہر حال میں شریک
تھے یہانتک کہ بروز صفین انہوں نے (اپنی لشکر سے) کہا کوچ کرو طرف اس قوم کے جو بقیہ
احزاب سے ہے۔ کوچ کرو ان لوگوں کی طرف جو کہتے ہیں جھوٹ کہا خدا نے اور اُسکے
رسول نے اور تم کہتے ہو کہ سچ کہا خدا اور رسول نے اس وقت پہچانا میں نے کہ کیا اعتقاد ہے
علی کا اس جماعت کے بارہ میں۔ پس کنارہ کش ہوا میں ان سے۔

مناسبت مقام صرف اسقدر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام معاویہ کو اور اُسکے ہمراہیوں
کو بقیہ احزاب سے جانتے تھے اور حضرت کا اعتقاد اس جماعت کے متعلق یہ تھا کہ یہ لوگ
خدا اور رسول کو صادق نہیں جانتے بلکہ کاذب جانتے ہیں۔

اسی مضمون کو خدا نے سورہ احزاب میں اس طرح ادا کیا ہے واذ یقول المنافقون
والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ اور جس
وقت کہتے ہیں منافقین اور وہ لوگ جنکے دل میں مرض ہے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ
نے اور اسکے رسول نے مگر غرور، فریب۔ دہوکہ۔

اور مومنین کی شان میں فرماتا ہے ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما
وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما۔ اور جس وقت
دیکھا مومنوں نے احزاب (لشکروں) کو تو کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا ہم سے اللہ نے اور اُسکے
رسول نے اور سچ کہا اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور نہیں زیادہ کیا اُن کو اُسنے مگر ایمان و

وتسلیم (میں ترقی ہوئی)

انہیں دونوں آیتوں کی طرف اشارہ کر کے جناب امیر نے لشکر معاویہ کو بقیہ احزاب کہا اور تکذیب کرنیوالا خدا اور رسول کا اور اپنے لشکر کو مصداق آیہ کریمہ ھذا ما رای المومنون فرمایا

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ جناب امیر کو کلام میں صادق اور اعتقاد اُن کا صحیح مانتے ہیں تو اس راہ کو اختیار کریں جس سے اُن کو فلاح ہو۔

تحریف بخاری

اب میں اس بحث کو اس مضمون پر تمام کرتا ہوں کہ چلتے چلاتے میاں بخاری بھی یہاں ایک تحریف کر گئے اور وہ بھی ایسی تحریف کہ آج تک اُسی حالت سے صحیح بخاری میں موجود ہے اسی باب جمع القرآن کے آخر باب کاتب النبی میں لکھتے ہیں عن البراء قال لما نزلت لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ قال النبی ادع لی زید اولیجی باللوح والدواۃ والکتف او الکتف والدواۃ ثم قال اکتب لا یستوی القاعدون وخلف ظھر النبی عمرو بن ام مکتوم الاعمی قال یا رسول اللہ فما تامرنی فانی رجل ضریر البصر فنزلت مکانھا لا یستوی القاعدون من المومنین فی سبیل اللہ غیر اولی الضرر۔ یعنی جب آیہ لا یستوی القاعدون نازل ہوا تو حضرت نے زید کو بلوا بھیجا اور اُن سے کہا لکھو لا یستوی القاعدون حضرت کے پیچھے عمرو بن ام مکتوم کھڑے تھے انھوں نے عرض کیا یا حضرت مجھے کیا حکم ہے کہ میں مرد نابینا ہوں تو وہ آیہ اس طرح نازل ہوا لا یستوی القاعدون من المومنین فی سبیل اللہ غیر اولی الضرر

اس کی شرح میں عینی لکھتے ہیں وقد وقع لفظ غیر اولی الضرر بعد لفظ فی سبیل اللہ وفی القرآن بعد لفظ المومنین انتہی یعنی بخاری میں لفظ اولی الضرر بعد لفظ فی سبیل اللہ ہے حالانکہ قرآن میں بعد لفظ مومنین ہے۔ اصل قرآن میں اس طرح پر ہے لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر فی سبیل اللہ والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاھدین علی

اجراً عظیما۔ سورۃ النساء رکوع ۱۰

یہی مضمون بجنسہٖ فتح الباری میں بھی ہے صفحہ ۲۲۷ جلد ۸

میں یہ نہیں کہتا کہ انسان سے غلطی نہیں ہوتی یا قرآن کی جو آیت لکھتا ہے صحیح ہی لکھتا ہے کیونکہ اکثر حافظہ پر اعتماد کر کے لکھ جاتے ہیں اور اس میں غلطی ہو جاتی ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مرتبہ صحیح بخاری بھی ایسی کتاب ہے جسکی صحت پر اہل سنت کا اجماع ہے اسی وجہ سے اصح الکتب بعد کتاب الباری اسکا لقب ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی غلط صحیح بخاری پر اہل سنت کا اجماع ہے تو پھر دوسرے غلط امور پر ان کا اجماع کیوں نہیں ہو سکتا؟ اور حدیث لایجتمع امتی علی الضلالۃ صحیح رہی یا گیا کیونکہ اسوقت تک جتنے نسخے صحیح بخاری کے شائع ہوئے اسی غلط طریقہ پر یہانتک کہ عینی یا ابن حجر عسقلانی کو بھی جرات نہ ہوئی کہ کم سے کم اس آیت کو تو صحیح کر دیتے یا کھلے لفظوں میں کہتے اس میں بخاری سے صریح غلطی ہوئی بلکہ یوں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں اس طرح ہے اور قرآن میں اس طرح پر جسکے مطلب یہ ہوئے کہ ہم فیصلہ نہیں کر سکتا ان میں سے کون صحیح ہے؟ جو ایک طرح سے حق بھی ہے کیونکہ قرآن تو صرف ایک ایک آدمیوں کے بیان پر لکھ دیا گیا اور صحیح بخاری کے تو نوے ہزار راوی تھے جو سب کے سب مر گئے ایک رہ گیا فربری۔

پس اب معلوم نہیں اہل سنت کس اجماع کو پسند کرینگے کیونکہ قرآن کی نسبت بھی اجماع کا دعوی ہے اور صحت صحیح بخاری پر تو پورا دعوی ہے پھر دیکھئے ان دونوں اجماعوں میں کون سا اجماع گھٹتا ہے اور کون بڑھتا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات اہل سنت اس گتھی کو بہت جلد سلجھائیں گے اور اگر تنہا نہ حل کر سکیں تو تنقید بخاری کے ساتھ اسکو بھی اہلحدیث کانفرنس میں پیش کریں کہ شاید حل ہو سکے ورنہ غیر ممکن۔

اب میں بقیہ عبارت مخاطب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ کوئی آرزو انکے دل میں نہ رہ جائے

بحث ترتیب آیات وسورہائے قرآن

قولہ "ترتیب سور قرآنی یعنی سورتوں کے ترتیب کی بابت جو آپنے لکھا ہو کہ علما جو اس امر کے قائل ہیں کہ برات اور انفال کے

سوا باقی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اس استثنا کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ۔

آپکا منشا یہ ہے کہ قیاس اسی کو چاہتا ہے کہ سب سورتوں کی ترتیب توقیفی ہو کیونکہ آنحضرت علیہ السلام ہرسال بماہ رمضان حضرت جبرئیل قرآن کا دور کرتے تھے اور سال وفات میں دوبار کیا اور اس دور میں صحابہ بھی شریک تھے پس ضرور ہے کہ ان دونوں سورتوں کی ترتیب بھی آنحضرت سے صحابہ نے لی ہوگی ۔

میں آپکے اس استدلال کی قدر کرتا ہوں کہ بیشک اس روایت کا یہی مقتضا ہے کہ جس طرح آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے اسی طرح سب سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہو مگر مخدوما آپکو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ علما کیوں اس امر کے قائل ہوے قرآن کی سب سورتوں کی ترتیب کا بھی توقیفی ہونا عین مقصد دلی ہے پھر کیوں اس سے عدول کیا گیا جسوقت آپ اس امر پر غور کریں گے آپکو معلوم ہوگا کہ ترتیب آیات کے توقیفی ہونے کا علم تو اس وجہ سے ہوا کہ صحیح روایت موجود ہے کہ جب کوئی نازل ہوتی تو آنحضرت علیہ السلام فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت کے فلاں مقام میں لکھو پس ضرور ہے کہ سورتوں کی ترتیب کا توقیفی ہونا بھی اسی طریقہ سے معلوم ہوا ہوگا اور سورہ برات و انفال کے متعلق کوئی خاص حکم حضرت نے نہ دیا ہوگا ۔

ترتیب قرآن میرے خیال ناقص میں صرف آپکی تلاوت سے نہیں اخذ کی گئی بلکہ اسکے لئے خاص اہتمام خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں اس سے درگذر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ تو ہم لوگوں کا عین مقصود ہے۔ اگر آپکے نزدیک برات و انفال کی ترتیب بھی توقیفی ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد

اقول یہاں دو بحث ہے کہ ترتیب آیات توقیفی ہے یا اجتہادی دوسرے یہ کہ ترتیب سورہ توقیفی ہے یا اجتہادی پہلی بحث سے چونکہ یہاں بحث نہیں کی گئی لہذا میں بھی سکوت کرتا ہوں مگر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ علامہ سیوطی نے اتقان میں تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے ان ترتیب آیاتہا توقیفی وما کان الصحابة لیرتبوا ترتیبا سمعوا النبی ﷺ یقرء علی خلافہ فبلغ ذلک مبلغ التواتر نعم یشکل علی ذلک ما اخرجہ

ابن ابی داؤد فی المصاحف من طریق محمد بن اسحق عن یحییٰ بن
عباد بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیه قال اتی الحارث بن خزیمۃ
بھاتین الآیتین من اٰخر سورۃ براءۃ فقال اشهد انی سمعتها من
رسول اللہ ﷺ ووعیتها فقال عمر وانا اشهد لقد سمعتهما ثم قال لو كانت
ثلاث اٰیات لجعلتها سورۃ علحدۃ فانظروا اٰخر سورۃ من القران فالحقوها
فی اٰخرها قال ابن حجر ظاهر هذا انهم كانوا یولفون اٰیات القران
باجتهادهم وسائر الاخبار تدل علی انهم لم یفعلوا شیئًا من ذلك
الا بتوقیف قلت یعارضه ما اخرجه ابن ابی داؤد ایضًا من طریق ابی
العالیة عن ابی بن كعب انهم جمعوا القراٰن فلما انتهوا الی الآیة التی
فی سورۃ براءۃ ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبهم بانهم قوم لا یفقهون
ظنوا ان هذا اٰخر ما انزل فقال ابی ان رسول اللہ ﷺ اقرانی بعد هذا اٰیتین
لقد جاءكم رسول اللہ الی اٰخر سورۃ ۱۲

یعنی آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے کہ جس طرح حضرت نے بتایا تھا کیونکہ صحابہ ایسی ترتیب نہیں دیسکتے تھے جو خلاف ہو اس ترتیب کے جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے تو گویا یہ امر بھی بحد تواتر پہونچا مگر اسپر اشکال وارد ہوتا ہے روایت ابو داود سے ہے کہ حارث ابن خزیمہ جو دو آیتیں آخر سورہ براءت کی لائے اُس پر عمر نے گواہی دی کہ میں نے بھی اسے سنا ہے اور یاد ہے۔ اگر تین آیت ہوتی تو میں اُسکو علحدہ سورہ قرار دیتا مگر دیکھو آخر سورہ قرآن کو اور اسکے آخر سے اسے ملحق کردو۔ کہا ابن حجر نے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اپنے اجتہاد سے ترتیب دیتے تھے قرآن کو حالانکہ دوسری روایتیں اسکے خلاف ہیں سیوطی کہتے ہیں مگر دوسری حدیث ابو داود اسکے معارض ہے کیونکہ ابو العالیہ ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جب صحابہ آیہ ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبهم پر پہونچے یہ گمان ہوا کہ یہی آخر سورہ ہے۔ ابی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسکے بعد ان دو آیتوں کو پڑھایا تھا لقد جاءکم رسول تا باخر سورہ۔

اس تحریر کا پہلا جملہ تو اس وجہ سے درست ہے کہ بیشک صحابہ اس لائق نہ تھے کہ وہ از خود ترتیب دیسکیں اسی وجہ سے محی الدین عربی نے کہا کہ اگر خود رسول اللہ اسکو ترتیب دیے ہوتے تو پھر کسی طرح کا شک نہ رہتا مگر یہ خیال غلط ہے کہ وہ مخالفت رسول کو جائز سمجھتے تھے جسکے ہزاروں شواہد ہیں پس اگر اپنی جہالت سے ایسا نہ کر سکتے تھے تو ممکن ہے۔

مگر یہ دعوی بالکل غلط ہے کہ یہ امر متواترات سے ہے کیونکہ خود ہی اسکے خلاف عمر والی روایت لکھتے ہیں جو کئی طرح سے اس دعوی کی مبطل ہے کیونکہ

اولاً ابن خزیمہ نے گواہی دی اور سکے سننے اور یاد کرنے کی جس سے کتابت کا دعوی غلط ہوا

ثانیاً عمر صاحب کی گواہی بھی سماعت ہی پر ہے نہ کتابت پر۔

ثالثاً عمر صاحب کہتے تھے کہ اگر تین آیہ ہوتا تو میں اسے خاص ایک علحدہ سورہ قرار دیتا

رابعاً عمر صاحب کہتے ہیں دیکھو آخر سورہ قرآن میں اسے ملا دو جس سے بداہت معلوم ہوا کہ کسی قسم کا ان لوگوں کو علم نہ تھا یہ حکم بلکہ اپنی رائے سے ایسا کرتے تھے جیسا ابن حجر کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

رہا سیوطی کا دوسری حدیث کو اس کا معارض سمجھنا انکی خوش فہمی کی دلیل ہے کیونکہ اس واقعہ کو پہلے واقعہ سے کوئی تعلق ہی نہیں وہاں ایک آیہ کے لانیکا ذکر ہے اور یہاں اس کا ذکر ہے کہ صحابہ نے آیہ ثم انصرفوا کو آخر سورہ برائت سمجھا تھا جیسا انھوں نے بیان کیا کہ انکو حضرت نے دو آیتیں اور پڑھائی تھیں پھر اس واقعہ سے اور اس واقعہ سے کیا نسبت۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اپنی رائے سے ترتیب دیتے تھے کیونکہ انھوں نے اسکو آخر سورہ بتایا تھا مگر ابی بن کعب کے بتانے سے رک گئے۔ تو اگر ایک موقع پر ایسا ہوا تو یہ کیا ضرور تھا کہ ہر جگہ ایسا ہو اور آخر تمام صحابہ میں صرف ابی ہی ایسے شخص تھے جن کو یہ معلوم تھا اور تو سب ایسے ہی تھے کہ اپنی رائے سے ترتیب دیتے تھے پس اس سے اور بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ابی بن کعب بلکہ جتنے حفاظ قرآن تھے وہ سب اس مجمع سے علحدہ تھے نہ سالم ہیں نہ ابی بن کعب نہ معاذ بن جبل نہ ابن

مسعود پھر آپ ہی فرماتے ہیں ترتیب کیسی ہوئی کوئی کسی آیہ پر خاتمہ سمجھتا ہے۔ کوئی علیحدہ سورہ بنانیکی تجویز کر رہا ہے۔ کسی کو کوئی آیہ ہی نہیں ملتا۔ ان سب پر خلیفہ دوم بھی فرماتے ہیں لقد ذھب قرآن کثیر۔

افسوس کہ یہ بحث جیسا عظیم الشان مبحث ہے اور اس کا موقع بحث روایات شیعہ میں آنے والا ہے اسلئے اسی جگہ پر مختصر پر ختم کرتا ہوں ورنہ یہ قول امام محی الدین عربی بتا دیتا کہ کہاں سے کون آیہ کس طرح علیحدہ کیا گیا۔

دوسری بحث۔ لائق اڈیٹر مدعی ہیں کہ سوروں کی ترتیب بتعلیم رسول اللہ ہے باستثنا سورہ برات و سورۂ انفال مگر خوش قسمتی سے علمائے اہل سنت اسمیں بھی انکے مخالف ہیں اتقان میں ہے فقیل واما ترتیب السور فھل ھو توقیفی ایضاً او ھو باجتہاد من الصحابۃ خلاف فجمھور العلماء علی الثانی منہم مالک و القاضی ابوبکر فی احد قول قال ابن فارس جمع القرآن علی ضربین احدھما تالیف السور کتقدیم السبع الطوال وتعقیبہا بالمئین فھذا ھو الذی تولتہ الصحابۃ واما الجمع الاخر وھو جمع الایات فی السور فھو توقیفی تولاہ النبی کما اخبر بہ جبرئیل عن امر ربہ مما استدل بہ لذلک اختلاف مصاحف السلف فی ترتیب السور فمنہم من رتب علی النزول وھو مصحف علی کان اولہ اقرأ ثم المدثر ثم نون ثم المزمل ثم تبت ثم التکویر وھکذا الی اخر المکی والمدنی وکان اول مصحف ابن مسعود البقرہ ثم النساء ثم ال عمران علی اختلاف شدید وکذا مصحف ابی وغیرہ واخرج ابن اشتہ فی المصاحف من طریق اسماعیل بن عباس عن حبان بن یحیی عن ابی محمد القرشی فقال امرھم عثمان ان یتابعوا الطوال فجعلت سورۃ الانفال وسورۃ التوبۃ فی السبع ولم یفصل بینہما ببسم اللہ الرحمن الرحیم صفحہ ۶۲ اتقان۔

یعنی سورہ ہائے قرآن کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض اس کو توقیفی کہتے ہیں بعض تعلیم رسول اللہ

اور بعض کہتے ہیں یہ اجتہاد صحابہ جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ یہ اجتہاد صحابہ تھا جن میں امام مالک بھی شامل ہیں اور قاضی ابوبکر بھی بنابر ایک قول کے ابن فارس کہتے ہیں کہ جمع قرآن دو طرح پر ہے ایک ترتیب قرآن مثل تقدیم بڑے سات سوروں کے اور انکے بعد اُن سوروں کا لانا جو مئین کہلاتی ہیں یعنی سو آیت والے سورے۔ یہ کام تو صرف صحابہ کا تھا۔ رہا دوسرا جمع کہ آیتوں کا جمع کرنا قرآن میں یہ خود آنحضرت کا کام ہے مطابق تعلیم جبرئیل امین۔ اسکے دلائل سے ہے اختلاف مصحفوں کا زمانہ سلف میں ترتیب سورہ میں کیونکہ **مصحف علیؑ** کی ترتیب مطابق نزول قرآن تھی کہ سب سے پہلے سورہ اقرا تھا۔ پھر سورہ مدثر پھر سورہ نون پھر سورہ مزمل پھر سورہ تبت پھر سورہ تکویر اسی طرح تا آخر تھی پہلے مکی سورے تھے پھر مدنی۔ اور اول مصحف ابن مسعود سورہ بقر تھا پھر سورہ نسا پھر سورہ آل عمران اسی طرح بہت اختلاف تھا اور یہی حال تھا مصحف ابی وغیرہ کا۔ ابن اشتہ نے مصاحف میں روایت کی ہے کہ حکم دیا عثمان نے تتابع طوال کا لہذا سورہ انفال اور سورہ توبہ ایک جگہ لکھا گیا اور بسم اللہ اُس میں نہ لکھا گیا۔

اب تو تمام عالم کو معلوم ہوا کہ ترتیب سورہ پر جمہور علما کا اتفاق ہے کہ صحابہ کے اجتہاد سے تھا پھر نہ معلوم کیوں اڈیٹر صاحب نے اُس رائے کو ترک کرکے ایسی رائے کو قبول کیا جو جمہور علما کے خلاف ہے کیونکہ بعض علما اسکے قائل ہیں

اس قول سے جہاں آپکو یہ معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ کا جمع کیا ہوا قرآن جہاں مسلم اور معین تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ و تابعین نے اُسے دیکھا بھی تھا کہ آج تک علمائے اہلسنت کو اسکی ترتیب یاد ہے کہ پہلے کون سا سورہ تھا اُسکے بعد کون سورہ باایں ہمہ جحود و انکار اہل سنت حیرت افزا ہے

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ترتیب قرآن کے توقیفی ہونیکے قائل ہوں تو لازم آتا ہے اُن صحابہ کی نسبت سوءظن پیدا ہو جنھوں نے اس مصحف کے خلاف ترتیب دیا تھا کیونکہ جناب امیرؑ کا مصحف اور ابن مسعود کا مصحف اس کے خلاف تھا اور اتقان صلاے میں ترتیب مصحف ابی مرقوم ہے تو یہ تین صحابہ یقیناً مخالف رسول قرار پاتے ہیں۔ اب اہلسنت کو اختیار ہے کہ جس مذہب کو

چاہیں اختیار کریں کیونکہ ایک طرف اُن صحابہ کا مصحف ہے جو باتفاق اہل سنت حفاظ قرآن تھے اور دوسری طرف چند جہال کا جمع کیا ہوا۔

اگر ایک دفعہ بھی اس روایت پر اہل سنت غور کرتے تو بہت کچھ ان کی اصلاح ہوتی کیونکہ اتقان میں ہے صفحہ ۶۵

واخرج ابن اشتہ فی کتاب المصاحف من طریق ابن وھب عن سلیمان بن بلال قال سمعت ربیعۃ یسال لم قدمت البقرۃ وال عمران وقد نزل قبلھما بضع وثمانون سورۃ بمکۃ وانما انزلتا بمدینۃ فقال قدمتا والف القران علی علم ممن الفہ بہ ومن کان معہ فیہ واجتماعھم علی علمھم بذلک فھذا مما ینتھی الیہ فلا یسأل عنہ۔

یعنی ربیعہ سے کسی نے سوال کیا کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کو کیوں مقدم کیا حالانکہ کچھ اوپر اسی سورہ مکہ میں نازل ہوئے تھے بخلاف ان دونوں سورتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئے تو جواب دیا کہ تالیف قرآن مطابق انکے علم کے ہوا جن لوگوں نے اسکی تالیف کی لہٰذا اس مادہ میں سوال نہ کرنا چاہیئے۔ اور اسی پر خاتمہ کرنا چاہیئے۔

اب تو اہل سنت کو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ انکے یہاں لاجواب ہے کوئی جواب نہیں دیسکتے بجز زبردستی کہ چپ رہو سوال نکرو۔ مگر۔ تو یقیناً معلوم ہوا کہ کچھ اوپر اسی سورہ مکہ میں اسکے قبل نازل ہو چکے تھے

اثر یہودیت ترتیب قرآن میں

ہاں اگر غور کیجیے تو معلوم ہو کہ اس کا باعث وہی عنصر یہودیت ہے جس کی نسبت عام طور سے ابن مسعودؓ روتے رہے کہ ہائے اس شخص سے قرآن لکھوایا گیا جو یہودی بچہ ہے ہم اس وقت اسلام لائے کہ وہ کافر کے نطفہ میں تھا کیونکہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ یہودیوں میں گوسالہ پرستی کا ایک خاص مادہ تھا یہی باعث ہوا کہ سورہ بقر کو مقدم کیا اور اسکے بعد سورہ آل عمران لائے جس سے فضیلت آل عمران ظاہر ہو کیونکہ حضرت موسیٰ و ہارون اور جملہ بنی اسرائیل آل عمران ہیں۔

یہاں پر اُن واقعات کو خیال کیجیے کہ جو سابقاً مذکور ہوے کہ عبداللہ بن سلام نے کہ بزمانہ عثمانؓ خلیفہ نے توریت کا عربی میں ترجمہ کیا پھر خلیفہ ثالث پر یہودیت کا الزام بقول حضرت عائشہؓ

اور دفن ان کا مقابر یہود میں جس سے صاف معلوم ہوگا کہ اس عنصر یہودیت نے اس طرح
ترتیب دلوایا کہ انہی سوروں سے زائد جو مکہ میں نازل ہوے وہ تو موخر کر دیے گئے اور سورہ
بقر و سورہ آل عمران مقدم حالانکہ سورہاے مکی وہ سورے ہیں جو بالخصوص فصحاے
عرب کے مقابلہ میں بحد کامل اعجاز نازل کیے گئے تھے۔

یہودی عنصر اگرچہ صحابہ اہل سنت میں عہد رسول اللہ سے قائم ہو چکا تھا چنانچہ لکھا
گیا کہ خود عمر صاحب توریت لکھوا کر لاے جس سے بھی حضرت کو کس درجہ ملال ہوا دوبارہ
دوسری کتاب لکھوا کر لاے اس سے بھی حضرت کو اسی طرح کی نفرت ہوئی مگر خلیفہ دوم کے
زمانہ سے اس کا زور ترقی کر چلا کیونکہ کعب الاحبار جو یمن کا رہنے والا تھا یہودی تھا
اور بعہد خلیفہ اول اسلام لایا تھا عمر کے زمانہ میں یمن سے مدینہ آیا اور یہاں سے جو اس کی
آؤبھگت ہوئی وہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی کی اس عبارت سے ظاہر ہے هو كعب بن ماتع
الحميرى من اوعية العلم وكبار علماء اهل الكتاب اسلم فى زمن ابى بكر
وقدم من اليمن فى دولة امير المومنين عمر فاخذ عنه الصحابة وغيرهم
واخذ هو من الكتاب والسنة من الصحابة وتوفى فى خلافة عثمان رض
وروى عنه جماعة من التابعين مرسلا وله شئ فى صحيح البخارى ص ۴۹ جلد اول
یعنی کعب بن ماتع حمیری اوعیہ علم سے تھا اور اکابر علماے اہل کتاب سے تھا زمانہ ابوبکر اسلام
لایا اور عہد خلیفہ دوم میں وارد مدینہ ہوا پس لیا اس سے صحابہ وغیرہ نے اور اُسنے بھی علم
کتاب وسنت کو صحابہ سے حاصل کیا بزمانہ خلیفہ سوم اسنے وفات پائی جماعت تابعین نے
بہت کچھ اس سے روایت کی ہے بطریق ارسال اور کچھ روایت اسکی صحیح بخاری میں بھی ہے۔
اس سے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہودیت نے کس طرح صحابہ میں اثر کیا کہ صحابہ اور کعب سے
علوم حاصل کریں آخر وہ کون سے علوم تھے اور کس مصرف میں آئے؟

خلیفہ دوم کو تو اہل سنت پکا مسلمان جانتے ہیں مگر دیکھیے اُن پر کیا اثر پڑا جس سے اور
باتوں کو آپ خود قیاس کر سکتے ہیں کیونکہ خلیفہ دوم جب ملک شام کے دورہ پر گئے تھے اور
داخل بیت المقدس ہوے تو انھوں نے نماز پڑھنی چاہی اور کعب سے مشورہ لیا تو اس نے

کہا اسی حجرہ کے پیچھے پڑھئیے کہ بیت المقدس قبلہ موسیٰ و کعبہ محمدؐ دونوں آپکے سامنے ہوں مگر عمر صاحب نے فرمایا کہ می ترسم کہ مشابہت یہودیت شود۔

پس جب اتنی مدت گذرنے پر بھی یہودیت کا اثر اسکے دل سے نہ گیا اور خلیفہ دوم کو بھی چاہا کسی طرح اسی طرف جھکائیں تو آپ خیال کر سکتے ہیں اور صحابہ پر اس کا کیا اثر ہوگا کیونکہ اسی کعب کے بہکانے سے خلیفہ دوم سفر ملک عراق سے باز رہے اسلئے کہ کہا تھا وہاں نہ جائیے وہاں عصاۃ جن سے ہاروت و ماروت ہیں جو جادو سکھاتے ہیں ملاحظہ ہو شرح سفر السعادۃ شیخ عبد الحق دہلوی صفحہ ۵۲۳

خیال اختصار مجھے مانع ہے کہ میں زیادہ تفصیل سے اس بحث کو لکھوں کیونکہ وہب بن منبہ اور مقاتل بن سلمان بغر کے حالات ایسے نہیں ہیں جو کسی سے مخفی ہوں پھر خود عبداللہ بن عمر عاص کا اہل کتاب کی کتابوں کا لانا اور مسلمانوں میں اس کو پھیلانا ظاہر امور سے ہے۔ لہذا یہ خیال اور بھی قوی ہوا کہ ایسے ہی عنصروں کے ملنے سے یہ ساری خرابیاں پیدا ہوئیں کہ قرآن کی ترتیب اولٹ دی گئی اور وہ قرآن نہ لیا گیا جو بحکم رسول مطابق تنزیل جمع کیا گیا تھا۔

مکی مدنی سورتوں کا فرق اور اسکی ترتیب کی حالت

خود حضرت عائشہ نے جو توجیہ اُن سورتوں کی بتائی ہے جو مکہ میں نازل ہوئے تھے بجائے خود کافی تھے اسکے لئے کہ وہ سورے مقدم کئے جاتے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حدثنا ابراهیم بن موسی اخبرنا هشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرهم قال واخبرنی یوسف بن ماهك قال انی عند عائشة ام المومنین اذ جاءها عراقی فقال ای الکفن خیر قالت ویحك وما یضرك قال یا ام المومنین اریني مصحفك قالت لم قال لعلی اولف القران علیه فانه یقرء غیر مولف قالت وما یضرك ایه قرأت قبل انما نزل اول ما نزل علیه سورة من المفصل فیها ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شیء لا تشربوا الخمر فقالوا لا ندع

الخمر ابدا و لو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا ولقد نزل بمکة علی محمد
وانی لجاریة العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهی وامر وما نزلت
سورة البقرة والنسا الا وانا عنده قال فاخرجت له المصحف فاملت علیه
ای السور، باب تالیف القرآن صہ ۱۴۲ جزو ثالث مطبوعہ مصر

یعنی یوسف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں عائشہ کے پاس تھا کہ ایک مرد عراقی آیا اور اُسنے پوچھا کون سا کفن بہتر ہے۔ کہا وائے ہو تجھپر مرنیکے بعد تجھے اُس سے کیا ضرر ہوگا۔ پھر کہا اے ام المومنین اپنا مصحف ہمکو دکھائیے۔ عائشہ ؓ کیا کریگا۔ کہا شاید مطابق اسکے اپنا قرآن مرتب کروں کیونکہ وہ بے ترتیب پڑھا جاتا ہے عائشہ نے کہا پھر اس سے تیرا کیا نقصان ہوتا ہے کہ مقدم آیہ کو موخر پڑھے یا موخر کو مقدم کیونکہ سب سے پہلے جو نازل ہوا وہ مفصل (چھوٹے) سوروں کا وہ سورہ تھا جسمیں ذکر جنت و نار ہے یہانتک کہ جب سب نے رجوع کیا اسلام کی طرف تب نازل ہوا حلال و حرام اور اگر پہلے ہی آیات احکام نازل ہوتے مثل اسکے کہ شراب نہ پیو تو وہ کہتے ہم شراب پینا نہ چھوڑیں گے اسی طرح اگر ترک زنا کا حکم نازل ہوتا تو وہ کہتے کہ ہم زنا کو ترک نہ کرینگے لہذا وہ سورے نازل ہوئے جن میں احکام نہیں ہیں بلکہ ذکر جنت و نار ہے۔ بتحقیق محمد پر نازل ہوا آیہ بل الساعة موعدهم والساعة ادهی وامر (سورہ قمر) حالانکہ میں اسوقت بچی تھی کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ اور سورہ بقر و سورہ نسا اس وقت نازل ہوا جب میں حضرت کے پاس تھی اسکے بعد مصحف نکالا اور اسپر لکھوا دیا چند سوروں کے آیتوں کو۔

جس سے معلوم ہوا خدا نے اس مصلحت سے مکی سوروں کو پہلے نازل کیا کہ اُن کو جنت و نار کا حال معلوم ہو اور وہ داخل اسلام ہوں تب وہ سورے نازل ہوئے جس میں ذکر احکام ہے اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پہلے ہی سے سرکشی و تمرد پیدا ہوتا اور وہ اسلام سے نفرت کرتے۔

اب آپ ہی غور فرمائیے کہ اس مصلحت عامة النفع کو ترک کر کے سورہ بقر و سورہ آل عمران کی تقدیم جو تمام تر احکام و قصص پر مشتمل ہے کس غرض کی گئی اسی غرض سے نہ کہ لوگوں کو

اسلام کی طرف رغبت کم ہو کیونکہ بقول عائشہ جب پہلے ہی احکام کو سنیں گے تو نفرت پیدا ہوگی۔

کاش یہی ہوتا کہ صرف ایسا سامان کیا جاتا جس سے لوگوں کی رغبت اسلام کی طرف کم ہوتی نہیں بلکہ یہ کیا گیا کہ یہودیت کی طرف میلان زیادہ ہو کیونکہ پہلے سورہ بقر ہے جس میں بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستی کا ذکر ہے۔ پھر وہ سورہ جس کا نام آل عمران ہے اگرچہ خدا نے ان کی آرزو پوری ہونے نہ دی کیونکہ مضامین سورہائے مذکورہ ایسے ہیں جس سے یہودیوں کی تباہی و بربادی اور انکے خیالات فاسدہ کی تردید ہو مگر ان یہودی بچوں نے اپنا کام تو کر لیا کہ قرآن میں پہلا نام بقر کا ہو اور آل عمران کا۔

دیکھیے اگرچہ میاں عثمان اور انکے ممبران کمیٹی نے قرآن کو الٹا اور بزعم فاسد اپنے جسقدر چاہا خرابیاں ڈالیں مگر خدا نے انکے مکاید کو اس طرح باطل کیا کہ عام طور سے مسلمانوں میں یہی رائج ہوا کہ بچوں کو پہلے وہ سورے پڑھائیں جو مکہ میں نازل ہوئے تھے اور جن میں ذکر جنت و نار ہے اور خوف خدا کہ جب وہ پڑھ لیتے ہیں تب ان کو قرآن پڑھایا جاتا ہے یکیدون کیدا واکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویدا۔

اگر اہل فہم صرف اسی واقعہ پر غور کریں تو بہت کچھ ان کی اصلاح ہو گی کہ یہ فعل کس ملہم حقیقی کا ہے جس نے معلموں کو اسپر مجبور کیا کہ ابتدائی تعلیم عم پارہ سے شروع کریں حالانکہ ترتیب عثمانی وہ سب سے آخر پارہ بنایا گیا ہے۔ مگر خدا نے اسی ترتیب کو ایسا رائج کیا کہ آج ایک مسلمان بھی اسکے خلاف نہیں کر سکتا اور ممکن نہیں کہ کوئی اسکے خلاف کر سکے کیونکہ عام فطرت یہی ہے ہر چیز کی ابتدا ایک نہایت مختصر شئی سے ہوتی ہے جو بعد امتداد زمانہ ایک شئی غیر متناہی بن جاتی ہے اسی طرح بچوں کی تعلیم حرف شناسی اور ترکیب کے بعد انھیں چھوٹے چھوٹے سوروں سے ہوتی ہے جن کا یاد کرنا آسان ہو۔

خداوند عالم خود خالق انس و جان ہے وہ اپنی مخلوقات کی ترکیب خلقت سے بخوبی واقف ہے اسلئے اُس نے قرآن کو ایسی ہی ترتیب پر نازل کیا جو مطابق فطرت انسانی ہے کہ بتدریج ترقی کرے مگر میاں عثمان اور انکے ارکان کمیٹی کو چونکہ اس سے خاص طور کی ضد ہٹ تھی۔ لہذا اونھوں نے اولٹ دیا۔ اور سب سے پہلے اُس سورہ کو لائے

جو سب سے بڑا تھا اور بتدریج چھوٹے سورے لاتے گئے جس کی غرض یہ تھی کہ اہل اسلام جلد ترقی سے تنزل کریں مگر خدا نے اُن ترکیبوں کو باطل کر کے اپنی ترتیب کو رائج کیا۔

بلکہ اگر غور کیجئے تو یہ ذریعہ اس کا ہوا کہ زیادہ تر وہی قرآن رائج ہے جو مکہ میں نازل ہوا تھا کیونکہ اس وقت بھی اگر آپ خیال کرینگے تو قرآن کے اگر لاکھ نسخے رائج ہونگے تو عام پارہ دس لاکھ اور بچوں کی زبان اور دیہ اسی قرآن کا قبضہ ہے جسے انھوں نے موخر کیا تھا

یعنی ہیں آیۂ کریمہ انا نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے کہ اس طرح خدا اپنے کلام کی حفاظت کرتا ہے کہ معاندین اس کو بگاڑیں اور وہ اسکو محفوظ رکھے نہ یہ کہ رسول خدا پورا قرآن بھول جائیں۔ یا اصحاب صد ہا آیتیں بھول جائیں اور ورقت کتابت نہ ملیں یا بی بی عائشہ کی بکری کھا جائے اور پھر وہ آیات نہ مل سکیں۔ نہ حفاظت سے یہی مراد ہے کہ تحریف کرنے والے کا ہاتھ خشک ہو جائے کوئی وہ حرف نہ کر سکے بلکہ خدا کی حفاظت اس طرح ہوتی ہے کہ کوئی اس کو سمجھ نہیں سکتا۔

ہاں اس روایت صحیح بخاری سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگرچہ عثمان صاحب نے قرآن لکھوا کر تمام اطراف واکناف عالم میں تقسیم کر دیا تھا مگر جو لوگ بافہم تھے یا کسی طرح در دین رکھتے تھے اُن کو اسپر اعتماد نہ تھا جب ہی اس عراقی نے حضرت عائشہ سے فرمایش کی کہ اپنا قرآن دکھائیں جس سے میں اپنے قرآن کو درست کروں۔

یہ مضمون چونکہ نہایت صحیح اور واضح تھا جس سے حضرت عثمان کی ساری کارروائی پر پانی پھر جاتا ہے لہذا جھٹ یہ جواب تراشا گیا قال ابن کثیر کان قصۃ ھذا العراقی کانت قبل ان یرسل عثمان المصحف الی الآفاق کذا قال یعنی ابن کثیر نے کہا شاید یہ قصہ قبل اسکے کہ عثمان نے مصحف کو اطراف وجوانب میں روانہ کیا ہو جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس الزام کو اس طرح مٹایا کہ ابھی قرآن مرتب ہی نہ ہوا تھا لہذا یہ دقتیں پیش آئیں مگر فن رجال کی تدوین نے ان سب بیہودہ کنندوں کو باطل کر دیا کیونکہ ابن حجر کہتے ہیں وفیہ نظر فان یوسف بن ماہک لم یدرک زمان ارسل عثمان المصاحف الی الآفاق فقد ذکر المزی ان روایتہ عن ابی بن کعب مرسلۃ

وابی عاش بعد ارسال المصاحف علی الصحیح وقد صرح یوسف فی الحدیث انہ کان عند عائشۃ حین سألہا ہذا العراقی والذی یظہر لی ان ہذا ہذا العراقی کان ممن یاخذ القراءۃ ابن مسعود وکان ابن مسعود لما حضر مصحف عثمان الی الکوفۃ لم یوافق علی الرجوع عن قرأتہ ولا علی اعدام مصحفہ کما سیاتی بیانہ بعد الباب الذی یلی ہذا فکان تالیف مصحفہ مغایرۃ لتالیف عثمان ولاشک ان تالیف المصحف العثمانی اکثر مناسبۃ من غیرہ فلہذا اطلق العراقی انہ غیر مولف ۔۔ جلد

یعنی اس تقریر میں اس وجہ سے غلطی ہے کہ یوسف بن مالک راوی حدیث کو وہ زمانہ نہیں ملا جس زمانہ میں عثمان نے مصحف بھیجا تھا (تو پھر یہ کہنا کہ یہ واقعہ قبل ترتیب عثمان تھا غلط ہوا) اسلئے کہ اس کی روایتیں ابی بن کعب سے بطریق ارسال ہیں۔ اور ابی مصحف بھیجنے کے بعد زندہ رہے (لہذا معلوم ہوا کہ یہ زمانہ بعد کا واقعہ ہے) اور خود یوسف بن مالک نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ عائشہ کے پاس موجود تھا جس وقت اس عراقی نے سوال کیا اور جو کچھ مجھے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس عراقی نے قرآن کو سیکھا تھا ابن مسعود سے اور ابن مسعود نے اس قرآن سے جسے عثمان نے کوفہ بھیجا تھا مخالفت کی اور اپنی قرات پر باقی رہے اور اسپر راضی ہوئے کہ ان کا قرآن معدوم کیا جائے جیسا کہ آئندہ آتا ہے۔ اور مصحف ابن مسعود مخالف تھا تالیف عثمان کے اور اس میں بھی شک نہیں کہ تالیف مصحف عثمان زیادہ مناسب تھا بہ نسبت غیر کے لہذا اس عراقی نے اپنے قرآن کو کہا کہ وہ غیر مرتب ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن غیر مرتب تھا جس سے ترتیب قرآن کا اجتہاد صحابہ ظاہر ہے کیونکہ گرچہ ابن حجر نے یہ الزام ابن مسعود کے قرآن پر قائم کیا ہے مگر ہمارا مدعا اس سے بھی ثابت ہے کیونکہ اگرچہ قرآن وہ ترتیب کردہ ابن مسعود تھا مگر ترتیب اسکی تعلیم رسول ہوئی تو وہ غیر مرتب نہ رہتا کیونکہ کسی صحابی کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ ابن مسعود پر اس کا الزام قائم کر سکے۔

حالانکہ یہ تاویل ابن حجر خود محل نظر ہے کیونکہ اس کو وہ خود قبول کرتے ہیں کہ ارسال مصاحف عثمانی کا زمانہ اُسے نہیں ملا اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ عمال عثمان نے ابن مسعود سے قرآن کو چھین لیا اور اُسے جلا ڈالا۔ پھر وہ قرآن باقی کہاں تھا جو حضرت عائشہ سے یہ طالب قرآن ہوتا کہ اپنے قرآن کو صحیح کرے۔ تو اب بالیقین معلوم ہوا کہ یہ تصحیح و تنقیح مصحف عثمانی سے متعلق ہے جسے وہ ناکافی سمجھا تھا اور ام المومنین سے طالب ہوا کہ انکے ذریعہ سے وہ اصلی قرآن ملیگا ورنہ اگر ابن مسعود کے قرآن کی تصحیح مقصود ہوتی تو اسکے لئے ام المومنین سے کیوں طالب ہوتا عثمانی قرآن تو اسکے پاس موجود تھا اور اگر اس میں غلطی تھی تو جس سے چاہتا صحیح کر لیتا۔

تیسری حضرت عائشہ کا کہنا کہ اس میں کیا نقصان ہے کہ قرآن کو غیر مرتب پڑھے کسی آیہ کو قبل پڑھے دوسرے آیہ کے صاف بتا رہا ہے کہ غیر مولف کا الزام مصحف عثمانی سے متعلق ہے جس کی بے ترتیبی سبکو معلوم تھی کہ اسکی ترتیب مطابق نزول نہیں ہے اسی لئے حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس سے کوئی ہرج نہیں ہے۔

چوتھی ترتیب نزول کی حکمت اور مصلحت جو انھوں نے بتائی وہ بھی اسی کی دلیل ہے کہ قصہ تصحیح مصحف عثمانی سے متعلق ہے کیونکہ وہ بتا رہی ہیں نزول قرآن اس طرح اس غرض سے ہوا کہ لوگوں کو نفرت نہو جس کے مطلب انکے خیال میں یہ تھے کہ یہ غرض ابتدائے نزول سے متعلق تھی اب اس کی چنداں ضرورت نہیں رہی لہذا اگر ترتیب الٹ دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

پانچویں ان سب قصوں کے بعد عائشہ کا اپنے مصحف کو نکالنا اور مطابق اسکے لکھوانا صاف بتا رہا ہے کہ وہ بھی اس قرآن کو غیر مرتب مانتی تھیں اور اسکے مطابق عراقی کے قرآن کو درست کر دیا۔

تعداد سورہ ہای قرآنی

اب یہاں اسکو بھی سن لیجئے کہ اہل سنت کے یہاں صرف اسی میں نہیں اختلاف ہے کہ آیتوں اور سورہ ہائے قرآن کی ترتیب تعلیمی عمل ہے یا باجتہاد صحابہ بلکہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ قرآن کے سورے کتنے ہیں۔

میں یہاں اُن روایات سے نہیں بحث کرتا جو سابقاً مرقوم ہوئیں کہ ایک مسلم قرآن حضرت سے غائب ہو گیا آپ بھول گئے نہ ان روایات سے مطلب ہے جن میں اُن سورتوں کا ذکر ہے جو سورہ بقر کے برابر تھا اور فلاں فلاں سوروں کی اتنی آئتیں کم ہو گئیں۔ بلکہ میری تقریر ان قرآنوں میں منحصر ہے جو مرتب ہوئے اور ایک زمانہ تک شایع بھی رہے مگر مصلحت خلافت نے زیادہ رائج رہنے نہ دیا۔ اتقان میں ہے اما سورۃ فمأتہ واربع عشرۃ سورۃ باجماع من یعتد بہ وقیل ثلث عشرۃ بجعل الانفال وبراءۃ سورۃ واحدۃ اخرج ابو الشیخ عن ابی روق قال الانفال وبراءۃ سورۃ واحدۃ صد

یعنی قرآن کے سورہ ایک سو چودہ ہیں بہ اجماع انکے جو قابل شمار ہیں اور بعض نے ایک سو تیرہ کہا ہے کیونکہ وہ سورہ برات اور انفال کو ایک کہتے ہیں۔

سورہ برات کا معاملہ ایک عظیم الشان معاملہ ہے جسکے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔

عن مالک ان اولہا لما سقط سقط معہ البسملۃ فقد ثبت انہا کانت تعدل البقرۃ لطولہا صـ۱۶ اتقان

یعنی مالک سے روایت ہے کہ ابتدائی سورہ برات جب ساقط کیا گیا تو اسکے ساتھ بسم اللہ بھی نکل گیا کیونکہ یہ امر بخوبی ثابت ہو کہ یہ سورہ برابر تھا سورہ بقر کے اپنے طول میں۔

اگر تصور کیجئے تو معلوم ہو سورہ برات کیونکر نکالا گیا کیونکہ یہ مسلمات سے ہے کہ عہد خلیفہ اول تک متفرق اوراق پر قرآن لکھا گیا تھا اور حسب روایت مقبولہ اڈیٹر صاحب ہمہ تن شرام تھے منافقین کے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی اوراق ایکدم نکال لئے گئے جسکے ساتھ بسم اللہ بھی تھا اور وہی ورق رہ گیا جسپر براءۃ من اللہ ورسولہ لکھا ہوا تھا اور وہی ابتک رائج ہے۔

اسپر لطف یہ ہے کہ آجتک بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر جزو قرآن مانا گیا ہے جزو سورہ حالانکہ ہر سورہ کے ابتدا میں مکتوب موجود ہے پھر اسپر افسوس بیکار ہو کہ سورہ برات پر کیوں نہ بسم اللہ لکھا گیا

اتقان صفحہ ۷۰ میں ہے وفی مصحف ابی ستۃ عشرۃ لانہ کتب فی آخرہ سورۃ

الحفد والخلع اخرج ابوعبیدہ عن ابن سیرین قال کتب ابی بن کعب فی مصحفہ فاتحۃ الکتاب والمعوذتین واللھم انا نستعینہ واللھم ایاک نعبد وترکھن ابن مسعود وکتب عثمان منھن فاتحۃ الکتاب والمعوذتین ۔

یعنی مصحف ابی بن کعب میں ایک سو سولہ سورہ تھا کیونکہ انھوں نے آخر قرآن میں سورہ حفد و سورہ خلع کو بھی لکھا تھا ابو عبیدہ نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ ابی بن کعب نے لکھا تھا یعنی سورہ فاتحہ اور معوذتین اور اللھم انا نستعینک اور اللھم ایاک نعبد کو بھی لکھا تھا اور ابن مسعود نے ان سب کو نہیں لکھا تھا۔ اور عثمان نے صرف فاتحہ و معوذتین کو لکھا تھا

اس مضمون کی چند روایتیں لکھی ہیں کہ سور حفد و خلع ابی بن کعب کے مصحف میں لکھا ہوا تھا ابن عباس کی بھی یہی قراءت تھی۔ عمر بن الخطاب نے بھی نماز میں بعد رکوع قنوت میں پڑھا تھا مگر قرآن موجود سے خارج کر دیا گیا۔

سورہ فیل و لایلاف اور سورہ والضحیٰ و الم نشرح کا ایک سورہ ہونا	علامہ سیوطی اس روایت پر کہ ابی بن کعب کے قرآن میں ایک سو سولہ تھا

یہ اعتراض کرتے ہیں تنبیہ کذا نقل جماعۃ عن مصحف ابی انہ ست عشر سورۃ والصواب انہ خمس عشرۃ فان سورۃ الفیل وسورۃ لایلاف قریش فیہ سورۃ واحدۃ ونقل ذالک سخاوی فی جمال القراء عن جعفر الصادق وابی نھیک ایضا قلت ویردہ ما اخرجہ الحاکم والطبرانی من حدیث ام ھانی ان رسول اللہ صلعم قال فضل اللہ قریشا بسبع الحدیث وفیہ ان اللہ نزل فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا معھم غیرھم لایلاف قریش وفی کامل الھذلی عن بعضھم انہ قال الضحی والم نشرح سورۃ واحدۃ نقلہ الامام الرازی فی تفسیرہ عن طاؤس وغیرہ من المفسرین ۔

یعنی اگرچہ ایک جماعت محدثین نے بھی نقل کیا ہے کہ مصحف ایک سو سولہ سورہ تھا مگر صواب یہ ہے کہ وہ ایک سو پندرہ سورہ تھا کیونکہ انکے مصحف میں سورہ فیل اور سورہ لایلاف قریش ایک سورہ تھا امام سخاوی نے جمال القراء میں بھی یہ روایت کی ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابی سنگ سے سیوطی کہتے ہیں کہ اس روایت کو رد کرتی ہے وہ روایت جو رسول اللہ سے بنقل حاکم اور طبرانی منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا قریش کو خدا نے سات باتوں سے فضیلت دی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ایک خاص سورہ لئیلاف انکی شان میں نازل کیا جسکے ساتھ اور کسی کو نہیں ذکر اور کامل ہذلی میں یہ روایت ہے کہ سورہ والضحیٰ اور الم نشرح ایک سورہ ہے جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے طاؤس وغیرہ سے۔

ہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اہلسنت زیادہ تر اسی سورہ فیل کو تنہا یا سورہ لئیلاف کو تنہا نماز میں پڑھتے ہیں جس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کس درجہ یہ لوگ احتیاط کرتے ہیں کیونکہ اگر فرض کر لیجئے کہ اگر فی الواقع یہی تھا تو ان کی نماز کیا ہوگی بخلاف شیعوں کے کہ انکے یہاں نہایت احتیاط کی جاتی ہے۔

غرض ان اختلافات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خود سورہ ہائے قرآن میں کس درجہ اختلاف ہے کہ کہیں دو سورہ کو ایک کر دیا ہے کہیں ایک کو دو پھر مخاطب صاحب کا اس جرأت سے یہ کلام کس قسم کا سمجھنا چاہیئے۔

سیوطی نے اس روایت کو رد کرنا چاہا ہے جو دربارہ اتحاد سورہ فیل اور سورہ لئیلاف ہے مگر یہ اصول انکے پیش نظر نہ رہا کہ ابی بن کعب کے مصحف میں یوں ہی مرقوم تھا اسکے مقابلہ میں یہ روایت حاکم طبرانی جو خود مشکوک نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور یہ روایت بلاسند ہے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے حالانکہ بعد تسلیم روایت بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اگر سورہ فیل و لئیلاف کو ایک سورہ بھی مان لیں تو بھی اس حدیث کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ اور اس سے بھی قطع نظر کریں تو سورہ والضحیٰ اور الم نشرح کے ایک سورہ ہونے میں تو سیوطی نے بھی کوئی عذر نہیں کیا۔

آخری نتیجہ ان سب روایتوں اور تقریروں کا یہی نکلتا ہے کہ نہ ترتیب آیات قرآنی میں اس کا لحاظ کیا گیا کہ حضرت نے اس کی کیا ترتیب مقرر فرمائی تھی کیونکہ جہاں معلوم تھا اور جو سورہ جس حال میں ملا اسی طرح لکھ دیا گیا وہی سورے مرتب ہیں اور جہاں ان لوگوں کی

... تھی جس سے وہ مقامات
آجتک مفسرین کی جان کا ہی میں مددد رہے ہیں۔

اسی طرح ترتیب سورہ ہاے قرآن میں اُس سے زیادہ بے احتیاطی کی گئی اور عنصر
بیہودیت نے سورہ بقر اور سورہ آل عمران کو مقدم کر دیا حالانکہ خود اسی سورہ بقر میں ہے
وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم
من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ اگر تمکو شک ہو اس میں جو نازل کیا ہمنے اپنے
بندہ پر پس لاؤ ایک سورہ بھی مثل اسکے سے اور بلاؤ تم اپنے شہدا کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے۔
فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تنکیر کہہ رہی ہے کہ بہت سے سورے اسکے ہیں تم ان
میں سے ایک کا بھی مثل بنا لاؤ مگر تقدیم سورہ بقر سے یہ دعوی ٹھیک نہیں رہتا
کیونکہ ابھی تک تو بظاہر یہی ایک سورہ ہے جسکے معنی ہوے کہ تم ایسا ایک سورہ بنا لاؤ
جو شان بلاغت اور تحدی دونوں کے خلاف ہے۔

اگر جامعین قرآن صاحب عقل ہوتے یا کچھ بھی وجوہ فصاحت و بلاغت کا
ادراک کرتے تو ایسے امور ان سے سرزد نہ ہوتے جس سے آج تک قرآن مجید ایسی حالت
میں ہے کہ شب و روز مخالفین اسلام طعنہ زن ہیں۔

اب محاسب صاحب کے اقوال پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں جس سے معلوم ہو کہ کسقدر
غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ آپکا قیاس تو ضرور اس کو مقتضی ہے کہ جب حضرت نے آخر
سال وفات میں قرآن کو دو بار عرض کیا تھا تو سورتوں کی ترتیب بھی آنحضرت سے
لیتے" مگر اس کا کس کے پاس علاج ہے کہ جس کو خدا و رسول نے محرم قرآن بنایا اور
مرتے وقت تک حضرت انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی فرماتے
رہے اُس سے ایسا عدول کیا گیا کہ باوصفیکہ بعد وفات رسول اس نے سب سے پہلے یہی کام
کیا کہ قرآن کو جمع کیا اور صحابہ کے پاس لاے مگر نہ وہ قرآن لیا گیا نہ وہ قرآن کا لانے والا
قابل قبول ٹھہرا۔

اگر تمکو حضرت علیؑ کی نسبت یہ عذر ہے کہ وہ مدعی خلافت تھے لہذا وہ نا قابل قبول

تھے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نسبت کیا کہو گے جن سے اخذ قرآن کا خاص طور پر
رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا اور بہ اتفاق روایت بخاری وہ سب سے بڑھکر عالم قرآن تھے
اور عہد رسول میں انھوں نے قرآن جمع کیا تھا اور عرض آخر میں بالاتفاق وہ شریک
رہے آپ ہی بتایئے کہ ایسے شخص کا جمع کیا ہوا قرآن نہ لینا اور ایک نوجوان بھولی
بچہ سے لکھوانا کیا کہہ سکتے ہیں۔

پڑھو ابن مسعود کا نوحہ فتح الباری میں ہے ان عبد اللہ بن مسعود کرہ
لزید بن ثابت نسخ المصاحف وقال یا معشر المسلمین اعزل عن نسخ کتابۃ
المصحف فیتولاہا رجل واللہ لقد اسلمت وانہ لفی صلب رجل کافر یرید
زید بن ثابت واخرج ابن ابی داؤد من طریق بن مالک بالخاء اسعر
سمعت ابن مسعود یقول لقد اخذت من فی رسول اللہ سبعین سورۃ
وان زید بن ثابت لصبی من الصبیان ص۱۲۵ جلد ۹
کہ ابن مسعود نے مکروہ جانا زید بن ثابت کی کتابت قرآن کو اور کہا اے گروہ مسلمین کیا
میں معزول کیا جاؤں کتابت مصحف سے اور اس کا متولی وہ مرد ہو کہ جب میں اسلام لایا
تو وہ ایک کافر کے نطفہ میں تھا مراد اس سے زید بن ثابت تھے دوسری روایت میں ہے
کہ ابن مسعود کہتے تھے میں نے ستر سورے خود رسول اللہ سے یاد کئے اور اس وقت
زید بن ثابت لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

آخر انصاف کرنا چاہیئے کہ ابن مسعود کی یہ داد فریاد کیا بے وجہ تھی کیا کسی دنیوی منفعت
کیلئے یہ شور وغل تھا اگر آپ ایسا خیال کریں تو ممکن ہے مگر کوئی مسلمان تو نہیں کہہ سکتا
کہ ابن مسعود کی یہ فریاد کسی دنیوی غرض سے تھی بلکہ وہ ضرور بخیال درد دین تھا کہ میں نے
جو عمر صرف کی تعلیم و تعلم قرآن میں تو محروم رہوں اور ایک نادان بچہ کا فر اس کا متولی قرار
پائے۔ آخر دیکھا آپ نے کہ اس نے کیا کیا انہی پچاسی سورتوں کو موخر کر دیا اور سورہ بقرہ سورہ
آل عمران کو مقدم کر دیا جسکے نام کو اپنی بہودیت کے مناسب سمجھا تھا۔
ان کو بھی جانے دیجئے کہ یہ بھی فی الجملہ موالیان اہل بیت طاہرین سے تھے ابی

بن کعب نے کیا قصور کیا تھا جو سب سے پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلعم کے کتابت کی خدمت
مدینہ میں انجام دی فتح الباری میں ہے وقد کتب له قبل زید بن ثابت ابی بن کعب
وھو اول من کتب له بالمدینة صفحہ ۔ کہ قبل زید بن ثابت ابی بن کعب نے کتابت
کی تھی اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت کی کتابت کی مدینہ منورہ میں ۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ ایسے بزرگان صحابہ جامعان قرآن وکاتبان وحی کے رہتے
ہوئے زید بن ثابت سے یہ کام کیوں لیا گیا اگر غرض نفسانی یا ذاتی خواہشیں اس میں شریک تھیں
تو یہ لوگ کیوں جمع قرآن سے نکالے گئے اور اُن لوگوں سے کام لیا گیا جنھیں وہ صحابہ کافر کہہ رہے
ہیں ۔

پس کیا آپکا قیاس اس کا مقتضی نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس طرح قرآن کی بے حرمتی کی
ان کی شان میں ہلکا سا دو کلمہ کہہ دیجئے ۔

ترتیب سور کے بارہ میں عجب طرح کی گول تقریر کرتے ہیں " پس ضرور ہے کہ سورتوں کی
ترتیب کا توقیفی ہونا بھی اسی طریقہ سے معلوم ہوا ہوگا اور سورہ برأت وانفال کے متعلق کوئی
خاص حکم حضرت نے نہ دیا ہوگا " جس کے مطلب تو ظاہر ہیں کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی نہیں
ہے مگر صاف لفظوں میں نہیں کہتے جو طریقہ نفاق ہے لہذا اسکی اصلیت میں آپکو بتاتا ہوں
اتقان میں ہے صفحہ ۶۷ والذی ینشرح الصدر ما ذھب البیہقی وھو ان جمیع
السور ترتیبها توقیفی الا براءة والانفال ولا ینبغی ان یستدل بقراءته صلعم
سوراً ولاء علی ان ترتیبها کذالک وحینئذ فلا یرد حدیث قراءته النساء قبل
آل عمران لان ترتیب السور فی القراءة لیس بواجب ولعله فعل ذالک
لبیان الجواز ۔

یعنی جس بیان سے سینہ کشادہ ہوتا ہے وہ مذہب بیہقی ہے کہ کل سورتوں کی ترتیب
بتعلیم رسول اللہ صلعم ہے الا سورہ برأت وسورہ انفال اور کوئی اس سے استدلال نہیں
کرسکتا کہ حضرت کسی سورہ کے بعد کسی سورہ کو پڑھتے تھے کہ ترتیب قرآن بھی یوں ہی ہے و حضرت
کا سورہ نسا کو قبل سورہ آل عمران پڑھنا اس ترتیب کو باطل نہیں کرسکتا کیونکہ ترتیب سورہ

قرآن میں واجب نہیں اور شاید حضرت نے ایسا اسلیے پڑھا ہو کہ جواز اس کا معلوم ہو۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ مسایل انکے دل پر کیسا پہاڑ بنا ہوا تھا کہ بیہقی کی اس ترکیب سے ان کا سینہ کشادہ ہوگیا اگر ہائے کیونکر دل کشادہ ہوسکتا ہے اسکا جو خلاف خدا اور سول کوئی عقیدہ رکھے کیونکہ خود انھیں سیوطی کے بیان سابق سے معلوم ہوچکا جمہور علما کا یہی مذہب کہ ترتیب سورہ باجتہاد صحابہ ہے پھر بیہقی کے اس بیان سے کیا انشراح ہوسکتا ہے حالانکہ اس جمہور علما کے سربراہ حضرت امام مالک ہیں تو کیا بمخالفت امام مالک بیہقی کا کوئی قول جو انکا ذاتی ہو قابل قبول ہو سکتا ہے۔

مخاطب نے بھی اس مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا ہے اور قرآن کی سب سورتوں کی ترتیب کا بھی توقیفی ہونا عین مقصد دلی ہے " مگر یہ مقصد دلی پورا کیونکر ہو اس قرآن کا لفظ لفظ آیہ آیہ فریاد کر رہا ہے کہ ہمارے ساتھی سے جدا کر دیا ہماری ترتیب کو اس طرح اولٹ دیا جس طرح کہ ابو حنیفہ نے شریعت محمدیہ کو الٹ دیا۔

مخاطب تو کہتے ہیں کہ ترتیب قرآن میرے خیال ناقص میں صرف آپکی تلاوت سے نہیں اخذ کی گئی بلکہ اسکے لیے خاص اہتمام حضور پر نور نے کیا تھا " جس کا پہلا جملہ تو بیشک صحیح ہے کیونکہ ابھی آپنے قول سیوطی میں ملاحظہ کیا کہ حضرت سورہ نسا کو سورہ آل عمران کے قبل پڑھتے تھے مگر اس طرح نہیں ترتیب دیا گیا بلکہ جس طرح زید نے چاہا مرتب کیا کہ آل عمران کو پہلے اور سورہ نسا کو بعد لکھا جس سے اسقدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ جس ترتیب سے حضرت تلاوت فرماتے تھے نہیں لکھا گیا۔

رہا یہ بیان کہ ممکن ہے حضرت نے اس طور پر بغرض بیان جواز پڑھا ہو۔ یہ ترتیب واجب نہیں پس اسپر تو وہی حضرات خوش عقیدہ ایمان لا سکتے ہیں جو حضرت کے اقوال وافعال کو مصداق ان الرجل لیہجر سمجھتے ہیں ورنہ اہل اسلام تو حضرت کے قول و فعل کو خالی از حکمت نہیں سمجھتے۔

اللہ اللہ یہ کیسا ایمان ہے کہ حدیث صحیح و صریح موجود ہو کہ آپ یوں پڑھتے تھے وہ تو نہ قبول کیا جائے بلکہ اس کی تاویل کی جائے اور زید بن ثابت جس کی نسبت

ابن مسعود انفی صلب رجل کا فرکہیں وہ ایسا مستند سمجھا جائے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فعل اس کے مقابلہ میں لغو او رہیکار قرار پائے۔

مخاطب کا یہ قول بلکہ اسکے لئے خاص اہتمام حضور پر نور نے کیا تھا تو "بہت موزوں ہوتا کہ آپ بھی اولیاء اللہ کی طرح کشف و کرامات کرتے کہ ممکن ہے اس کا علم ذاتی طور پر آپکو ہوا ہو۔ ورنہ آپکی اس کثافت جسمانی اور ظلمات جہل و نادانی پر تو کوئی نہیں باور کر سکتا کہ بخاری و سیوطی کو نہ معلوم ہو آپکو معلوم ہو جائے۔

بیشک حضور پر نور نے پورا اہتمام کیا تھا اور ایک شخص قدسی صفات کے حوالے کیا تھا جس کو خدا نفس رسول کہہ رہا ہے اور آپکے علما بھی معصوم مان رہے ہیں مگر خلافت کا مارا ہو امیر جس نے اس اہتمام رسول کو درہم و برہم کیا اور اوس کے جمع کئے ہوئے قرآن کو نہ لیا اور اپنے اغراض نفسانی کیلئے یہ کیا جو آپکے پیش نظر ہے۔

اسکے بعد اُن کا یہ کہنا "پھر میں اس سے درگذر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ تو ہم لوگوں کا عین مقصود ہے اگر آپکے نزدیک برات و انفال کی ترتیب بھی توقیفی ہے تو چشم ما روشن" عجب لطیفہ ہے۔

کیونکہ خود پہلے اسکو رد کر چکے ہیں اور مخالف رائے علما قرار دے چکے ہیں اسپر بھی اس خلاف واقع کو "چشم ما روشن" کہہ رہے ہیں۔ اس خوش فہمی کا کیا جواب ہے۔

اگر ایسی ہی خلاف واقع باتوں سے آپکی آنکھ روشن ہوتی ہے تو محمد حطوط صاحب کا مذہب اہل قرآن اختیار کیجئے جو ڈنکے کی چوٹ اس کے مدعی ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح مرتب نازل ہوا اور آپ نہ کوئی شریعت لائے اور نہ کوئی حکم جو کچھ ہے وہ یہی قرآن ہے اسکے سوا نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی قول پس اگر اس مذہب کو آپ اختیار کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔

قولہ "آخری سوالات"۔ آپکے آخری سوالات کے جواب میں گذارش ہے (۱) ختم قرآن کا رواج تراویح میں جیسا آج کل ہے بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے ہے اسکے لئے زیادہ تفتیش کی ضرورت نہیں صرف اسی پر غور کر لینا کافی ہے کہ اگر یہ التزام

زمانہ مابعد میں پیدا ہوا ہوتا تو ضرور ہے کہ کتب حدیث و سیر میں اس کا ذکر ہوتا اور جس نے اس طریقہ کو جاری کیا تھا اس کا نام بہت جلی قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا جیسا کہ تراویح کی ترویج پر حضرت فاروق اعظم کا ذکر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رواج حضرت عمر ہی کے زمانہ سے ہے۔

حضرت عمر نے تراویح میں امام حضرت ابی بن کعب کو بنایا تھا اسکی وجہ بھی علماء نے یہی لکھی ہے کہ وہ اقراء تھے۔

فقہا بھی ایک زبان ہو کر تراویح میں ختم قرآن کو سنت لکھتے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک لکھدیا ہے کہ تراویح کی مشروعیت محض ختم قرآن ہی کیلئے ہوئی ہے پس اگر ختم قرآن کا رواج حضرت عمر کے زمانہ سے نہ ہوتا تو اس پر سنت کا اطلاق کسی طرح صحیح نہ ہوتا سنت اسی فعل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اگر کہا جائے کہ شاید حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما نے ان کو رواج دیا ہو اس سبب سے اسکو سنت کہتے ہیں تو جواب دیا جائیگا کہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے یہ امر ثابت نہیں ہے ہر خلیفہ نے جو جو کارنمایاں اپنی عمر میں کئے ہیں سب تواریخ میں مذکور ہیں یہانتک کہ ذرا ذرا سے کام بھی لکھے ہوئے ہیں پس اگر اس امر عظیم الشان کا رواج حضرت عثمان و علی رض نے کیا ہوتا تو ضرور انکے کارناموں میں اسکا ذکر ہوتا۔

آپ فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھیے تو آپکو واضح ہو جائیگا کہ ختم قرآن کے سنت ہونے کو فقہا کس اہتمام و التزام سے بیان کرتے ہیں اور اسکی کیسی سخت تاکید کرتے ہیں کہ لوگوں کی کسلمندی کے سبب سے اس سنت کو ترک نہ کرنا چاہیے۔

اقول ماشاء اللہ چشم بد دور جو منطق ہے آپکی نرالی۔ اثبات کیلئے تو کسی تفتیش کی ضرورت نہیں آپکا قول وحی مانی ہے کہ تمام معتقدین اسکو مان لیں کہ جو طریقہ ختم تراویح کا آج کل رائج ہے وہی بزمانہ عمر تھا مگر اسکے نفی کیلئے ضرورت ہے کہ تراویح میں تفحص کیا جائے اگر حضرت عمر نے اسکو نہ رائج کیا ہوتا تو جس نے رائج کیا اس کا نام بہت جلی قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا۔"

کیوں صاحب آخر یہ تقریر کس اصول پر ہے پہلے اثبات کیا جاتا ہے یا نفی کی دلیل کی جاتی ہے اگر عمر صاحب نے اس طریقہ کو جاری کیا ہوتا تو جن مورخین نے عمر صاحب کی بدعتیں اس شد و مد سے اولیات میں لکھی ہیں کیا اُنکے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی جو اسکو نہ لکھ سکے کہ ختم قرآن کے موجد بھی خلیفہ دوم ہیں اور انھوں نے فلاں فلاں صوبہ میں فلاں فلاں شہر میں فلاں فلاں حافظوں کو بھیجا یہ سب تو لکھا جائے کہ اس طرح عمر صاحب رات کو گشت کرتے مسجد میں پہونچے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھکر ایک ہفتہ بعد تراویح کا حکم دیا اور نعمۃ البدعۃ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اور ابی بن کعب کو امام بنایا مگر یہ نہ لکھ سکے کہ حافظوں کا ہر سال یا ہر سال ہر ملک میں آپ روانہ کرتے تھے معلمان قرآن کا ذکر ہو حکام صوبہ کا نام لکھا جائے عمال لشکر قلم بند ہوں تواریخ میں سب باتیں آئیں جنکی نسبت خود آپ لکھتے ہیں "ہر خلیفہ نے جو کارنمایاں اپنی عمر میں کئے ہیں سب تواریخ میں مذکور ہیں یہانتک کہ ذرا ذرا سے کام بھی لکھے ہوئے ہیں" مگر نہ لکھا گیا تو عمر صاحب کا یہ انتظام اور یہ اہتمام ختم قرآن میں جبر آپکو یہ قیاس لگانا پڑا "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رواج بھی حضرت عمر ہی کے زمانہ سے ہے"

اے میرے لائق مخاطب آپ کسی شیعہ کا جواب نہیں لکھ رہے ہیں کہ جو چاہیں لکھ جائیں ایک ذی علم سنی کے مقابلہ میں لکھ رہے ہیں جسکی تحریر کو دوست بھی کہ رہے ہیں پھر کیوں ایسی مضحک تقریر کرتے جبر وہ مضحکہ کریں کیونکہ ان کا سوال ان کے لفظوں میں حسب ذیل ہے۔

(۱) جیسا رواج تراویح میں ختم قرآن کا فی زماننا ہے۔ کیا ایسا ہی رواج بزمانہ خلافت حضرت عمر بھی تھا چند معتبر اسناد"

کیا آپکی نظر انور آخری فقرہ چند معتبر اسناد پر نہیں پڑی یا آپنے کوئی سند دی ہے اگر یہی سند ہے جو آپنے تحریر کیا تو پھر سبحان اللہ کیا کہہ سکتا ہوں۔

افسوس یہ ہے کہ ہمکو قلم اوٹھانا پڑا تو ایسے شخص کے مقابلہ میں جسے نہ لفظ سند کے معنی معلوم ہیں نہ معتبر کے بلکہ وہ اسکو معتبر سند سمجھتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو وجہ اس کا

سبباً لاجتماعهم فان قيل اليس
روى عبد الرزاق في التفسير ان
انس بن مالك رضي الله عنه كان
اذا اراد ان يختم القران جمع اهله
قلنا هذا هو الحجة عليكم فانه كان
اذا اراد ان كان في بيته يجمع اهله
عند الختم فاين هذا من نصبكم
المنابر وتلفيق الخطب على رؤس
الاشهاد فيختلط الرجال والنساء و
الصبيان والغوغاء وتكثر الزعقات
والصياح ويختلط الامر ويذهب
بهاء الاسلام وقال الامام وقال
قبل ذلك عند انكار تطيب المؤمنة
عند خروجها الى مسجد واعظم
من ذلك ما يوجد اليوم في هذا الختم
من اختلاط الرجال والنساء وازدحامهم
وتلاصق اجساد بعضهم ببعض حتى
بلغني ان رجلا منهم مرءة من خلفها
نغيب بها في مزدحم الناس وجاءت
الينا امرءة تشكو فقالت حضرت عند
الواعظ في المسجد الجامع فاضمني رجل
من خلفي والتزمني في مزدحم

بیان کیا کہ ایک مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا
اس مجمع میں صرف پائجامہ کا آڑ رہا۔ اور اس
قسم کے بہت سے فسق و فجور ہوتے ہیں تو بیشک
وہ شخص فاسق ہوگا جو ایسے مجمع کا باعث ہو
جس میں اس قسم کا فسق و فجور کیا جاوے۔
اہل سنت کو حضرت عمر کا شکریہ ادا کرنا چاہیے
کہ انکی بدعت تراویح کے بدولت ہزاروں
ولد الزنا پیدا ہوتے ہونگے جو سب کے اہل سنت
کے امام بنتے ہونگے)
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبد الرزاق نے روایت
کی ہے انس سے کہ جب ختم قرآن کرتے (اس
میں نہ تراویح کا ذکر ہے نہ مجمع ناجائز کا) تو اپنے
اہل و عیال کو جمع کرتے پس اس کا جواب
یہ ہے کہ یہ حدیث تو خود اونہیں پر حجت ہے
کیونکہ اس سے صاف معلوم ہوا وہ اپنے گھر
میں ختم قرآن کرتے اور اپنے اہل و عیال
کو جمع کرتے اس واقعہ کو تمہارے ان
حرکات سے کیا واسطہ جو تم اونچے اونچے منبر
نصب کرتے ہو اور مقفی خطبہ پڑھتے ہو۔ مرد
عورت گتھ جاتے ہیں بچوں کا شور و غل قائم
ہوتا ہے ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوتا ہے جس سے
اسلام و ایمان کی آبرو جاتی رہتی ہے اس

جاتی ہیں تو خوب ہر طرح سے عطر لگاتی ہیں۔ ان سب سے بڑھکر مرد عورتوں کا اختلاط ہے کہ ایک دوسرے سے اس طرح ملکر بیٹھتے ہیں کہ ایک کا بدن دوسرے کے جسم سے ملصق ہو جاتا ہے یہانتک کہ ایک مرد نے پیچھے سے ایک عورت کو چمٹایا کہ بھرے مجمع میں بالکل غائب کردیا دوسری عورت نے مجھسے شکایت کی کہ میں مسجد میں مولوی صاحب کا وعظ سن رہی تھی کہ پیچھے سے ایک مرد نے چمٹایا صرف کپڑہ کا آڑ رہ گیا۔

اب میں لائق اڈیٹر کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ سے جہانتک ہو سکے ان سب قباحتوں کو حضرات عامہ تک پہونچائیے۔ اور اب تو آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ لف حریر کا مسئلہ کس غرض سے ایجاد ہوا ایسی ہی ضرورتوں کیلئے کہ کسی طرح حاکم شرع حد نہ جاری کر سکے مجمع عام میں اس طرح کارروائی ہو اور پھر کوئی بیحیائی کملائے۔

پھر وہی امام ابو شامہ آخر کتاب میں لکھتے ہیں ص۵۴ فصل

ومما ابتدع فی قیام رمضان فی الجماعۃ قراۃ سورۃ الانعام جمیعھا فی رکعۃ واحدۃ یخصونھا بذلک فی اخر رکعۃ من التراویح لیلۃ السابعۃ او قبلھا فعل ذلک اجدا عام الائمۃ للمساجد الجھال مستشہد الحدیث لا اصل لہ عند اھل الحدیث ولا دلیل فیہ ایضا یروی موقوفا علی علی و ابن عباس وانما ذکرہ بعض المفسرین مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی فضل سورۃ الانعام باسناد مظلم عن ابی معاذ عن ابی عصمۃ عن زید العمی وکل ھولاء ضعفاء عن ابی نظرۃ عن ابن عباس عن ابی بن کعب

اور منجملہ ان بدعتوں کے جو تراویح میں رائج کی گئی ہے سورہ انعام کا پڑھنا ہے ایک رکعت میں جو ساتویں تاریخ کو یا اسکے پہلے آخر رکعت تراویح میں پڑھتے ہیں اس فعل کے موجد بعض ائمہ جہال مسجد ہیں جنہوں نے استدلال کیا ہے ایک حدیث ضعیف سے جو کسی طرح اسکی دلیل نہیں کیونکہ وہ بطریق موقوف حضرت علیؓ اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں حالانکہ اصل میں یہ حدیث مرفوع ہے رسول اللہ سے جسے مفسرین نے فضیلت سورہ انعام میں بسند مظلم روایت کیا ہے ابی معاذ سے عن ابی عصمہ عن زید عمی یہ سب ضعیف ہیں روایت کرتے ہیں

على ما جرت به العادة ليس من
تتمة قراءتها كلها بل من وجوه اخر
الاول تخصيصه ذلك لسورة الانعام
دون غيرها من السور فيوهم ذلك
ان هذا هو سنة فيها دون غيرها
ولا امر بخلاف ذلك على ما تقرر
الثانى تخصيص ذلك بصلاة التراويح
دون غيرها من الصلوة بالركعة
الاخيرة منها دون ما قبلها من الركعات
الثالث ما فيه من التطويل على المأمومين
ولا سيما من يجهل ذلك من عادتهم
فيشق عليه فى تلك الركعة فيقلق و يضجر
ولا ينشط بالعبادة الرابع ما فيه من
مخالفة السنة من تقليل القراءة فى
الركعة الثانية عن الاولى حتى ان النبى
صلى الله عليه وسلم كان يجعلها فى
الظهر والعصر فى النصف من القراءة
فى الاولى وقد عكس صاحب هذه
البدعة قضية ذلك فانه يقرء فى
الركعة الاولى نحو آيتين من آخر سورة
المائدة و يقرء فى الثانية سورة الانعام
كلها بل يقرء فى تسع عشرة ركعة نحو
نصف حزب من المائدة و يقرء فى

قاعدہ یہی ہے جس بدعت کے موجد کا نام نہ
معلوم ہو اس کا حضرت عمر کو سمجھنا چاہیے۔
اسی طرح قرآن کی تقسیم پاروں پر اور رکوع
کا مقرر کرنا اور اعراب و مناسب کا پتہ تاریخ
سے لگائیے کہ ان باتوں کا کب سے رواج
ہوا یا ان سب کو بھی حضرت عمر کی بدعتوں
کی فہرست میں لکھیے گا۔

اڈیٹر صاحب کی اس تحریر کا یہ فقرہ نہایت
ہی قابل قدر ہے "ہر خلیفہ نے جو کام نمایاں ایسے
میں کیے سب تواریخ میں مذکور ہیں یہاں تک
کہ ذرا ذرا سے کام بھی لکھے ہوئے ہیں پس اگر
اس عظیم الشان امر کا رواج حضرت عثمان و علی
نے کیا ہوتا تو ضرور انکے کارناموں میں اسکا ذکر ہوتا"
کیوں صاحب دعوی تو یہ ہے کہ حافظوں کی
تقرری تراویح میں مثل آج کل کے زمانہ خلیفہ دوم
سے جاری ہے دلیل کیا ہے کہ اگر عثمان یا حضرت
علی اسکے مروج ہوتے تو ضرور ان کی سوانح
عمری میں لکھا جاتا کیونکہ ہر چھوٹے چھوٹے کام
لکھے گئے ہیں۔ تو کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ
حضرت عمر ہی اسکے موجد ہیں؟

ہر خلیفہ کا ادنی ادنی کام تو لکھا گیا۔ مگر عمر
صاحب کا یہ عظیم الشان کام نہ لکھا گیا۔ اسکے
کیا مطلب؟ حضرت عثمان و علی کیلئے تو اسکا

رکعة المؤتیة عشرین نحو حزب نصف وحزب وفی هذا ما فیه من البدعة ومخالفة الشریعة والتوفیق باللہ عز وجل ۔ الباعث ص ۳

ذکر ہونا تواریخ میں ضروری تھا مگر صاحب کیلئے غیر ضروری ۔ خدا کیلئے جناب مولوی معین القضاۃ صاحب سے اپنی اس عبارت کے مطلب کو سمجھا کر حل کیجئے تو قوم شکر گذار ہو

قولہ (۲)، آپکے اس دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود سورہ فاتحہ اور معوذتین کے کلام الٰہی ہونے میں اختلاف نہ کرتے تھے بلکہ ان کو صرف اس بات پر اصرار تھا کہ یہ سورتیں مصحف میں نہ لکھنی چاہییں وہ کہتے تھے کہ معوذتین صرف جھاڑ پھونک کیلئے نازل ہوئی تھیں انکا پڑھنا درست نہیں اسلئے مصحف میں نہ لکھنا چاہیئے رہی سورہ فاتحہ سو وہ چونکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے لہذا اسکے نسیان کا احتمال نہیں ہے پس اس کا بھی مصحف میں لکھنا بے سود ہے ۔ آپکی تحریر کا جواب میں دے چکا ہوں اگر کوئی بات میں نے آپکے خلاف مزاج لکھی ہو تو معاف فرمایئے اگر کسی جگہ پر مجھ سے خطا و غلطی ہو گئی ہو اور آپ اسکی اصلاح کر سکیں تو اصلاح کر دیجئے اور مجھے مطلع فرمایئے ۔

اقول اس کا جواب تفصیلی چونکہ گذر مذکور ہو لہذا دوسرے جواب کی ضرورت نہیں یہی عبارت کافی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۔۔۔ جلد ۲ الشمس

اتقان میں ہے قال ابن حجر فی شرح البخاری قد صح عن ابن مسعود انکار ذلک فاخرج احمد و ابن حبان عنه انه کان لا یکتب المعوذتین فی مصحفه واخرج عبد اللہ بن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردویه من طریق الاعمش عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید النخعی قال کان عبد اللہ بن مسعود یحک المعوذتین فی مصاحفه ویقول انهما لیستا من کتاب اللہ واخرج البزار والطبرانی من وجه اٰخر عنه انه کان یحک المعوذتین من المصحف ویقول انما امر النبی صلے اللہ علیه وسلم ان یتعوذ بهما وکان عبد اللہ لا یقرء بهما اسانیدها صحیحة قال البزار لم یتابع ابن مسعود علی ذلک احد من الصحابة وقد صح انه صلی اللہ علیه وسلم قرأهما

فی الصلاۃ قال ابن حجر نقول من قال انہ کذب علیہ مردود والطعن فی الروایات الصحیحۃ بغیر مستند لا یقبل بل الروایات صحیحۃ والتاویل محتمل قال وقد اولہ القاضی وغیرہ علی انکار الکتابۃ کما سبق قال وھو تاویل حسن الا ان الروایۃ الصریحۃ التی ذکرتھا تدفع ذلک حیث جاء فیھا ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ قال ویمکن حمل لفظ کتاب اللہ علی المصحف فیتم التاویل المذکور لکن قال من تامل سیاق الطرق المذکورۃ استبعد ھذا الجمع قال وقد اجاب ابن الصباغ بانہ لم یستقر عندہ القطع بذلک ثم حصل الاتفاق بعد ذلک وحاصلہ انھما کانا متواترین فی عصرہ لکنھما لم یتواترا عندہ انتھی وقال ابن قتیبہ فی مشکل القرآن لانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ بھما الحسن والحسین فاقام علی ظنہ ولا نقول انہ اصاب فی ذلک واخطا المہاجرون والانصار قال واما اسقاطہ الفاتحۃ من مصحفہ فلیس لظنہ انھا لیست من القرآن معاذ اللہ ولکنہ ذھب الی ان القرآن انما کتب وجمع بین اللوحین مخافۃ الشک والنسیان والزیادۃ والنقصان ورای ان ذلک مامون فی سورۃ الحمد لقصرھا ووجوب تعلمھا علی کل احد قلت واسقاطہ الفاتحۃ من مصحفہ اخرجہ ابو عبید باسناد صحیح کما تقدم فی اوائل النوع التاسع عشر۔

یعنی کہا ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ابن مسعود انکار کرتے تھے اس سے (سورہ حمد کے قرآن ہونے سے) کیونکہ روایت کی احمد اور ابن حبان نے کہ وہ نہیں گنتے تھے معوذتین کو قرآن سے۔ عبد اللہ ابن احمد نے تصریح کی ہے زیادات مسند میں اور طبرانی اور ابن مردویہ نے بطریق اعمش ابی اسحق عبد الرحمن بن یزید نخعی سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود حک کر کے چھیل ڈالتے تھے معوذتین کو مصاحف سے اور کہتے تھے کہ وہ دونوں نہیں ہیں کتاب اللہ سے تخریج کی ہے بزار

اور طبرانی نے بوجہ آخر کہ وہ چھیلتے تھے معوذتین کو قرآن سے اور کہتے تھے کہ حکم دیا تھا رسول اللہ صلعم نے اس سے تعوذ کا (تعویذ بنانے کا) اور عبداللہ ان دونوں کو نہیں پڑھتے تھے سندیں ان سب کی صحیح ہیں کہا بزار نے کہ کسی نے ابن مسعود کا اتباع نہیں کیا اس میں اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضرت نے ان دونوں کو پڑھا ہے نماز میں کہا ابن حجر نے پس قول اس کا جو قائل ہے اس کا کہ یہ کذب ہے وہ قول مردود ہے اور طعن روایات صحیحہ میں بغیر سند کے نہیں قبول کیا جاتا بلکہ روایتیں صحیح ہیں اور تاویل کی گنجایش ہے کہا (ابن حجر نے) کہ قاضی وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ صرف کتابت سے انکار کرتے تھے یہ تاویل بہت خوب ہے مگر روایتیں صحیح ہیں اس بارے میں جو اس تاویل کو رد کرتی ہیں کیونکہ یہ بھی تو اون میں ہے کہ وہ کہتے تھے یہ دونوں نہیں ہیں کتاب اللہ سے کہا کہ ممکن ہے یہ تاویل کیجاوے کہ کتاب اللہ سے مراد وہی مصحف ہے جو لکھا گیا تو تاویل پوری ہو جاویگی (یعنی کتاب اللہ سے مراد وہی لکھا ہوا قرآن ہے تو مطلب یہ ہوئے کہ یہ دونوں سورے لکھے ہوے قرآن سے نہیں ہیں) مگر کہا ابن حجر نے کہ جو شخص غور کریگا طرق مذکورہ میں وہ نہایت بعید سمجھے گا ایسی تاویل کو ابن صباغ نے یہ جواب دیا کہ انکے نزدیک تواتر اس کا نہیں مستقر ہوا تھا پھر اسکے بعد اتفاق حاصل ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل میں تو یہ دونوں سورے متواتر تھے مگر ابن مسعود کے نزدیک نہیں متواتر تھا کہا ابن قتیبہ نے مشکل قرآن میں کہ گمان کیا ابن مسعود نے کہ معوذتین قرآن سے نہیں ہے کیونکہ حضرت کو دیکھا کہ اس سے تعوذ کرتے تھے حسنین علیہما السلام کو پس وہ اپنے گمان پر باقی رہے ہم یہ نہیں کہتا کہ وہ اس میں صواب پر تھے اور مہاجرین و انصار نے خطا کی اور سورہ فاتحہ کو اس وجہ سے نکال ڈالا قرآن سے کہ قرآن اس غرض سے لکھا گیا تھا کہ شک نسیان اور زیادتی و نقصان سے محفوظ رہے۔ اور سورہ حمد تو اس خوف سے محفوظ تھا نہ اس خیال سے کہ اس کو قرآن نہیں جانتے تھے سیوطی کہتے ہیں کہ ابن مسعود کا سورہ فاتحہ کو قرآن سے نکالنا بسند صحیح ثابت ہے جیسا کہ اخراج کیا ابو عبیدہ نے اور گذر چکا

نوع تاسع عشر ص صفحہ ۱۰۲ اتقان

کہیے اڈیٹر صاحب! اب بھی آپکے شیخ الاسلام نے اس غلطی سے قطعی البعد ہونیکا اقرار کیا یا نہیں؟ کیونکہ وہ صاف لکھ رہے ہیں "ابن مسعود کہتے تھے وہ دونوں نہیں ہیں کتاب اللہ" تین روایت میں یہ قول خاص ابن مسعودؓ کا موجود ہے اور کیسے کیسے ثقاۃ محدثین اسکے راوی ہیں۔ اب بھی آپ نہ مانئے تو آپ کو کون منا سکے۔

قولہ آپنے اپنی اس تحریر کے ساتھ دو رسالہ عیسائیوں کے بھی بھیجے تھے جن میں سے ایک تو بحث تحریف سے متعلق ہے جس کا جواب میری تحریرات میں آچکا دوسرا رسالہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق ہے میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا اور مجھے ان ناحق شناسوں کی عقل ودانش پر سخت تعجب آیا مختصر طور پر میں اس رسالہ کے متعلق دو ایک باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اقول مجھے اس تحریر سے کوئی غرض نہیں صرف یہ دکھانا ہے کہ تصنیف وتالیف میں آپکو کیسا حسن سلیقہ ہے کہ جس مضمون کو آپ بحیثیت کتاب شایع کرتے ہیں اور اس کا نام مناظرہ اور اظہار حق رکھا ہے اُس کتاب سے اس مضمون کو کیا ربط ہے۔ کیا آپ اخبار میں یہ مضمون نہیں لکھ سکتے تھے۔

دوسرے یہ کیسی اسلامی غیرت ہے کہ آپ بحث تحریف قرآن لکھ رہے ہیں آپکا ایک برادر دینی اسپر نیک نیتی سے اعتراض کر رہا ہے اور رد کتابیں عیسائیوں کی بھیجتا ہے آپ اس کتاب کو یہ کہکر ٹال رہے ہیں "مفصل جواب اس رسالہ کا تو انشاء اللہ پھر اور کسی وقت لکھا جائیگا"

کیوں صاحب وہ وقت کون سا مقرر ہے کیونکہ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ میں وعدہ کیا گیا ہے اور آج محرم ۱۳۳۹ھ ہے ابھی تک تو ایفا نہوا۔ ایکسال تمام ہوا اور وہ وعدہ یوں ہی رہ گیا کیا یہی اسلامی غیرت ہے کہ اہل بیت رسول اطہار کی شان میں بے ادبی کی فرصت ہے ہزاروں مغلظات گالیاں دینے کی مہلت ہے مگر ایک عیسائی کے جواب کی فرصت نہیں

جو ادھر متوجہ ہوں

کہاں ہیں وہ مسلمان! کہاں ہیں وہ مدعی اسلام جو اس اخبار ضلالت شعار کو اسلامی اخبار کہتے ہیں اور اس کی یہ حالت کہ عیسائیوں کے جواب سے تو چشم پوشی کرے اور اہلبیت اطہار کی دشنام دہی کو اپنا ایمان سمجھیں۔

اڈیٹر صاحب نے جو چند سوالات عیسائیوں سے کئے ہیں اور جو کچھ بیان کیا ہے افسوس کہ میں اوس کی نسبت اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکتا۔ مگر اتنا سمجھائے دیتا ہوں کہ معمول طریق سے جواب دینا چاہیے مگر آپ کیا جواب دے سکتے ہیں جب اشرف الانبیا کو آپ خاطی اور غیر معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنے خلیفہ کو حضرت کی غلطیوں کا بار بار درست کرنے والا مانتے ہیں۔ قرآن میں عمر کی رائے عمر کا قول داخل سمجھتے ہیں

اب سے بھی مذہب حق قبول کیجیے تو آپ کا دین و ایمان درست ہو کیونکہ نہ اس کے بغیر آپ نبی کو نبی کہہ سکتے ہیں نہ قرآن کو قرآن مان سکتے ہیں۔

کیوں صاحب جب آپ کے امام اعظم موجد قیاس تھے اور قیاس پر عمل کرتے تو دوسروں کو قیاس سے کیوں روکتے ہیں جب آپنے رواج حفاظ قرآن کو تراویح کیلئے اپنے قیاس سے تجویز کیا تو مسٹر اکبر مسیح صاحب کے قیاس کو کس عقل سے روکتے ہیں۔

مسٹر اکبر مسیح بیشک عیسائی ہیں اور ہر عیسائی مخالف اسلام ہے مگر اسکے یہ مطلب نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے قیاس سے کام لیں ان کو ہر دعوے پر دلیل مسلم اہل اسلام سے استدلال کرنا چاہیے نہ اپنی خیالی تقریر سے کیونکہ مناظرہ کی غرض اگر یہ ہے کہ ہم ہٹ دھرمی سے اپنے حریف کو ہرا دیں تو اسکا ہر شخص مجاز ہو مگر انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے۔

کم سے کم وہ یہ دیکھتے کہ قرآن کی تعلیم اور موجودہ انجیل و توریت کی تعلیم میں کیا نسبت ہے تو بھی انکو اپنے خیال کی غلطی کھل جاتی۔ اس میں تو شبہہ نہیں کہ جس نے توراۃ کو دیکھا ہو اُسے معلوم ہو یہ کتاب ایک تاریخی کتاب ہے اس میں زیادہ تر انبیا کے حالات دور از قیاس لکھے ہیں جو اکثر تواریخ کی بنیاد ہے مگر دیکھیے اس کی تعلیم کیسی خراب ہو کہ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اسے نہیں مان سکتا میں مثال کے طور پر قرآن کی چند آیتیں حضرت لوط نبی کی نسبت لکھتا ہوں اور پھر توراۃ کی

عبارت جس کے بعد ایک اندھا بھی حکم لگا دیگا کہ قرآن میں کہاں تک اسکی تعلیم کیگئی ہے یا اوسکی
تعلیم کی غلطی بتائی گئی ہے جسکے بعد پھر کسی فیصلہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی -

(سورۂ اعراف) ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين ٥ انكم لتاتون الفاحشة شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون ٥ وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قريتكم انهم اناس يتطهرون ٥ فانجيناه واهله الا امرأته كانت من الغابرين ٥ وامطرنا عليهم مطرا فانظر كيف كان عاقبة المجرمين ٥

اور (یاد کرو) لوط کو جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم لوگ ایسے بُرے فعل کو مرتکب ہوتے ہو کہ تمہارے قبل تمام عالم میں کسی نے اسکو نہیں کیا ضرور تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے رغبت کرتے ہو بلکہ تم لوگ قوم مسرفین سے ہو۔ اور قوم لوط کا جواب نہ تھا مگر یہ کہ سب کہنے لگے کہ نکالدو ان لوگونکو اپنے قریہ سے یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں تو ہمنے لوط کو اور اونکے اہل کو عذاب سے نجات دی مگر بی بی اون کی کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھیں اور ہمنے اُن سب پر (پتھر وںکا) مینہ برسایا پس دیکھ لینا کیسا انجام گنہگاروںکا ہوا۔

(سورہ ہود) ولما جاءت رسلنا لوطا سيء بهم وضاق بهم ذرعا وقال هذا يوم عصيب ٥ وجاءه قومه يهرعون اليه ومن قبل كانوا يعملون السيئات قال يقوم هؤلاء بناتي هن اطهر لكم فاتقوا الله ولا تخزون في ضيفي اليس منكم رجل رشيد ٥ قالوا لقد علمت ما لنا في بناتك من حق وانك لتعلم ما نريد ٥ قال لو ان لي بكم قوة او اوي الى ركن شديد ٥ قالوا يا لوط انا رسل ربك لن يصلوا اليك فاسر باهلك بقطع من الليل ولا يلتفت منكم احد الا امراتك انه مصيبها ما اصابهم ان موعدهم الصبح اليس الصبح بقريب ٥ فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها وامطرنا عليها حجارة من سجيل منضود ٥ مسومة عند ربك وما هي من الظالمين ببعيد ٥

اور جب ہمارے پیغامبر (فرشتے) آئے لوط کے پاس تو بُرا معلوم ہوا اونکو اور تنگدل ہوگئے اونسے اور
لگے کہ یہ روز بہت سخت ہے اور آئے لوط کے پاس اُنکی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اور اسکے قبل وہ لوگ

بُرے کام کیا کرتے تھے تو اونھوں نے کہا اے قوم یہ میری بیٹیاں ہیں یہ زیادہ پاکیزہ ہیں تمہارے
لیے خدا سے ڈرو اور رسوا نہ کرو میرے مہمان کے باب میں کیا تم میں سے کوئی سمجھدار آدمی نہیں ہے
کہنے لگے قوم کے لوگ کہ آپکو تو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کو آپکی بیٹیوں میں کوئی حق حاصل نہیں ہے اور ہمارے
ارادہ سے بھی آپ بخوبی واقف ہیں۔ لوط نے جواب دیا کاش مجھ کو تمہارے (مقابلہ کی) قوت ہوتی
یا کسی مضبوط جگہ میں سکونت کرتے۔ فرشتوں نے کہا اے لوط ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں
ہرگز تم تک ان لوگوں کا دسترس نہ ہوگا تو تم کچھ رات رہے اپنے اہل کو لیکر چلے جاؤ اور کسی کی طرف
توجہ نہ کرو مگر تمہاری بی بی کہ ضرور خدا اوسپر بھی پہنچانیوالا ہے جو کچھ (عذاب) کہ انلوگوں پر پہنچیگا
وقت مقرر انکا وقت صبح ہے کیا صبح قریب نہیں ہے پھر جب نازل ہوا امر (عذاب) ہمارا بنا دیا ہمنے اس
قریہ کے حصہ بلند کو پست اور اس پر برسایا پتھر کنکر جمے ہوئے کھرنچے ہے جس پر نشان کیا ہوا تھا
پیش پروردگار سے اور نہیں ہے وہ ظالموں سے دور

(سورۂ حجر) قال فما خطبکم ایها المرسلون قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین الا ال لوط
انا لمنجوهم اجمعین الا امرأته قدرنا انها لمن الغابرین فلما جاء ال لوط المرسلون
قال انکم قوم منکرون قالوا بل جئناک بما کانوا فیه یمترون واتیناک بالحق وانا
لصادقون فاسر باهلک بقطع من اللیل واتبع ادبارهم ولا یلتفت منکم احد و
امضوا حیث تؤمرون وقضینا الیه ذلک الامر ان دابر هولاء مقطوع مصبحین
وجاء اهل المدینة یستبشرون قال ان هولاء ضیفی فلا تفضحون واتقوا الله ولا
تخزون قالوا اولم ننهک عن العالمین قالوا هولاء بناتی ان کنتم فاعلین لعمرک انهم
لفی سکرتهم یعمهون فاخذتهم الصیحة مشرقین فجعلنا عالیها سافلها وامطرنا
علیهم حجارة من سجیل ان فی ذلک لایت للمتوسمین۔

پھر کہا ابراہیم نے کیا امر مہم ہے تمہارا اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے جواب دیا اونھوں نے
ہم بھیجے گئے ہیں گنہگار قوم کی طرف مگر آل لوط کو ہم ضرور اون سب کو بچا لینگے مگر اونکی عورت کو
کہ مقدر کیا ہے ہمنے کہ وہ رہجانیوالوں میں سے ہیں (اپنی قوم میں) جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط
کے پاس آئے تو لوط نے کہا تم لوگ غیر شناسا قوم ہو کہا اون سبنے بلکہ ہم آئے ہیں سبب اسکے

(تمہاری قوم والے) عذاب کی بات میں شک کرتے تھے اور ہم حق لیکر آئے ہیں اور ہم لوگ سچے ہیں پس
تم رات رہے اپنے اہل کیساتھ نکل جاؤ اور تم ان سب کے پیچھے رہنا اور تم میں سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔
اور سب کے سب چلے جاؤ جہاں تمہیں حکم دیا جاتا ہو اور حکم کیا ہم نے لوط کیطرف اس امر کا کہ جڑ اس
قوم کی قطع کیجاویگی صبح ہوتے ہوتے۔ اور خوشیاں مناتے ہوئے شہر کے لوگ آئے کہا لوط نے
اون سے کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کے باب میں مجھے فضیحت نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور مجھ کو رسوا نہ کرو وہ لوگ
کہنے لگے کہ آیا تمہیں ہم نے منع نہیں کر دیا تھا تمام عالم سے (کہ لوگوں کو نہ آنے دیا کرو) کہا لوط نے یہ میری بیٹیاں
ہیں اگر تم ان سے نکاح کرو قسم تیری عمر کی یہ قوم لوط بدمستی میں اپنی جھوم رہی تھی کہ آلیا اونکو ایک
آواز نے صبح ہوتے ہوتے۔ پھر ہم نے الٹ کر ڈالا مقام بلند کو اس قریہ کے پست اور برسایا انپر
پتھر و کھنگل سے ضرور اس واقعہ میں نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کیلئے۔

(سورہ انبیا) ولوطا اتیناہ حکما وعلما ونجیناہ من القریۃ التی کانت تعمل الخبائث
انھم کانوا قوم سوء فاسقین وادخلناہ فی رحمتنا انہ من الصالحین

اور لوط کو ہم نے اختیارات دیئے اور علم اور بچایا ہم نے اونکو اسکے قریہ سے جہاں کے لوگ برے
کام کیا کرتے تھے وہ برے بدکار لوگ تھے اور لوط کو داخل کیا ہم نے اپنی رحمت میں وہ نیک
بندوں میں سے تھے۔

(سورہ شعرا) کذبت قوم لوط المرسلین اذ قال لھم اخوھم لوط الا تتقون انی لکم
رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون وما اسئلکم من اجر ان اجری الا علی رب العالمین
اتاتون الذکران من العالمین وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم
قوم عادون قالوا لئن لم تنتہ یالوط لتکونن من المخرجین قال انی لعملکم من القالین
رب نجنی واھلی مما یعملون فنجیناہ واھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغابرین ثم
دمرنا الاخرین وامطرنا علیھم مطرا فساء مطر المنذرین ان فی ذلک لایۃ
وما کان اکثرھم مومنین وان ربک لھو العزیز الرحیم۔

جھٹلایا قوم لوط نے پیغمبروں کو جبکہ اون سے انکے بھائی لوط نے کہا کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے
میں تمہارا امانت دار رسول ہوں ڈرو خدا سے اور اطاعت کرو اور نہیں چاہتا میں اسپر اجر

نہیں ہے میرا اجر مگر خداوند عالم پر کیا تم تمام عالم کے لڑکوں پر توجہ کرتے ہو اور کنارہ کشی کرتے
ہو اوس سے جو تمہارے پروردگار نے تمہارے لیے بیبیاں پیدا کی ہیں بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ حد سے
باہر نکل گئے ہو جواب دیا ان کی قوم نے اگر اے لوط باز نہ رہو گے (اس نصیحت سے) البتہ ہو گے تم
نکال دیے ہوئے لوگوں میں کہا لوط نے میں تمہارے اس کام سے بیزار ہوں خداوندا نجات
دے مجھکو اور میرے اہل کو اس چیز سے کہ یہ لوگ کرتے ہیں پس بچایا ہمنے اُنکو اور اونکے سب اہل والوں کو مگر
ایک بوڑھی عورت کو کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں رہی (اور مبتلائے عذاب ہوئی) پھر ہلاک کیا
ہمنے اور لوگوں کو اور برسایا اوپر پتھر کا مینہ پس کیا ہی برا ہوا باران ڈرائے گئے لوگوں کا ضرور
ضرور اس میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے اکثر لوگ قوم لوط کے ایمان والے۔

(سورہ نمل) وانجینا الذین آمنوا وکانوا یتقون ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ
وانتم تبصرون ائنکم لتاتون الرجال شہوۃ من دون النسا بل انتم قوم تجہلون
فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوا آل لوط من قریتکم انہم اناس یتطہرون
فانجیناہ واہلہ الا امراتہ قدرناہا من الغابرین وامطرنا علیہم مطرا فساء
مطر المنذرین قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اللہ خیر اما یشرکون
اور بچا لیا ہمنے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور پرہیزگار تھے اور لوط کو جبکہ کہا انھوں نے
اپنی قوم سے کیا تم مرتکب ہوتے ہو برے کام کے درحالیکہ تم دیکھتے ہو کیا تم بشہوت مردوں کے
پاس آتے ہو اور عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو بات تو یہ ہے کہ تم بڑے بیسمجھ لوگ ہو تو لوط کی قوم کا جواب
نہ تھا مگر یہ کہ کہا اون لوگوں نے نکالدو آل لوط کو اپنے قریہ سے یہ لوگ پاک و صاف بنتے ہیں پس
نجات دی ہمنے (عذاب سے) لوط اور اون کے اہل کو مگر اون کی بی بی کو کہ مقدر کیا ہمنے اوسکو
کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی اور برسایا ہمنے اون پر (پتھر کا مینہ) پس برا ہوا باران ڈرائے گئے
لوگوں کا کہو اے پیغمبر شکر خدا ہے۔ اور سلامتی ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں برگزیدہ کیا اُسنے آیا خدا
بہتر ہے یا وہ چیزیں جنکو یہ لوگ شریک خدائی ٹھہراتے ہیں۔

(سورہ عنکبوت) ولما جاءت رسلنا ابراہیم بالبشری قالوا انا مہلکوا اہل ہذہ
القریۃ ان اہلہا کانوا ظالمین قال ان فیہا لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیہا لننجینہ واہلہ

الا امرأته کانت من الغابرین ولما ان جاءت رسلنا لوطا سیٓ بهم وضاق بهم ذرعا وقالوا لا تخف ولا تحزن انا منجوک واهلک الا امرأتک کانت من الغابرین انا منزلون علی اهل هذه القریة رجزا من السماء بما کانوا یفسقون ولقد ترکنا منها آیة بینة لقوم یعقلون۔

اور جبکہ آئے فرشتے بشارت لیکر ابراہیم پاس کہنے لگے کہ ہم لوگ ہلاک کرنے والے ہیں اس قریہ والوں کو (لوط کے) کیونکہ اس کے باشندے بڑے سرکش ہیں ابراہیم نے کہا کہ اوس میں لوط ہیں وہ بولے ہم لوگ جانتے ہیں جو کہ اس قریہ میں ہیں ہم ضرور لوط اور اون کے قوم کو بچالیں گے مگر انکی عورت کو کہ وہ پیچھے رہنے والی ہے اور جب ہمارے فرشتے آئے لوط کے پاس ناخوش ہوئے ہوا اور بہت ضیق ہوئی انکو اور کہنے لگے وہ سب کہ تم خوف نہ کرو اور نہ رنجیدہ ہو ہم لوگ تمکو بچالیں گے اور تمہارے اہل کو مگر تمہاری عورت کو کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی ہم لوگ نازل کرنے والے ہیں اس قریہ والوں پر ایک آفت آسمان سے بسبب انکی بدکاریوں کے اور اس سے ہمنے چھوڑا ایک کھلی ہوئی آیت عقلمند قوم کیلئے۔

(سورہ تحریم) ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاهما فلم یغنیا عنهما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین۔

ان لوگوں کیواسطے خدانے ضرب المثل کیا جو کافر ہوئے نوح کی بی بی اور لوط کی بی بی کو کہ تھیں وہ دونوں تحت تصرف میں ہمارے صالح بندوں کے پس خیانت کی ان دونوں کے شوہر دبا وجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہا گیا ان دونوں کو کہ داخل ہو جہنم میں داخل ہونیوالوں کے ہمراہ۔

یہ ہے قرآن کی تعلیم جسے خداوند عالم نے چند سوروں میں بیان کیا اب اسکے مقابلہ میں توراۃ کی تعلیم ملاحظہ ہو صفحہ

باب ۱۹ اس بیان میں کہ لوط دو فرشتوں کی معافی کرتا سدوم کے لوگ اندھے کیے جاتے لوط حکم پاکے اپنے بچاؤ کیواسطے شہر سے نکلتی اور پہاڑ کیطرف بھاگتا اجازت پاکے ضغر میں رہتا

سدوم اور عمورہ غارت کیے جانے - لوط کی جورو نمک کا کھمبا بن جاتی لوط ایک مغارہ میں
مقام کرتا لوط کی بیٹیوں کا بڑا گناہ اور موآب اور بن عمی کی پیدائش کیونکر ہوئی ''

اور وے دو فرشتے شام کو سدوم میں آئے اور لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا تھا اور لوط اونہیں دیکھکر اون کے استقبال کو اوٹھا اور آپ سرزمین پر ٹک جھکایا اور کہا اے میرے خداوندو اب توجہ کر کے تم اپنے بندے کے گھر چلیئے اور رات بھر رہیے اور اپنے پاؤں دھوئیے فجر کو اوٹھکر اپنی راہ لیجیے اور اونھوں نے کہا نہیں ہم رات بھر راہ میں رہیں گے پر جب اوسنے ان سے بہت منت کی تب وے اوسکی طرف پھرے اور اوس کے گھر گئے اور اوس نے انکی مہمانی کی اور فطیری روٹی اونکے لیے پکائی اور اونھوں نے کھائی -

اور اس سے پہلے کہ وے لیٹے شہر کے مردوں یعنی سدوم کے مردوں نے جوان سے لیکر بوڑھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے اوسکو گھیر لیا اور اونھوں نے لوط کو پکار کے اوس سے کہا کہ وے مرد جو آج کی رات تیرے یہاں آئے کہاں ہیں وے نہیں ہمارے پاس لا تا کہ ہم اونسے صحبت کریں تب لوط دروازے سے اُن کی پاس باہر گیا اور کنواڑ اپنے پیچھے بند کیا اور کہا کہ اے بھائیو! ایسا برا کام نہ کیجیو -

اب دیکھو میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں مرضی ہو تو اونکو تمہارے پاس نکال لاؤں اور جو تمہاری نظر میں پسند ہو اون سے کرو مگر ان مردوں سے کچھ کام نہ رکھو کیونکہ وے اسی واسطے میری چھت کے سایہ میں آئے تب وے بولے کہ ہٹ جا پھر انھوں نے کہا کہ یہ ایک شخص یہاں گزران کرنے آیا سو حاکمی کیا چاہتا ہے اب ہم تیرے ساتھ ان سے زیادہ بدسلوکی کرینگے تب وے اس مرد یعنی لوط پر حملہ کرنے آئے اور کنواڑ کی طرف لپکے تب ان مردوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھر کے دروازے پر تھے کیا چھوٹے کیا بڑے اندھا کر دیا سو وہ دروازہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے -

تب اون مردوں نے لوط سے کہا کیا یہاں تیرا اور کوئی ہے داماد یا بیٹے یا بیٹیاں اور جو کوئی تیرا اس شہر میں ہو تو اوسے لیکر اس مقام سے نکل جا کیونکہ ہم اس مقام کو غارت کرینگے اس لیے کہ انکا چلانا خداوند کے حضور میں بہت بلند ہوا اور خداوند نے اس کے غارت کرنیکو ہمیں بھیجا

تب لوط باہر جا کے اپنے دامادوں سے جنہیں اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں بولا اور اون سے

کہا کہ اُٹھو اور اس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند عالم اس شہر کو غارت کریگا لیکن وہ اپنے داما دوں کی نظر میں مضحک سا معلوم ہوا۔

جب صبح ہوئی فرشتوں نے لوط سے تاکید کرکے کہا کہ اُٹھ اپنی جورو اور اپنی دو بیٹیاں جو یہاں موجود ہیں لے ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس شہر کی بدی میں گرفتار ہو کے ہلاک ہوجاوے اور جب وہ دیر کرتا تھا اون مردوں نے اس کا اور اس کی جورو کا اور اس کی دونوں بیٹیوں کا ہاتھ پکڑا کیونکہ خداوند عالم کی مہربانی اسپر ہوئی اور اس نے نکالکر شہر سے باہر پہنچا دیا۔

اور ایسا ہوا کہ جب وے ان کو باہر نکال لائے تو اس نے کہا اپنی جان لیکر بھاگ پیچھے مت دیکھ اور میدان میں کہیں مت ٹھہر۔ پہاڑ پر بھاگ جا نہ ہو کہ ہلاک ہوجائے۔

اور لوط نے ان سے کہا کہ اے میرے خداوند ایسا نہو۔ کہ اب دیکھ تو نے اپنے بندے پر رحم کی نظر کی اور تو نے مجھپر ایسا بڑا فضل کیا کہ میری جان بچائی میں اب پہاڑ پر نہیں بھاگ سکتا۔ نہو کہ مجھ پر ایسی کوئی مصیبت پڑے کہ میں مرجاؤں اب دیکھ یہ شہر قریب ہے کہ میں اس میں بھاگ جاؤں اور وہ چھوٹا ہے۔ مرضی ہو تو وہاں بھاگ کر جاؤں کیا وہ چھوٹا نہیں ہے میری جان بچیگی تب اوسنے اسے کہا کہ دیکھ میں نے اس بات میں بھی تیری غرض قبول کی کہ اس شہر کو جس کیواسطے تو نے کہا غارت نکرونگا جلدی کر اور اُدھر بھاگ کیونکہ جب تک تو وہاں نہ پہونچے میں کچھ نہیں کرسکتا ہوں اس واسطے اس شہر کا نام ضغر رکھا گیا۔

اور جس وقت لوط ضغر میں داخل ہوا سورج کی روشنی زمین پر پھیلی تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کیطرف سے آسمان پر سے برسائی اور اوس نے ان شہروں کو اور اس سارے میدان کو اور ان شہروں کے سب رہنے والونکو اور سب کچھ جو زمین سے اوگا تھا نیست کیا

مگر اس کی جورو نے اسکے پیچھے پھر کے دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔

اور ابرہام فجر کو سویرے اوٹھکے اس جگہہ گیا جہاں وہ خداوند کے حضور کھڑا تھا اور سدوم اور عمورہ اور اس تمام میدان کی زمین کی طرف نظر کی اور کیا دیکھا کہ دیکھ زمین پر سے دھواں بھٹے کا سا دھواں اُٹھ رہا ہے۔

اور ایسا ہوا کہ جب خدا نے اُس میدان کے شہروں کو نیست کیا تو خدا نے ابرہام کو یاد کیا اور ان شہروں کو جہاں لوط رہتا تھا غارت کرتے ہوئے لوط کو اس بلا سے بچایا۔

اور لوط ضغر سے اپنی دونوں بیٹیوں سمیت نکل کر پہاڑ پر جا رہا کیونکہ ضغر میں رہنے سے دہشت ہوئی اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگیں تب بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلاویں اور اس سے ہم بستر ہوویں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور بڑی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی پر اُس نے اسکے لیٹتے اور اُٹھتے وقت نہ جانا اور دوسرے روز ایسا ہوا کہ بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی آؤ آج رات بھی اُسکو مے پلاویں اور تو بھی جا کے اُس سے ہم بستر ہو کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات کو بھی اُنہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی اُٹھ کے اُس سے ہم بستر ہوئی اور اُسنے اُسکے لیٹتے وقت اور اُٹھتے وقت اُسے نہ جانا سو لوط کی دونو بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی ایک بیٹا جنی اور اُسکا نام موآب رکھا وہ موآبیوں کا جو آج تک ہیں باپ ہوا اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اور اسکا نام بن عمی رکھا وہ بنی عمون کا جو آج تک ہیں باپ ہوا۔"

افسوس ہے کہ ہمارے پاس نہ مسٹر اکبر مسیح کا اصل رسالہ ہے نہ اڈیٹر صاحب نے پوری عبارت انکی نقل کی جو میں زیادہ تفصیل سے لکھوں مگر قرآن اور توریت کی ان عبارتوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک تعلیم توریت کا اثر حضرت پر تھا یا حضرت نے ان سے اخذ کیا کیونکہ اگر قرآن کی ترتیب علمائے یہود و نصارے کے کلمات سے یا توریت کے مضامین سے ہوتی تو آخری حصہ اس مضمون کا کیوں ترک کیا جاتا۔

ہاں جو لوگ صاحب فہم ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ چونکہ علمائے یہود نے توریت مقدس میں غلط واقعات بھر دئے تھے لہذا خداوند عالم نے اس ایک واقعہ کو متعدد سوروں میں بیان کیا تاکہ اس سے غلط فہمی کی اصلاح ہو جو توریت و علمائے یہود کے ذریعہ سے

ایک نبی خدا کی نسبت پھیلی تھی کہ معاذ اللہ اس نبی نے عالم مستی میں اپنی بیٹیوں سے ہم بستری کی اور اس سے اولاد ہوئی جس سے دو عظیم الشان خاندان کی بنیاد پڑی۔

آپ تکرار مضامین قرآن سے بہت اچھی طرح اس نتیجہ پر بھی پہنچ سکتے ہیں کہ انبیاء سلف کے حالات کو جو اس طرح تکرار اور تاکید سے بیان کیا ہے اسکی ایک غرض یہ بھی تھی کہ اسطرح وہ واقعات ہر خاص و عام کے ذہن نشین کر دیے جائیں کہ ہر شخص اصلی حالات سے مطلع رہے اور یہود و نصاریٰ کے غلط افتراؤں کا رد کر سکے کیونکہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں یہود کی ایسی کثرت تھی کہ کوئی جگہ کوئی قوم انکے خیالات فاسدہ سے خالی نہ تھی۔ یہانتک کہ خود مسلمانوں میں صحابۂ رسول میں بالخصوص وہ لوگ زیادہ شریک اور صاحب اقتدار تھے جو یہودی خیالات کے مانے ہوئے تھے لہذا نہایت ضرورت تھی کہ خداوند عالم اپنے انبیا کی حفاظت کرے اور غلط واقعات کی جگہ صحیح حالات کو پھیلائے کہ کچھ لوگ بھی اصلی حالات سے واقف ہو کر ان یہود سرشتوں کی اصلاح کریں۔

توریت نے جو الزام حضرت لوط اور انکی بیٹیوں پر قائم کیا ہے ایک ایسا الزام ہے کہ رذیل سے رذیل قوم اور بےحیا سے بےحیا عورت بھی اس کی مرتکب نہ ہوگی کہ اپنے باپ کو شراب پلا کر مستی میں اُس سے جماع کرائے چہ جائیکہ حضرت لوط کی بیٹیوں کی نسبت یہ قبول کیا جائے۔ ابتدائی واقعات ایک ایسی تعلیم کی خبر دیتے ہیں جس سے انبیا کی نسبت انکی نیکی اور قوت قدسیہ کا اظہار ہوتا ہے کہ کس طرح اپنی قوم کی ہدایت کی اور کس طرح انکی فہمائش کی یہانتک کہ آپ نے فرمایا "دیکھو میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں مرضی ہو تو اُن کو تمہارے پاس باہر نکال لاؤں" جسکی غرض صرف اسقدر تھی کہ وہ اس عمل شنیع خلاف فطرت سے باز آئیں اور سلسلۂ نکاح کی طرف راغب ہوں۔

اسی قدر واقعہ صحیح تھا جو توریت میں بھی بیان ہوا اور قرآن میں بھی بیان ہوا مگر آخری واقعہ توریت کا ایسا مخرب اخلاق اور بیہودہ حرام کاری کا پھیلانے والا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

خدا رحم کرے اُن مدعیان اسلام پر جو بظاہر مدعی تو ہیں اسلام کے مگر مسائل وہ رائج

کرتے ہیں جن کی توریت میں ہدایت ہے مگر اسقدر فرق ہے کہ توریت میں حضرت لوط کی بیٹیوں کا عمل اس طرح پر لکھا ہے کہ اُنہوں نے اپنے باپ کو شراب پلاکر بدحواس کرنے کے بعد کامیابی حاصل کی اور فقہ ابوحنیفہ میں صرف نکاح کرلینے سے یہ بات حاصل ہوجاتی ہے کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی جسکے ساتھ لذت حاصل کرو کوئی حد نہیں کیونکہ زنا نہیں۔

ہم بہت افسوس کرتے ہیں کہ حسب بیان اڈیٹر صاحب مسٹر اکبر شیخ نے صرف ملاقات علمائے یہود و نصاریٰ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت نے ان سے مضامین اخذ کئے اور انکو وحی قرار دیا حالانکہ اہلسنت کی روایتیں اس سے زیادہ واضح طور پر بتارہی ہیں کہ خود عمر صاحب توریت لکھواکر لاتے۔ حضرت دانیال کی کتاب نقل کراکر لاتے اور سناتے جس سے ان کا خیال چست ہوجاتا ہے کہ یہ سب انہیں صحابہ یہود طینت کی کارروائیوں سے ترتیب دیا گیا مگر یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ بجائے اسکے کہ ایک صحیح دماغ شخص اس سے مخل الحواس ہو اور اسکا عقیدہ اور خیال درست ہوتا ہے کیونکہ نہ وہ توریت ہی دنیا سے مفقود ہے جسے توریت کہتے ہیں اور نہ وہ انجیل ہی غائب ہے جسکا نام انجیل رکھا گیا ہے۔

قرآن۔ توریت اور انجیل کو مقابلہ کرکے دیکھ لو کس کی کیا تعلیم ہے کیونکہ اگر قرآن کا ماخذ وہی توریت و انجیل ہوتا تو اسکی تعلیم بھی ویسی ہی لغو اور بیہودہ ہوتی۔ حالانکہ قرآن کی تعلیم ایک ایسے اعلےٰ اصول پر ہے جس سے کوئی ذی عقل انحراف نہیں کرسکتا۔

اڈیٹر صاحب ان انبیا کی نبوت کے بھی درہمی و برہمی کا ادعا کرتے ہیں جو عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ دونوں میں مساوات نہیں ہوسکتی کہ وہ انبیا تو خاندان نبوت سے تھے ان کی ابتدائی تعلیم فطرت سے یوں ہی تھی بخلاف ہمارے خاتم الانبیا کے جو ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے جہاں کوئی نبی ہوا ہی نہیں۔

پھر حضرت موسےٰ یا حضرت عیسےٰ نے اپنی توریت یا انجیل کو بطور معجزہ نہیں پیش کیا جو اخذ و تعلیم سے کوئی اثر اسپر پڑے بخلاف قرآن کے جو بطور تحدی پیش کیا گیا اسلئے یہ ہونا کہ اس نے دوسروں سے اخذ کرکے ایک کلام مرتب کیا سخت عبرتناک ہے لہذا یہ جواب بالکل ناکافی ہے ہر نبی کی نسبت یہی قیاس ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے ہمعصر یا اپنے

پہلے لوگوں سے یہ خیالات اخذ کئے اور انکو وحی کے نام سے موسوم کیا۔

بلکہ صحیح جواب اسکا وہی قرآن کا تحدی کرنا ہے جو بار بار سب سے کہہ رہا ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ کیونکہ اگر یہود و نصاریٰ آپ کے معلم ہوتے اور ان سے آپ مسائل دین کو اخذ کئے ہوتے تو باعلان تمام وہ کہہ سکتے تھے کہ تم کیا دعوے کر رہے ہو یہ سب باتیں تو تم نے ہم سے اخذ کیں اور پھر ہمارے سامنے یہ دعوے کرتے ہو۔

یہود و نصاریٰ کو جو عداوت حضرت سے یا اسلام سے تھی وہ ایسی نہیں ہے کہ کسی سے مخفی ہو اگر ذرہ برابر بھی اسکا وجود ہوتا تو نہ حضرت ایسا دعوے کر سکتے نہ وہ لوگ چلنے دیتے بلکہ نہایت آزادی سے آپ کو ہر موقع پر روکتے اور ٹوکتے کیونکہ یہ بھی ظاہر ہے تعلیم ہمیشہ بتدریج ہوتی ہے اگر اپنی بلادت ذہنی سے وہ ان مسائل میں نہ عہدہ برآ ہو جسکی تعلیم کر چکے تھے تو ابھی ہزاروں مسائل ایسے موجود تھے کہ اُسے حضرت کو انہوں نے نہیں بتایا تھا تو کیا امتحان لیکر حضرت کا مُنہ نہیں بند کر سکتے تھے۔

غرض اگر کوئی شخص عقل سلیم اور فہم مستقیم سے کام لے تو خود قرآن عظیم سے جملہ فسادات دفع ہو سکتے ہیں اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح قرآن نے ان یہودیوں و نصاریٰ کی اصلاح کی اور انکی غلط بیانیوں کو دفع کیا جس سے بجائے اسکے کہ کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت نے اُن سے کچھ اخذ کیا وہ اسکا قائل ہوگا کہ قرآن نے انکی غلط بیانیوں کی اصلاح کی اور دنیا کو بتادیا کہ اصلی واقعات کیا ہیں اور یہودیوں نے کیسا اُلٹا اثر دکھایا تھا۔

قرآن کی یہ تعلیم اور یہ ہدایت نہ صرف اگلے یہود سے متعلق ہے جنکو سب یہود کہتے ہیں بلکہ ان یہودیوں کی بھی اُس نے ویسی ہی اصلاح کی جو مدعی اسلام ہیں اور درحقیقت یہود ہیں کہ ہزاروں تفسیر لکھتے ہیں اور ہزاروں ترجمے شائع کرتے ہیں جس سے قرآن میں تحریف کریں مگر قرآن اپنی حقیقت اور صدق و راستی کو اس طرح ثابت کرتا ہے کہ دنیا کو حیرت ہو جاتی ہے یہ کیسی تعلیم ہے۔

جن لوگوں کو کتب فریقین شیعہ و سنی کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ بخوبی جانتے

آج تک علمائے شیعہ کو اہلسنت سے حاصل ہے کہ یہ حق کو قائم کرتے ہیں اور وہ یہودیت کو رواج دیتے ہیں۔

کرۂ اخریٰ

میرا ارادہ تھا کہ اس رسالہ **قول کریم** کو یہیں پر تمام کردوں مگر چونکہ مولوی عبد الرحیم صاحب کی ایک تحریر اسکے قبل بھی اڈیٹر صاحب شائع کر چکے ہیں جس کا جواب بھی انہوں نے مطابق اپنے فہم کے دیا تھا لہذا اس تحریر کا جواب بھی یہاں پر ہو جانا مناسب ہے کیونکہ مولوی صاحب ممدوح کے ہم رائے اڈیٹر صاحب رسالہ اسلام جالندھر بھی ہیں اور ان پر بھی ہمارے مخاطب لائق اڈیٹر بہت برہم ہوئے ہیں لہذا میں پوری عبارت اڈیٹر کی نقل کرتا ہوں اسکے بعد جواب ہر بات کا اجمالاً عرض کرونگا۔

عبارت النجم لکھنؤ مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ مندرجۂ مناظرہ۔

خاتمہ بحث تحریف بحث تحریف کے متعلق مجھے جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا لیکن اس وقت میرے ایک یمانی دوست نے رسالہ اسلام جالندھر کے نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۵ جلد ۲ میرے پاس بغرض جواب بھیجے ہیں جن میں مولوی عبد الرحیم صاحب محرر عدالت ججی بلندا کی طرف سے النجم پر اعتراض شائع ہوا ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ میں اس کا جواب بھی بحث تحریف کے خاتمہ پر لکھ دوں مجھے اسلام کے مذکورہ بالا نمبروں کے دیکھنے سے جہاں یہ مسرت ہوئی کہ بحمد اللہ النجم کے ناظرین اسے غور سے دیکھتے ہیں اور شیوۂ قدیمہ اہل حق کے موافق بغیر خیال طرفداری امر حق کا اظہار کردیتے ہیں وہاں یہ افسوس بھی ہوا کہ مولوی عبد الرحیم صاحب اگر براہ راست یہ اعتراض مجھے لکھکر بھیجتے تو یہ نوبت نہ آتی میں خود انکے اعتراض کو مع الجواب النجم میں شائع کردیتا جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا میرے خیال میں نہایت مخدوش ہے۔ رسالہ اسلام میرے پاس نہیں آیا اگر ایک ہمدرد اسلام میرے پاس نہ بھیجدیتا تو مجھے کیا خبر ہوتی اور یہ اعتراض اسی طرح بیجواب رہجاتا اور بے جواب رہجانے سے نہ تنہا النجم بلکہ ایک جیسا جماعت اسلام کی بہود الزام تھی بہر حال میں مولوی عبد الرحیم صاحب کا شکر گزار ہوں

بنزد من آں کس نکو خواہ تست ۔ کہ گوید فلاں خار در راہ تست

اب میں پہلے مولوی عبد الرحیم صاحب کے اعتراض کا جواب دیتا ہوں اسکے بعد اڈیٹر صاحب کی تحریر میں جو باتیں ہیں ان کو عرض کرونگا مولوی عبد الرحیم صاحب لکھتے ہیں۔

جس طرح کی تحریف اناجیل و توریت میں بجانب مسلمانان بیان کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ تحریف یا کم از کم غیر ارادی نقصان و کمی جو بوجہ غیر مکتوب ہونے کلام اللہ کے ناگزیر تھی بیشمار معتبر احادیث سے خود قرآن مجید کے متعلق ثابت ہوتی ہے ملاحظہ ہوں اتقان۔ در منثور۔ صحاح ستہ کتب مناظرہ شیعہ و سنی۔

اس امر کے متعلق مولنا عبد الشکور صاحب لکھنوی مدیر النجم نے بجواب اہل تشیع کچھ لکھا ہے لیکن وہ بمقابلہ منکرین اسلام نہ صرف ہیچ بلکہ مضر اسلام ہے انہوں نے تمام روایات متعلقہ تالیف و ترتیب قرآن مجید کو صحیح تسلیم کرکے مسئلہ نسخ التلاوت کے دامن میں پناہ لی ہے اول تو یہ جواب یوں ہی غیر تشفی بخش ہے دوسرے جب روایات کو فرداً فرداً لیکر ان منسوخ التلاوت آیات و سور میں سے بعض کے مطالب پر جو تاایندم روایات میں محفوظ معلوم ہوتے ہیں غور کیا جاتا ہے تو اُس وقت یہ جواب بالکل قائم نہیں رہتا ہے۔ مولنا موصوف نے اس شبہہ کے ازالہ میں ایک حرف بھی نہیں لکھا کہ جب بزمانہ حضرت عثمان یہ معلوم ہوا کہ مصحف مرتبہ حضرت صدیق اکبر سے ایک آیت مفقود ہے جس کا خیال اتفاقیہ ناقلین میں سے ایک کو آگیا جس پر اسکی تلاش کی گئی اور مصحف عثمانی میں اپنے موقع مناسب پر درج کی گئی تو یہ کیوں نہ خیال کیا جائے کہ اسی طرح اور بھی آیات مصحف صدیقی میں درج ہونے سے رہ گئی ہونگی جن کا تذکرہ نہ تو جامعین عہد صدیقی کو ہوا اور نہ ناقلین عہد عثمانی کو حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے لمعات میں جو احتمالی توجیہ کی ہے الفاظ روایت اسکی تائید نہیں کرتے"۔

اب اسکا جواب سنئے قولہ اس سے کہیں زیادہ تحریف الخ معاذ اللہ اس قسم کی بےمغز بات ایک فہمیدہ شخص کی زبان سے نکلنے کے قابل نہ تھی۔ اتقان۔ در منثور اور صحاح ستہ میں تحریف

کی تحریر سے دھوکہ کھایا یا کسی عیسائی نے انکو فریب دیا ہے۔
(۵)
کاش وہ عمر کے مناظرہ حصۂ اول ہی کو غور سے دیکھ لیتے تو وہ ایسی بات منہ سے نہ نکال سکتے شیعوں کے امام مولوی حامد حسین صاحب نے جس قدر روایتیں تحریف قرآن کے ثبوت میں کتب اہلسنت سے پیش کی تھیں اُن سب کے ایسے جواب شافی دیئے گئے ہیں کہ ایک بچہ بھی اب ان روایات تحریف سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں سمجھ سکتا۔ غیر ارادی نقصان کا اگر یہ مطلب ہے کہ بغیر ارادہ خدا یا مرضی خدا قرآن میں کمی ہو گئی تو بالکل غلط ہے ایک روایت بھی اہلسنت کے یہاں اس مضمون کی نہیں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ خدا کی مرضی و ارادہ سے کمی واقع ہوئی تو یہ نسخ ہو گا نہ تحریف۔ قولہ بوجہ غیر مکتوب ہونے کلام اللہ کے الخ (۶) یہ کون کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کو غیر مکتوب چھوڑ گئے تھے قرآن کی کتابت میں تو شاید ایسا اہتمام آپ نے ملحوظ خاطر رکھا تھا کہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اُسکی کتابت کا حکم دیتے۔ اور وہ اسی وقت لکھ لی جاتی اور ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد نقول اسکے صحابہ کے پاس رہتیں بیشمار روایات صحیحہ میں یہ مضمون موجود ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں جب قرآن جمع کیا گیا تو انہیں مکتوب آیتوں سے نہ صرف لوگوں کی یاد پر اور قرآن تو ایک ایسی چیز تھی اور مسلمانوں کو ہر زمانہ میں اسکی طرف منجانب اللہ ایسی سچی توجہ رہی کہ اگر صرف وہ خطر پر چھوڑ دیا جاتا تب بھی اس میں کسی قسم کا تغیر نہ آتا۔

قولہ انہوں نے تمام روایات الخ (۷) بیشک ش۔م نے اس مضمون کو صحیح تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بصورت کتاب دو دفتیوں کے درمیان میں جمع کیا ہوا نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے صرف اس قدر کام کیا تھا کہ قرآن کی آیات لکھوا دی تھیں اور آیات کی ترتیب دیدی تھی بلکہ بقول اکثر محققین سورتوں کی ترتیب بھی دیدی تھی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیق نے قرآن عظیم کو بصورت کتاب دو دفتیوں کے درمیان میں اسی ترتیب کے ساتھ جمع کرایا جو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتعلیم روح الامین

سلہ یعنی جس طرح ایک کتاب کے اوراق باہم مربط اور ایک خاص نظم پر ہوتے ہیں یہ بات نہ تھی بلکہ کیفیت یہ تھی کہ کچھ آیتیں ہڈی پر لکھی ہوئی تھیں کچھ ہرن کی جھلی پر۔ کچھ پتھر کے ٹکڑوں پر۔ کچھ کھجور کی چھال پر ۱۲

علیہ السلام قائم کی تھی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے اپنی پوری متفقہ کوشش سے اسکی کتابت کی تصحیح کی سالہاسال اسکی تصحیح میں مصروف رہے اور اسکے ایک ایک لفظ ایک ایک حرف پر کافی بحث کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی قرآن جمع کردہ ابوبکر صدیق کی متعدد نقلیں کراکر تمام ممالک اسلامیہ میں بھیجیں اور وہی قرآن آج دنیا میں رائج ہے۔ یہ مضمون بخاری مسلم اور باقی صحاح و سنن اور مسانید اور معاجیم میں باسانید متعددہ وطرق منکثرہ بیشمار احادیث میں مروی ہے کہ قدر مشترک ان سب کا متواتر ہے ایسے واقعات متواترہ کا نہ کوئی انکار کرچکا ہے اور نہ اسکے انکار سے کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

ان روایات کے صحیح تسلیم کرلینے میں تنہا میں منفرد نہیں ہوں بلکہ سلف سے آج تک تمام ائمہ مسلمین ورؤسائے محدثین نے اسکو تسلیم کیا ہے کسی ایک نے بھی اسکی صحت میں کلام نہیں کیا نہ کرسکتا تھا اگر جمع قرآن کی حدیثیں ایک جگہ جمع کی جائیں اور انکی اسانید متعددہ فراہم کیجائیں تو ایک مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان روایات کو صحیح تسلیم کرلینا بمقابلہ منکرین اسلام کیا مضر ہوسکتا ہے۔

قولہ مسئلہ نسخ التلاوت کے دامن میں پناہ لی ہے الخ

(۹) اسکو پناہ لینا نہیں کہتے بلکہ ان روایات کا صحیح مطلب جو بعد تامل صادق کے بیان کیا جاسکتا ہے وہ یہی ہے اور صرف میں نے نہیں بلکہ تمام علمائے اسلام نے ان روایات سے نسخ ہی کا مفہوم سمجھا ہے خود صاحب اتقان بھی ان روایات کو نسخ ہی پر محمول کرتے ہیں جن کا حوالہ بھی مولوی صاحب نے دیا ہے۔

قولہ غیر تشفی بخش الخ

(۱۰) تشفی بخش نہونے کی کیا وجہ یوں تو ہر شخص ہر بات کو کہہ سکتا ہے کہ تشفی بخش نہیں ہے مگر جبتک کوئی وجہ تشفی بخش نہونے کی بیان نہ کرے کوئی خدشہ کسی قسم کا اعتراض کوئی شبہہ اسپر پیش نہ کرے کیونکر مان لیا جائے کہ وہ تشفی بخش نہیں ہے نسخ کی مفصل بحث

میں ابھی چند صفحات پہلے لکھ چکا ہوں خود آیات قرآنیہ سے ثابت ہے کہ قرآن میں نسخ ہوا ہے اور جمیع فرق اسلامیہ کے علمانے قرآن میں نسخ کا واقع ہونا تسلیم کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ خود شیعوں کے علمانے بھی ان روایات اہلسنت کو جو تحریف کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں نسخ ہی پر محمول کیا ہے۔ نسخ کی بحث میں میں یہ تمام باتیں بیان کر چکا ہوں اس بحث کے دیکھنے کے بعد اگر کوئی شخص خواہ مخواہ بغیر کسی وجہ معقول کے مسئلہ نسخ کو غیر تشفی بخش کہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں کوئی قطعی سے قطعی چیز بھی اُسکے لیے تشفی بخش نہیں ہو سکتی۔

قولہ جب ان روایات کو فرداً فرداً الخ

آپ(۱) کسی ایک روایت کو پیش کیجیے کہ اسکے مضمون پر غور کرنے سے مسئلہ نسخ قائم نہ رہتا ہو یعنی وہ روایت نسخ پر محمول نہ ہو سکتی ہو۔ غالباً آپ یہ کہینگے کہ بعض بعض روایتوں میں ایسے مضامین ہیں جن میں کوئی حکم نہیں نکلتا اور نسخ صرف احکام میں جاری ہوتا ہے مثلاً لو کان لابن آدم کی روایتیں۔

پس اول تو جب آپ بحث نسخ پر جو میں اسی حصہ دوم میں لکھ چکا ہوں غور کرینگے تو معلوم ہو جائیگا کہ نسخ تلاوت فقط۔ نسخ حکم فقط۔ نسخ تلاوت و حکم ہر دو ان میں سے پہلی قسم نسخ کی ان آیات میں بھی جاری ہو سکتی ہے جن میں کوئی حکم بیان نہیں ہوا پس نسخ تلاوت فقط کا یہ مطلب ہوگا کہ جو ایات ثواب آیات قرآنیہ کی تلاوت میں رکھا گیا ہے وہ ان آیات سے نکال لیا گیا اور جو احکام اور آیات قرآنیہ کے ہیں وہ ان آیات میں نہیں رہے گئے مثل اسکے ان کے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے اور حالت جنابت میں انکا پڑھنا جائز نہ ہو بے وضو انکا مس کرنا ممنوع ہو وغیر ذلک۔

دوسرے ان آیات میں گو صراحتاً کوئی حکم نہو مگر اشارۃً ضرور ان سے بھی احکام مستنبط ہوتے ہیں خدا نے جس قدر حکایات اخبار قرآن کریم میں بیان کئے ہیں عند التامل اُن سے بھی کوئی نہ کوئی حکم شرعی مستنبط ہوتا ہے۔

تیسرے ان روایات میں خود ایسے الفاظ موجود ہیں جو نسخ پر بالمطابقہ دلالت کرتے ہیں مثل رفعت۔ نسخت۔ انسیت و امثالہا کے خلاصہ یہ ہے کہ آپ کوئی خاص روایت

پیش کرکے دکھائے کہ اسکا مضمون نسخ پر محمول کرنے سے انکار کرتا ہو۔ میں تو ان تمام روایتوں کا مفصل جواب انتصار الاسلام میں دے چکا ہوں اور ان کا اکثر حصہ مناظرہ حصہ اول میں چھپ چکا ہے غالباً یہ جواب آپکی نظر سے نہیں گزرے

قولہ اس شبہہ کے ازالہ میں الخ

(۱۲) دراصل یہ شبہہ نہ کسی کو آج تک ہوا ہے نہ روایت و درایت سے اس شبہہ کی تائید ہوتی ہے پس اس شبہہ کے ازالہ کی طرف کیونکر توجہ کی جاتی ممکن ہے کہ کسی عیسائی نے یہ شبہہ کیا ہو اور میری نظر سے نہ گزرا ہو مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کسی شیعہ عالم نے یہ شبہہ اپنی کسی کتاب میں لکھا ہو حالانکہ قرآن پر اعتراض کرنے میں اور بزرگان دین کی عیب جوئی میں نہ کوئی عیسائی شیعوں سے زیادہ مشتاق ہو سکتا ہے نہ کوئی یہودی بلکہ قرآن پر جسقدر اعتراضات کسی عیسائی یا یہودی نے کیے ہیں اُنہے شیعوں ہی کی خوشہ چینی کی ہے۔

کسی صحیح روایت میں اس مضمون کا پتہ نہیں ملتا کہ مصحف صدیقی میں کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور اسکا خیال دس گیارہ برس کے بعد حضرت عثمان کی خلافت میں کسی کو آیا اور وہ اس وقت درج کی گئی بلکہ یہ بھی کسی روایت میں بیان نہیں ہوا کہ عہد صدیقی میں بعد تکمیل مصحف کے کوئی آیت ایسی ملی ہو جو مصحف میں درج نہوئی ہو یا عہد صدیقی کے بعد عہد فاروقی میں جو نو برس کی طویل مدت پر مشتمل تھا کسی ایسی آیت کا پتہ ملا ہو جو درج مصحف ہونے سے رہ گئی ہو حالانکہ عہد فاروقی میں جو اہتمام کیا گیا تھا اظہر من الشمس ہے خود حضرت فاروق اعظم کا برسوں اسکی تصدیق میں مشغول رہنا اور جہاں کہیں ذرا سا بھی شبہہ ہو اس میں صحابہ سے مناظرہ کرنا اور جو بات ایسی تحقیق کے ساتھ ثابت ہوئی ہو اسکو درج مصحف کرنا اور سنت تراویح کا رواج عام دینا اور تراویح میں ہر سال متعدد حفاظ قرآن کا دور قرآن کرنا قرار صحابہ کو تمام اطراف و جوانب میں تعلیم قرآن کے لیے بھیجنا یہ تدبیریں ایسے اعلیٰ پیمانہ پر اختیار کی گئی تھیں کہ آیت کیا معنی اگر کوئی لفظ بھی کاتب سے چھوٹ گیا ہوتا تو وہ بھی معلوم ہو جاتا۔ حالانکہ باوجود اس قدر اہتمام کے مصحف صدیقی میں اگر کہیں کوئی غلطی کتابت کی نکلی تو صرف ایک آدھ حرفوں کی جیسے آیہ کریمہ السابقون الاولون

من المهاجرين والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ میں والذین کا واو چھوٹ گیا تھا۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک۔

ہاں یہ مضمون البتہ روایات میں موجود ہے کہ عہد صدیقی میں جب مصحف کی کتابت کا کام شروع ہوا تو آخر سورۂ برات کی دو آیتیں ابو خزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس نہ نکلیں اور آخر سورۂ احزاب کی ایک آیت خزیمہ کے پاس نہ ملنے کا مطلب یہ تھا کہ اور کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ تھی ورنہ یاد تو سب ہی کو تھی اس وقت کتابت قرآن میں اہتمام یہ کیا گیا تھا کہ ہر آیت کی کتابت اُسی وقت کی جاتی تھی جب وہ لوگوں کو یاد بھی ہوتی اور مکتوب بھی ہوتی۔ جبتک حفظ اور کتابت دونوں سے کسی آیت کی تصدیق نہ ہو جاتی مصحف میں درج نہ کی جاتی چنانچہ تمام آیات قرآنیہ اسی اہتمام کے ساتھ لکھی گئیں۔ صرف سورۂ برات کی آخری دو آیتیں اور سورۂ احزاب کی آخری دو آیتیں اس التزام پر ٹھیک نہ اُترتی تھیں لوگوں کے حفظ سے تو اسکی تصدیق ہوتی تھی مگر مکتوب کسی کے پاس نہ تھی بالآخر سورۂ برات کی آیتیں ابو خزیمہ کے پاس اور سورۂ احزاب کی آیت خزیمہ کے پاس مکتوب نکل آئیں اور اپنی اپنی سورتوں میں لکھدی گئیں یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق ہی کے زمانہ کا ہے نہ حضرت عثمان کے زمانہ کا۔

سورۂ برات کی آیتوں کا ذکر جن روایات میں ہے ان روایات میں تو صاف صاف عہد صدیقی کی تصریح موجود ہے کوئی یہ خیال بھی نہیں کرسکتا کہ وہ حضرت عثمان کے زمانہ کا واقعہ ہے باقی رہی سورۂ احزاب کی آیت کی روایت اس میں البتہ نہ عہد صدیقی کی تصریح ہے نہ عہد عثمانی کی مگر بالیقین وہ بھی عہد صدیقی کا واقعہ ہے کیونکہ تمام محدثین و مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں اسی مصحف صدیقی کی لفظ بلفظ نقل کرلی گئی تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوا۔

دوسرے یہ آیت سورۂ احزاب کی بہت سے صحابہ کو یاد تھی حضرت زید بن ثابت کو خود بھی یاد تھی اور حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ہلال ابن امیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے اسکی شہادت عمدۃ القاری و کرمانی وغیرہ شروح بخاری میں منقول ہے پس کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ آیت عہد صدیقی میں نہ لکھ لی جاتی اور اگر مکتوب نہ ملنے کے سبب سے نہیں لکھی گئی

ب خزیمہ کے پاس مکتوب ملی اس وقت لکھی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلافت کا طویل زمانہ اس مکتوب کے مل جانے کے لئے کافی تھا اس وقت نہ خزیمہ کہیں چلے گئے تھے نہ انکا مکتوب کہیں چلا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی تصحیح مصحف اور رواج تعلیم و تعلم و تلاوت قرآن کو دیکھتے ہوئے عقل سلیم کبھی اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی آیت قرآن کی زمانہ مابعد میں ایسی یاد پڑی ہو جو مصحف میں درج نہو چہ جائیکہ وہ یاد ہو اور درج نہ کی جائے۔ بہرحال قطعاً و جزماً یہ واقعہ بھی عہد صدیقی کا ہے اب الفاظ اس روایت کے ملاحظہ ہوں۔ یہ روایت صحیح بخاری میں کئی جگہ ہے۔ تفسیر سورۂ احزاب کی روایت حسب ذیل ہے۔

حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی خارجة بن زید بن ثابت قال لما نسخنا الصحف فی المصاحف فقدت آیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقرأها لم اجدها مع احد الا مع خزیمة الانصاری الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم شهادته شهادة رجلین من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه

ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں شعیب نے زہری سے روایت کر کے خبر دی کہ وہ کہتے تھے مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ زید بن ثابت کہتے تھے جب ہمنے اوراق (قرآن) کو مصحفوں میں لکھا تو ایک آیت سورۂ احزاب کی مجھے نہ ملی جسکو میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتا تھا یہ آیت کسی کے پاس نہ ملی مگر خزیمہ انصاری کے پاس جن کی شہادت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر رکھی تھی (وہ آیت یہ تھی من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه

یہ روایت کتاب الجہاد میں بھی انہیں الفاظ سے مروی ہے صرف دو تین لفظوں کا فرق ہے مثلاً اس میں بجائے نسخنا کے نسخت ہے۔

شیخ الاسلام اپنی شرح فارسی میں اس حدیث کی شرح و ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں

عن ابن شہاب عن خارجہ ابن زید بن ثابت انصاری یکے از فقہاے سبعہ مدینہ ان زید ابن ثابت قال نسخت الصحف فی المصاحف گفت زید بن ثابت کہ از

مشاہیر صحابہ ویکے از کاتبان وحی بود بحضرت آنحضرت نوشتم وجمع کردم در زمان ابوبکر صدیق صحیفہا را یعنی آیات قرآنیہ را کہ در پارہ ہائے کاغذ وجزان مکتوب بود در صحف بالصحف بضمتین جمع صحیفہ بمعنی نامہ ومصحف در اصل بمعنی مصحف صحف از اصحف بلفظ مجہول جمع کرد شد در وے صحیفہا فقدت آیۃ من الاحزاب کنت اسمع رسول اللہ پس گم کردم در صحیفہا آیتے از سورۂ احزاب کہ بودم کہ می شنیدم پیغمبر خدا را صلے اللہ علیہ وسلم بخوانم آن را وچوں می خواند ظاہر است کہ مخصوص نبود سماع آں بزید بن ثابت بلکہ شائع ومشہور باشد ومحفوظ از زد حفاظ ایں سورہ ولیکن مقصود فقدان در صحیفہ است وبا یں معنی است قول وے فلم اجدھا الا مع خزیمۃ الانصاری پس نیافتم ایں آیہ را نوشتہ نزد کسے مگر با خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن خطبۃ الانصاری الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادتہ شہادۃ رجلین آنکہ گردانیدہ است پیغمبر خدا شہادت اورا شہادت دو مرد۔ وبانچہ ذکر کردیم ظاہر شود دفع چیزی کہ گفتہ می شود چگونہ جائز باشد اثبات آیہ در مصحف بقول یک دو کس وحالانکہ شرط بودن قرآن تواتر است زیرا چہ ایں آیت نیز متواتر بود نزد ایشاں کہ می شنیدند آنرا از زبان فصاحت بیان چنانچہ گفت زید کنت اسمع ولیکن نوشتہ نیافتند مگر نزد ذو شہادتین ونیز تواتر وعدم آں متصور نمی شود مگر بعد زمان اصحاب چہ وقتیکہ شنیدند ایشاں چیزے را از آں حضرت بیقین دانستند کہ قرآن است۔ مروی است کہ عمر رضی اللہ عنہ گفت شنیدم ایں آیہ را از پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم وروایت کردہ شد از ابی بن کعب وہلال بن امیہ مانند آں والیشاں جماعت اند ذکرہ العینی۔

بخاری نے اس روایت کو باب جمع القرآن میں ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہ کیا ہے کہ جس روایت میں حضرت عثمان کے جمع مصاحف کا واقعہ مذکور ہے اسی روایت کے بعد علے الاتصال تعلیقاً اس روایت کو ذکر کیا ہے بس اس سیاق و استعمال سے بعض شراح کو دھوکہ ہوا کہ شاید یہ واقعہ بھی عہد عثمانی کا ہے حالانکہ امام بخاری نے اس روایت کو جمع عہد عثمانی کی روایت کے بعد علے الاتصال اس لئے ذکر کیا ہے کہ دونوں روایتیں

زہری سے منقول ہیں اور زہری تک امام بخاری کی سند بھی ان دونوں حدیثوں میں ایک ہے مثل مشہور ہے کہ "گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں" شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی اس مقام پر لغزش ہوگئی ہے اور اس اتصال کو دیکھکر انہوں نے بھی یہی سمجھا ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے مگر ہم اپنی گزشتہ تحریر میں لکھ چکے ہیں کہ نص حدیث حجت ہے نہ فہم محدثین۔ پھر امام زہری[1] جو اس حدیث کے راوی ہیں اور عہد عثمانی اور جمع مصاحف سے قریب العصر ہیں خود اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ عہد صدیقی کا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں وفی روایۃ ابراھیم بن اسمٰعیل بن مجمع عن ابن شہاب ان فقدہ ایاہ انما کان فی خلافۃ ابی بکر اور مولانا نور الحق بن الشیخ المحقق الدہلوی تیسیر القاری میں لکھتے ہیں "اختلاف کردہ اند کہ این فقد آیت در زمان ابوبکر بودہ یا دریں زمان کہ بار عثمان می نوشت مروی است از زہری کہ در زمان ابوبکر بودہ" پس ان دلائل واضحہ کے بعد اگر شیخ الاسلام ابن حجر لکھتے ہیں تو یقینی ان کی زلت قلم ہے۔

مگر پوشیدہ نہ رہے کہ مولوی عبد الرحیم کا شبہہ شیخ الاسلام ابن حجر پر بھی وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ آیت کسی کو یاد نہ تھی حضرت عثمان کے زمانہ میں اتفاقاً ایک شخص کو خیال آگیا کہ فلاں آیت مصحف میں لکھنے سے رہ گئی بلکہ شیخ الاسلام ابن حجر کا منشا یہ ہے کہ یہ آیت یاد تو بہتوں کو تھی اور سب جانتے تھے یہ ایک آیت مصحف میں لکھنے کو باقی ہے مگر چونکہ وہ کسی کے پاس مکتوب نہ ملتی تھی اس سبب سے درج مصحف نہ ہوسکتی تھی حضرت عثمان کے زمانہ میں وہ مکتوب مل گئی اور درج کرلی گئی چنانچہ خود ابن حجر نے اس آیت کا اور صحابہ کو یاد ہونا روایت کیا ہے۔

---

[1] امام زہری حفاظ محدثین میں ہیں نام ان کا مسلم بن عبید اللہ ہے ۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے مثل حضرت ابن عمر و حضرت سہیل بن سعد و حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں ... (تذکرۃ الحفاظ) ۱۲

بس ثابت ہوگیا کہ کسی حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ایک آیت مصحف صدیقی میں درج ہونے سے رہ گئی تھی حضرت عثمان کے زمانے میں اتفاقیہ ایک شخص کو خیال آگیا اور وہ آیت درج کی گئی ہاں بعض شراح حدیث کو غلطی ہوئی اور اُنہوں نے اپنی رائے سے بیان کیا ہے کہ ایک آیت حضرت عثمان کے عہد میں درج کی گئی مگر وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ یہ آیت سہواً چھوٹ گئی تھی اور عہد عثمانی میں اتفاقاً ایک شخص کو خیال آگیا۔

قولہ لمعات میں جو احتمالی توجیہ الخ لمعات نہایت کمیاب کتاب مولوی عبدالرحیم صاحب اس کی عبارت نقل کریں تو معلوم ہو کہ وہ کون احتمالی توجیہ ہے اور الفاظ روایت درحقیقت اسکی تائید نہیں کرتے یا کیا میرے پاس اشعۃ اللمعات موجود ہے اس میں تو حضرت شیخ محقق نے نہ کوئی تاویل کی ہے نہ کوئی ایسا مطلب بیان کیا ہے جسکی تائید الفاظ روایت سے نہ ہوتی ہو۔ لکھتے ہیں حین نسخت المصحف در وقتیکہ نوشتیم ما مصحف را ظاہر آنست کہ ایں در وقت انتساخ مصحف در زمان ابوبکر بود و معلوم می شود کہ آں نیز بہ اتفاق صحابہ بود اگرچہ متصدی نوشتن آں زید بن ثابت بود" شیخ محقق نے ظاہر کی لفظ محض دوسرے قول کے غیر ظاہر ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بڑھائی یعنی الفاظ حدیث و نیز قرائن خارجیہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ عہد صدیقی کا ہے۔

یہاں تک تو مولوی عبدالرحیم صاحب کی تحریر کا جواب تھا اب خود اڈیٹر صاحب اسلام کی تحریر کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں بوجہ اسکے کہ وہ مولوی عبدالرحیم صاحب کی تحریر کا تکملہ ہے بعض باتیں مولوی عبدالرحیم صاحب کی تحریر میں ایسی ہیں کہ ان کی پوری توضیح اڈیٹر صاحب کی تحریر کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

جواب تحریر اڈیٹر صاحب رسالہ اسلام جالندھر

اڈیٹر صاحب نے اپنے مضمون کی تمہید اس عبارت سے شروع کی ہے اسلام کو اپنے دشمنوں سے اتنا صدمہ نہیں پہنچا جس قدر نادان دوست اسکے باعث ہوئے ہیں۔ اسلام کی آخری اور مکمل کتاب قرآن مجید کی نسبت جو خطرناک حملہ مخالفین کی طرف سے ہو رہا ہے زیادہ مسلمان مورخ ہی اسکا مورد الزام ثابت

ہوتے ہیں اور عیسائی حضرات مدت سے انہیں مسلمانوں مورخوں کی بنا پر قرآن کے محرف اور غیر محفوظ ہونے کی نسبت طرح طرح کی چہ می گوئیاں کر رہے ہیں۔

اڈیٹر صاحب کی اس تحریر سے جیسا کہ سوء ظن سلف صالحین سے ظاہر ہو رہا ہے نہایت قابل تاسف ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی سوء ظن کی بدولت اسلام میں بیشمار فسادات ہو گئے۔ سیکڑوں فرقے گمراہ ہو گئے۔ شیعہ اور خوارج اسی سوء ظن کے برباد کئے ہوئے ہیں فرقہ اہل قرآن وقادیانی اسی سوء ظن کے خانہ زاد ہیں

اڈیٹر صاحب نے اپنی اس عبارت میں اسلام کا نادان دوست جن لوگوں کو کہا ہے وہ کون ہیں؟ امام بخاری۔ امام مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد اور نیز تمام ائمہ مجتہدین اور روسائے محدثین۔ کیونکہ اڈیٹر صاحب کے نزدیک تمام اعتراضات والزامات صرف روایتوں پر مبنی ہیں جن میں یہ بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کو مجموع بصورت کتاب دو دفتیوں کے درمیان میں نہ چھوڑ گئے تھے اور یہ کام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انجام کو پہنچا یہ روایتیں تمام ائمہ محدثین نے اپنی کتابوں میں بالتزام صحت وبتصریح صحت درج کی ہیں۔

اس سے زیادہ افسوس کا مقام اور کیا ہو گا کہ امام بخاری۔ امام مسلم اور انکے پہلے اور پیچھے کے ہزاروں لاکھوں محدثین حتے کہ آخری وقت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی وسند المحققین مولانا الشیخ ولی اللہ محدث دہلوی یہ سب لوگ اسلام کے نادان دوست ہوں اور آج تیرہ سو برس کے بعد ہم یا دو چار ہمارے ہمخیال اسلام کے دانا دوست۔

اسلام کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ تمام ائمہ سلف اسکے نادان دوست قرار دئے جائیں اور وہی لوگ جنہوں نے اپنی تمام عمر اسلام کی خدمت میں صرف کر دی ہو اسلام کے لئے مضرت رساں ثابت ہوں۔

اس تمہید کے بعد اڈیٹر صاحب نے جرجی زیدان نامی عیسائی کی تحریر جمع وترتیب قرآن پر نقل کی ہے اور اس تحریر کے جواب میں تمام ان روایات کی تکذیب کر دی ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے قرآن کو بصورت کتاب جمع کیا گویا انکے نزدیک تمام عمر اپنا

کا معنی یہی ایک بات ہے حالانکہ ہم بحث استحالہ تحریف میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ بات قرآن کے اعتبار و کمال میں ذرہ برابر بھی خلل نہیں ڈال سکتی۔

اڈیٹر صاحب کا دعوے ہے کہ قرآن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بصورت کتاب دو دفتیوں کے درمیان میں جمع کرکے امت کو دے گئے تھے یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے قرآن جمع کیا۔

اس دعوے پر اڈیٹر صاحب عقلی و نقلی دونوں قسم کی دلیلیں اپنے خیال میں پیش فرماتے ہیں۔

عقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کو و نیز تمام مسلمانوں کو قرآن کی طرف سخت توجہ تھی اسکا بڑا اہتمام تھا اور بڑی ضرورت تھی اور کتابت کا رواج بھی عرب میں جاری تھا آلات کتابت بھی موجود تھے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بصورت کتاب جمع نہ کیا ہو۔ حالانکہ دلیل سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے قرآن کی کتابت کرادی تھی مگر بصورت کتاب جمع کر دینا ہرگز اس دلیل سے نہیں ثابت ہوتا۔ بصورت کتاب تو اس وقت جمع ہو سکتا تھا جب نزول قرآن ختم ہو جاتا اور آیندہ نزول کا احتمال نہ رہتا۔ حالانکہ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخر وقت تک حاصل نہیں ہوئی نزول قرآن کا اختتام آپ کی زندگی کے اختتام تک ساتھ وابستہ تھا جب تک آپ دنیا میں تشریف رکھتے رہے آیندہ نزول کی امید باقی تھی پس ایسی حالت میں آپ کیونکر اسکو بصورت کتاب جمع کر سکتے ہیں۔

نقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات قرآنیہ خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی تدوین یافتہ کتاب ہے اڈیٹر صاحب نے اس ضمن میں بہت سی وہ آیتیں پیش کردی ہیں جن میں قرآن پر لفظ کتاب کا اطلاق کیا گیا ہے مثلاً ذٰلک الکتاب لاریب فیہ اور کتاب احکمت آیاتہ وغیرہ نیز بعض بعض روایتیں بھی پیش کی ہیں مگر ان آیتوں سے اور روایتوں سے اگر بہت ثابت ہو تو صرف اس قدر کہ قرآن اس زمانہ میں لکھ لیا جاتا تھا باقی رہا اسکا بصورت کتاب مدون ہونا ہرگز

ان آیات و روایات سے ثابت نہیں ہو سکتا لغت عرب میں کتاب کے وہ معنی نہیں جو ہمارے عرف میں رائج ہیں بلکہ کتاب ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو لکھی ہوئی ہو خواہ بصورت کتاب ہو یا نہو اسی وجہ سے خط کو بھی کتاب کہتے ہیں بلکہ کتاب کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو لکھی جاسکے گو بالفعل لکھی ہوئی نہو۔ قرآن میں آیات قرآنیہ پر کتاب کا اطلاق اسی اعتبار سے ہوتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وقت نزول وہ لکھی ہوئی نہ تھیں بلکہ بعد نزول لکھی گئیں حالانکہ کتاب کا اطلاق اُن پر پہلے ہی سے ہوگیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھیں اس وجہ سے اُن پر کتاب کا اطلاق ہوا تو اور بھی واضح ہو جائیگا۔

اڈیٹر صاحب نے اس ضمن میں وہ حدیث بھی پیش کی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھدو۔ اس روایت سے صرف اس قدر بات ثابت ہوتی ہے کہ ترتیب آیات خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے یہ امر بیشک مسلمات سے ہے کہ ترتیب آیات بلکہ ترتیب سور بھی ترتیبی ہے سوائے برأت و انفال کے۔

الحاصل اڈیٹر صاحب کی تحریر کا ماحصل یہی ہے کہ قرآن خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جمع کیا ہوا ہے یہ بالکل غلط ہے کہ ابوبکر صدیق جامع قرآن تھے۔

میں نے جرجی زیدان کی تحریر بھی خوب غور سے دیکھی جو اڈیٹر صاحب نے نقل کی ہو میرے خیال ناقص میں اس نے کوئی اعتراض قرآن پر نہیں کیا بلکہ اس کی جمع و ترتیب کے واقعات بیان کردئے ہیں ہاں ان واقعات سے اگر کوئی نتیجہ اس نے اپنی آیندہ تحریر میں نکالا ہو جسکو اڈیٹر صاحب نے نقل نہیں کیا تو اسکی خبر نہیں مگر ان واقعات سے کوئی مضر نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا اگر اسنے نکالا ہے تو اُس کی غلط فہمی ہے جس کا جواب خود انہیں واقعات سے دیا جاسکتا ہے۔

و دو تین باتیں اس نے اپنی تحریر میں بیشک کچھ شبہہ ڈالنے والی لکھی ہیں جن کو میں علے الترتیب بیان کرتا ہوں۔

(۱) وہ لکھتا ہے عجب نہیں کہ جب مسلمانوں نے قرآن کو جمع اور حفظ کرنے کا عزم کیا تو اُن کو

دین و دنیا کا وقوف اور قرآن کے حفظ و تدوین کے ابتدائی اسباب میسر آ گئے ہوں۔

اس تحریر میں "عجب نہیں" کی لفظ جیسا کہ اسکے بیجا تعصب کا نتیجہ ہے مسلمانوں کا دین و دنیا میں با وقوف ہونا ایک ایسا کھلا ہوا امر ہے کہ کوئی کور چشم بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جو جو کام صحابۂ کرام نے اپنے زمانہ میں کئے وہ خود انکی اعلےٰ قابلیت پر روشن دلیل ہیں رہ گیا اسباب کتابت کا میسر ہونا اس کے لئے جو کچھ اڈیٹر صاحب نے لکھا ہے کہ آلات کتابت اسلام کے بہت پہلے سے عرب میں وافر تھے اور کتابت کا رواج بھی خوب تھا بہت کافی ہے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے حفاظ قرآن کی جو تعداد اس نے بیان کی ہے اس میں غلطی کی ہے صرف پانچ آدمیوں کا نام لکھا ہے حالانکہ وہ پانچسو میں بھی منحصر تھے پھر آگے چل کر خود ہی اُس نے اپنے اس قول کی تکذیب کر دی ہے اور جنگ یمامہ میں ان حفاظ قرآن کی تعداد جو شہید ہو گئے تھے . . . ۷ بتلائی ہے۔ یہ لوگ عہد نبوی کے حافظ تھے تو جنگ یمامہ میں کہاں سے آئے؟ جنگ یمامہ وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے چند ماہ بعد ہوئی ہے اگر کسی روایت سے صرف یہ نتیجہ نکلا ہے کہ پانچ اصحاب حافظ تھے تو یا اس روایت کا مطلب غلط سمجھا یا وہ روایت غلط ہے۔

(۳) اس نے لکھا ہے کہ جمع قرآن کے وقت بعض بعض سورتوں کا صرف ایک ہی نسخہ دستیاب ہوا جیسے سورۂ توبہ کہ اسکا ایک ہی نسخہ ابو خزیمہ کے پاس نکلا یہ بالکل غلط ہے کسی روایت کا حوالہ بھی اُس نے نہیں دیا کوئی سورت ایسی نہ تھی جو بیشمار حفاظ صحابہ کو یاد نہ ہو اور اس کے متعدد نسخے صحابہ کے پاس نہوں سورۂ توبہ کی صرف اخیر کی دو آیتوں کی بابت یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ابو خزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس مکتوب نہ ملیں جرجی زیدان نے پوری سورۂ توبہ کی بابت حکم لگا دیا اس بے نظیر ناواقفیت کی کوئی حد ہے۔ پھر سورۂ توبہ کی اخیری دو آیتیں بھی گو کسی اور کے پاس مکتوب نہ نکلیں مگر یاد سب کو تھیں۔

(۴) وہ لکھتا ہے جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے لشکر سے پانچسو مصحف بلند کئے گئے تھے۔ مصحف عثمانی کے زمانہ کتابت اور واقعۂ صفین میں سات برس کا فاصلہ تھا اتنے عرصہ

میں مصحفوں کی یہ کثرت اور نتیجہ خیز ہے۔

نتیجہ خیز کے لفظ سے اگر مقصود اس کا یہ ہے کہ سات برس کی مدت بہت قلیل تھی اس قلیل مدت میں پانچسو نقلیں نہ ہو سکتی تھیں پس لامحالہ یہ مصاحف طبعزاد تھے تو یہ اس کی عالی دماغی ہے سوا اسکے اور کیا کہا جائے مسلمانوں کی جو توجہ قرآن کی طرف تھی اور اسکی جس درجہ اہم ضرورت ہر مسلمان کو اس وقت کیا معنی ہر وقت رہتی ہے اس کے دیکھتے ہوئے سات مہینے میں قرآن پاک کی پانچسو نقلیں کیا بلکہ پانچہزار نقلیں بھی بہت نہیں ہیں اور اگر نتیجہ خیز ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف کیسی بے نظیر توجہ تھی تو بیشک یہ نتیجہ بہت صحیح ہے۔

(۵) مصحف عثمانی کی نسبت اس نے بعض واقعات سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ وہ بجبر شائع کیا گیا حالانکہ یہ نتیجہ کسی واقعات سے نہیں نکل سکتا۔ ایسا کوئی جبر کسی زمانہ میں کوئی بادشاہ عام رعیت پر نہیں کر سکتا جس سے تمام رعیت یا اُس کا اکثر حصہ ناراض ہو اور اس سے ان کے دین میں خلل پڑتا ہو کم از کم اگر ایسا جبر کیا جائے تو اس کا اثر اس قدر ضرور ہو گا کہ ایک بلوہ عظیم ہو جائے۔ بلوہ نہ ہو تو عام زبانوں پر اسکی ناراضی کا چرچہ ہونے لگیگا مگر تاریخ کے دیکھنے کی اور روایات کے تتبع سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا اُنکے عمال و نواب کی ایک شکایت بھی قرآن کے متعلق نہیں ملتی آخر زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے اعتراضات

۱ اگر کوئی نافہم اس روایت کو پیش کرے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان کے غلاموں نے حضرت ابن مسعود سے ان کا مصحف نہایت جبر کے ساتھ چھینا تو اُسکو جواب دیا جائے کہ اول تو یہ فعل حضرت عثمان کے علم اور مرضی سے نہیں ہوا۔ دوسرے ایک شخص خاص پر جبر کیا جانا اور چیز ہے اور جبر کر کے کسی چیز کو عام اشاعت دینا اور چیز ہے۔ یہ تمام صحابہ کی جمہوری تجویز تھی کہ تمام مسلمان ایک ہی قرأت پر جمع کر دئے جائیں اس مقصود کے حاصل ہونے کی یہی تدبیر تھی کہ اور مصاحف معدوم ہو جائیں حضرت ابن مسعود اس جمہوری تجویز سے متفق نہیں ہوئے لہذا ہر قسم کے جبر کا واقع ہو جانا ناگزیر تھا حضرت علی مرتضے سے بطریق صحیح مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے عثمان نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ اور مرضی سے کیا۔ ۱۲- اڈیٹر

کی بوچھار ہوگئی اور ردو در لوگوں نے ان پر سخت و درشت الفاظ میں حملے کئے مگر قرآن کے متعلق ایک حرف بھی کسی نے نہیں کہا پس معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کی ترویج اور دوسرے مصاحف کے اعدام میں جو کچھ کوشش کی گئی وہ تمام صحابہ کی جمہوری رائے اور سب کی مرضی سے کی گئی اور یہ امر خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مصحف عثمانی میں جو خوبی تھی وہ کسی اور مصحف میں نہ تھی۔

پھر احادیث صحیحہ میں صحابہ کی شہادت بھی موجود ہے کہ حضرت عثمان نے جو کچھ کیا وہ میرے تمام صحابہ کی مرضی اور اتفاق سے کیا۔ صحابہ کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان میں اگر گنتی کے دو ایک اس جمہوری رائے سے علیحدہ رہے ہوں تو کچھ مضر نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی جمع و تالیف اور اسکی اشاعت کا اہتمام تو اس حسن و خوبی اور اس حزم و احتیاط سے کیا گیا تھا کہ اسکی نظیر دنیا کی کسی کتاب میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس اہتمام کو دیکھکر عقل سلیم قرآن کے کامل و مکمل ہونے کا جزم کر لیتی ہے اور اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی تغیر تبدل کو محال سمجھتی ہے۔ اور یوں بے وجہ سوفسطائیوں کی طرح خواہ مخواہ شک کرنا کہ آگ جل رہی ہے آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں آگ کے گرم ہونے میں شک ہے۔ آفتاب نکلا ہوا ہے تمام عالم میں روشنی پھیلی ہوئی ہے اور کہتے ہیں ہمیں آفتاب کے روشن ہونے میں شک ہے تو اسکا علاج سوا درہ فاروقی یا ذوالفقار حیدری کے دوسرا سمجھ میں نہیں آتا۔

اگر سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود قرآن کو بصورت کتابی جمع کر گئے ہوتے تب بھی اس قسم کے شکوک وارد ہو سکتے تھے اور ایک سوفسطائی کہہ سکتا تھا کہ معلوم نہیں بعد میں جو نقلیں ہوئیں وہ مطابق اصل کے تھیں یا نہ تھیں اب ہر شخص کے پاس ہر جگہ وہ اصل موجود ہونی چاہئے تھی کوئی شبہہ کرتا تو فوراً اسکو اصل سے مقابلہ کر کے دکھا دیا جاتا۔ ہاں اگر سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کبار صحابہ کا طبقہ اس حالت میں گذر جاتا کہ قرآن کے جمع و تالیف کا کام انجام نہ پاتا اور انکے بعد یہ کام کیا جاتا تو البتہ شک کو گنجائش ہوتی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی علی الاتصال کہ

پورے دو برس بھی گذرنے نہ پائے تھے اور تمام اَجلّہ صحابہ موجود تھے انہیں سب نے مل کر قرآن کو جمع کرلیا اور جمع بھی اس خوبی سے کیا کہ اس سے زیادہ محتاط طریقہ ممکن نہیں تو یقیناً ایسی حالت میں کوئی شک کرنا بالکل غیر محتاط ہوگا۔

قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر اور اسکی ترتیب کے محفوظ ہونے پر بلا مبالغہ ویسے ہی قرائن قطعیہ قائم ہیں جیسے حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر جس طرح باوجود معرفت تامہ کے بعض ازلی بدنصیب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقہ سے انکار او رجحود رکھتے ہیں اسی طرح اگر کوئی متعصب تنگ خیال قرآن عظیم کے کامل و مکمل ہونے پر سوفسطائیوں کے سے شبہات پیش کرے تو کیا تعجب کی بات ہے مگر پھر بھی انہیں متعصبین میں سے بہتوں نے واقعات سے مجبور ہوکر امر حق کے اقرار سے کوئی مفر نہیں دیکھا۔ چنانچہ ہماری گزشتہ تحریر دیکھنے والے اس بات کو معلوم کرچکے ہیں۔ عیسائی اور یہودی اور نیز دوسرے مدعیان کتاب اپنی کتابوں کا سلسلہ سند اپنے نبی تک اُس معیار احتیاط کے عشر عشیر پر بھی نہیں پہنچا سکتے جو ہمارے یہاں احادیث کے لئے مقرر ہے۔ کیا آج دنیا میں احبار۔ یہود و نصاریٰ میں کوئی ایسا ہے جو اس عہدنامہ قدیم و جدید کے کسی ایک صحیفہ کو ایسی مضبوط سند کے ساتھ اپنے نبی تک پہنچادے جیسی صحیحین کی حدیثوں میں موجود ہیں۔ یہ نہایت کمزوری بلکہ علوم اسلامیہ سے ناواقفی کا نتیجہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر کوئی مخالف اعتراض کرتا ہے (گو وہ اعتراض کیسا ہی پوچ ولچر ہی کیوں نہو) فوراً اُس مسئلہ کے وجود ہی سے انکار کردیا جاتا ہے اور سارا بار الزام علمائے سلف رحمۃ اللہ علیہم کے ذمہ رکھدیا جاتا ہے فالی اللہ المشتکی ھذا اخر ما اردنا ایرادہ والحمد للہ رب العالمین تمام ہوئی عبارت النجم لکھنو۔

اقول اگرچہ بعد تحریر سابق اس تحریر کے جواب کی ضرورت نہ تھی مگر اس خیال سے کہ بحث ناتمام رہے ایک نظر اجمالی اس تحریر پر بھی ڈالی جاتی ہے جس سے لایق مخاطب کی

سے اگر کوئی کہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہوچکے تھے تو اُسکو جواب دیا جائے کہ یہ شہید احفاظ موجودین سے وہ بھی نسبت نہ رکھتے تھے جو ایک کو سو سے ہوتی ہے۔۱۲

پورے دو برس بھی گذرنے نہ پائے تھے اور تمام اجلّہ صحابہ موجود تھے انہیں سب نے
مل کر قرآن کو جمع کرلیا اور جمع بھی اس خوبی سے کیا کہ اس سے زیادہ محتاط طریقہ ممکن
نہیں تو یقیناً ایسی حالت میں کوئی شک کرنا بالکل غیر محتاط ہوگا۔

قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر اور اسکی ترتیب کے محفوظ ہونے پر بلا مبالغہ
ویسے ہی قرائن قطعیہ قائم ہیں جیسے حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت
پر جس طرح باوجود معرفت تامہ کے بعض ازلی بدنصیب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کی نبوت حقہ سے انکار اور جحود رکھتے ہیں اسی طرح اگر کوئی متعصب تنگ خیال
قرآن عظیم کے کامل و مکمل ہونے پر سوفسطائیوں کے سے شبہات پیش کرے تو کیا تعجب
کی بات ہے مگر پھر بھی انہیں متعصبین میں سے بہتوں نے واقعات سے مجبور ہو کر امر حق
کے اقرار سے کوئی مفر نہیں دیکھا۔ چنانچہ ہماری گزشتہ تحریر دیکھنے والے اس بات کو
معلوم کرچکے ہیں۔ عیسائی اور یہودی اور نیز دوسرے مدعیان کتاب اپنی کتابوں کا سلسلہ
سند اپنے نبی تک اُس معیار احتیاط کے عشر عشیر پر بھی نہیں پہنچا سکتے جو ہمارے یہاں احادیث
کے لئے مقرر ہے۔ کیا آج دنیا میں احبار، یہود و نصاریٰ میں کوئی ایسا ہے جو اس عہد نامہ
قدیم و جدید کے کسی ایک صحیفہ کو ایسی مضبوط سند کے ساتھ اپنے نبی تک پہنچا دے جیسی
صحیحین کی حدیثوں میں موجود ہیں۔ یہ نہایت کمزوری بلکہ علوم اسلامیہ سے ناواقفی کا
نتیجہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر کوئی مخالف اعتراض کرتا ہے (گو وہ اعتراض کیسا ہی پوچ و لچر
ہی کیوں نہو) فوراً اُس مسئلہ کے وجود ہی سے انکار کر دیا جاتا ہے اور سارا بار الزام علمائے
سلف رحمۃ اللہ علیہم کے ذمہ رکھدیا جاتا ہے فالی اللہ المشتکی ھذا آخر ما
اردنا ایرادہ والحمد للہ رب العالمین تمام ہوئی عبارت النجم لکھنو۔

اقول اگرچہ بعد تحریر سابق اس تحریر کے جواب کی ضرورت نہ تھی مگر اس خیال سے کہ
بحث ناتمام رہے ایک نظر اجمالی اس تحریر پر بھی ڈالی جاتی ہے جس سے لایق مخاطب کی

۱؎ اگر کوئی کہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہو چکے تھے تو اسکو جواب دیا جائے
کہ یہ شہید احفاظ موجودین سے وہ بھی نسبت نہ رکھتے تھے جو ایک کو سو سے ہوتی ہے۔ ۱۲

اسی تحریر سے ناظرین قیاس کر سکتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب کس قدر احقاق حق پر آمادہ ہیں کہ اپنے ہم مذہبوں کی تحریروں کو بھی نہیں شائع کرتے جو انکی مخالفت میں آتی ہیں پھر نہ معلوم اور کتنی تحریریں آئی ہونگی جنہیں آپ نے ہضم کر ڈالا کیونکہ یہ مسئلہ تحریف قرآن ایسا معمولی مسئلہ نہیں ہے جس پر کوئی توجہ نہ کرے۔ نہ آپ کی تحریر اور دلائل کا ضعف بلکہ سخافت و خرافت کوئی پنہاں امر ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ ہر شخص اس سے سیر ہو جاتا ہو کیونکہ فضل خدا سے اب اہلسنت میں بھی سمجھدار لوگ ہو رہے ہیں جو تاویل و تحریف کو بخوبی سمجھ رہے ہیں اور اصلی اور جعلی امر میں بخوبی فرق کر لیتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قسم کے صدہا خطوط نہ آئے ہونگے جنہیں آپ نے ہضم کیا مگر چونکہ یہ تحریر رسالۂ اسلام جالندھر میں شائع ہو چکی تھی لہذا اب مجبوری ہوئی۔

(۳) **قولہ** جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا۔ **اقول** اس سے بھی معلوم ہوا آپ کو اصل مسئلہ پر چنداں اعتراض نہیں بلکہ اسپر اعتراض ہے کہ میرے یہاں وہ خط کیوں نہ آیا اور رسالۂ اسلام جالندھر میں کیوں گیا مگر ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست اگر آپ پہلے خط پر متوجہ ہوتے تو کیوں اسکی نوبت آتی۔

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب نے پورا خط اپنے دوست مولوی عبد الرحیم صاحب کا اب بھی نہ شائع کیا با اینہمہ جس قدر شائع کیا اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ مولوی عبد الرحیم صاحب تحریف قرآن کو نہایت فصاحت سے ثابت کرتے ہیں (دیکھو یہ فقرہ) جس طرح کی تحریف اناجیل و توریت میں منجانب مسلمانان بیان کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ تحریف یا کم از کم غیر ارادی **نقصان** وکمی جو بوجہ غیر مکتوب ہونے کلام اللہ کے ناگزیر تھی بیشمار معتبر احادیث سے خود قرآن مجید کے متعلق ثابت ہوتی ہے ملاحظہ ہو **اتقان** **درمنثور**۔ **صحاح ستہ**۔ **کتب مناظرہ شیعہ وسنی**" اس پوری عبارت کو پڑھ جائیے تو آپ کو معلوم ہو مولوی عبد الرحیم صاحب نے آپ کا کیسا ناطقہ بند کیا ہے۔ اب سنئے اس کا جواب جو اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں

(۴) **قولہ** معاذ اللہ اس قسم کی ہمفزبات الخ **اقول** افسوس کہ اس قسم کی ہمفزبات

کے آپ ہی کا قلم ہے کیونکہ آپ خود لکھ چکے ہیں "اگر حضرت عثمان نے ایسا (جلانا کل قرآنوں کا) نہ کیا ہوتا تو آج جو اختلافات اناجیل اربعہ میں تم دیکھ رہے ہو مجموعہ عہد عتیق کی جو حالت تمہارے پیش نظر ہے اس سے بھی زیادہ قرآن کی حالت ہوتی" ملاحظہ ہو نجم الشمس صفحہ ۱۵ نمبر ۳ جلد ۳۔

لِلّٰہ بتائیے آپکے کلام میں اور مولوی عبد الرحیم صاحب کے کلام میں کیا فرق ہے جو ان کی بات بے مغز ہو گئی اور آپ کی بامغز۔ آپ بھی تو وہی کہتے ہیں جو مولوی صاحب نے کہا فرق اسقدر ہے کہ آپ اس زمانہ میں غیر واقع کہتے ہیں کہ اس وجہ سے یہ اختلاف نہو سکا کہ عثمان نے جلا دیا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ حدیثوں سے وہی ثابت ہے۔

مولوی صاحب بھی زیادتی کے قائل ہیں آپ بھی کہتے ہیں "اس سے زیادہ قرآن کی حالت ہوتی"۔

اگر آپ کہیے کہ انہوں نے اقرار کر لیا کہ اب بھی واقع ہے تو آپنے بھی اقرار کیا کہ کہا عثمان کے جلانے سے یہ بات موقوف ہوئی اور سب کو معلوم ہے کہ عثمان کی یہ کاروائی ۲۵ھ میں ہوئی تو اس کے قبل وہی حالت تھی جسکا آپنے اقرار کیا۔

اب آپ ہی بتائیے کہ آخر انکی بات کیوں بے مغز ہوئی اور آپ کی تقریر بامغز کیونکہ دونوں وقوع اختلاف کے مقر ہیں۔ وہ بھی اسکو قرآن سے نہیں ثابت کرتے بلکہ حدیثوں سے۔ اور آپ بھی ان سے نہیں انکار کرتے بلکہ منسوخ التلاوت کی تاویل کرتے ہیں جسکو مولوی عبد الرحیم صاحب غیر تشفی بخش کہتے ہیں۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ انہوں نے کسی شیعہ سے سنا یا کسی عیسائی نے فریب دیا تو مناسب ہوتا کہ وہ ذی فہم و ذی علم ہوتے۔

(۵) قولہ دہ کاش النجم اقول یہ آرزو آپ کی بھی دوسری تحریر میں پوری ہو چکی جس کو خود آپ نے اپنے اخبار مورخہ ۱۴ جمادی الاولے میں نقل کیا" اسی طرح حصہ دوم کے صفحات ۴۰ تا ۴۴ میں جو روایات درج ہیں ان میں تا بہ آخر آپنے جو کچھ مختصر طور پر حرکت مذبوحی کر کے اس کا جواب لکھا تھا اسکی حقیقت

بھی آپ کو الشمس نمبر ۲ و ۳ صفحہ ۲ ، ۱ سے معلوم ہو چکی کہ ایک جواب بھی آپ کا قابل التفات نہیں اس پر یہ جملہ شیعوں کے امام مولوی حامد حسین صاحب (اعلے اللہ مقامہٗ) نے جسقدر روائتیں تحریف قرآن کے ثبوت میں کتب اہلسنت سے پیش کی تھیں ان سب کے ایسے شافی جواب دیئے گئے ہیں کہ ایک بچہ بھی اب ان روایات کا تحریف سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں سمجھ سکتا" ایسا مضحکہ خیز جملہ ہے کہ خود آپ کے مذہب والے قہقہہ لگائینگے۔

(۶) قولہ غیر ارادی نقصان اقول" بریں عقل و دانش بباید گریست" کیونکہ اگر آپ کے خدامیاں عثمان ہوں اور اُن کی کمیٹی والے تو البتہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ بغیر ان کی مرضی کے کمی ہو گئی تو بالکل غلط ہے۔ ورنہ اسکا تو آپ کو بھی اقرار ہے کہ بغیر مرضی صحابہ کے کوئی آیت نہ لکھی گئی جیسا کہ بحث آیۂ رجم میں آپ نے لکھا ہے" رہ گیا قرآن عظیم میں اسکا لکھ دینا یہ بات ان کے اختیار میں نہ تھی۔ جب تک تمام صحابہ راضی نہ ہوتے" انہی صحابہ کی نسبت مولوی عبد الرحیم صاحب نے بھی لکھا" یا کم از کم غیر ارادی نقصان جو بوجہ غیر مکتوب ہونے کلام اللہ کے ناگزیر تھی"۔

آپ اُن کے اس صاف جملہ کو کہ صحابی کی لاعلمی سے بلا ارادہ کمی ہوئی تان کر خدا کی طرف لیجاتے ہیں۔ حالانکہ بدیہی ہے خدا کو جس قدر منظور تھا اُس نے نازل کیا جس آیہ کو چاہا منسوخ کیا۔ جس آیہ کو چاہا ناسخ بنایا۔ اب اُس کے ارادے سے کیا تعلق۔ اب تو صحابہ کا ارادہ ہے۔ جن کے بغیر رضامندی خلیفۂ دوم بھی آیۂ رجم کو درج نہ کر سکے اڈیٹر صاحب۔ یہ تحریر کسی شیعہ کی نہیں ہے جس میں جو چاہے تصرف کر جایئے۔ یہ تحریر آپ کے دوست مولوی عبد الرحیم صاحب کی ہے جو سنی ہیں۔ وہ کہتے ہیں تحریف ہوئی (یعنی قصداً آیات نکال ڈالے گئے۔ یا بلا ارادہ نقصان و کمی ہوئی۔)

(۷) قولہ یہ کون کہتا ہے الخ اقول تمامی اہلسنت کا یہی بیان ہے۔ تمامی کتب صحاح ہوں یا غیر صحاح اس سے مملو ہیں کہ نہ قرآن مکتوب تھا نہ مرتب۔ بیشک حضرت لکھواتے تھے مگر وہ سب تو جناب

رسول فوراً قرآن کو مرتب کیا۔ اور قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن کو مرتب نہ کرلونگا ردا دوش پر نہ ڈالونگا۔ مگر وہ قرآن کہاں لیا گیا۔ صحابہ کے پاس حضرت لائے مگر انکار کردیا گیا۔ اور چار سو حافظان قرآن کے مارے جانے کے بعد بمقام یمامہ یہ قرآن کس دریوزہ گری سے مرتب ہوا۔ پھر حضرت کے اہتمام سے آپ کو کیا نتیجہ ملا۔

حضرت نے تو ہر طرح کا اہتمام کیا قرآن کو جناب امیرؑ سے لکھوایا۔ جناب امیرؑ کے حوالہ کیا۔ تمامی امت کو ایک دفعہ نہیں صد ہا دفعہ بتایا۔ میں قرآن اور اہلبیتؑ کو تم میں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم ان سے تمسک کروگے تو گمراہ نہوگے۔ یہ دونوں جدا نہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر ہم سے ملاقات کریں۔ مگر آپ نے اور آپ کے صحابہ نے نہ قرآن کو لیا نہ اہلبیت سے تمسک کیا۔ عمر صاحب نے بمخالفت رسول حسبنا کتاب اللہ کا اقرار بھی کیا۔ مگر صرف اس غرض سے کہ حضرت کا وصیت نامہ نہ لکھا جائے۔ ورنہ اسکے بعد زیدؔ ان سے کہہ رہے کہ قرآن جمع ہونا چاہئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ابوبکر صاحب سے پوچھو۔ وہ کہہ رہے ہیں مسلمانوں سے رائے لو۔ کیا اچھی عمل ہے حسبنا کتاب اللہ پر۔

آپ کی غلط بیانیوں کا کہاں تک جواب دیا جائے۔ پھر سے پڑھیے الشمس کے نمبروں کو تو معلوم ہو کہ قرآن کس طرح جمع کیا گیا۔ نہ کتابت کا ٹھکانا ہے نہ گواہی کا صحابہ کی سبجکٹ کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے جس کو چاہتی ہے پاس کرتی ہے جس کو چاہتی ہے منسوخ۔

اگر حفظ پر یہ چھوڑ دیا جاتا تو وہی نتیجہ ہوتا جو ہوا کہ حافظوں کے قتل ہونے سے خلیفۂ اول کو خوف ہوا اب داکل قرآن ضائع ہوا اور خلیفۂ دوم ایک آیہ پوچھ رہے ہیں جواب مل رہا ہے فلاں صحابی کے پاس تھا جو یمامہ میں مارا گیا اور عمر صاحب کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۸) قولہ۔ بیشک میں نے ان روایات کو **اقول** اس سے معلوم ہوتا کہ حقیقۃً آپ اس کے قائل یا معتقد نہیں ہیں بلکہ آپنے کسی مجبوری سے تسلیم کرلیا ہے حالانکہ اگر آپ فرقۂ اہلسنت وجماعت سے ہیں اور فرقۂ اہل قرآن میں نہیں داخل ہیں۔ تو

آپ اس سے کسی طرح انکار نہیں کر سکتے کہ قرآن کو آنحضرتؐ نے اسی طرح چھوڑا نہ کہ بین الدفتین جمع کیا گیا تھا۔ اور نہ پورے طور سے مرتب کیا گیا تھا۔ بلکہ حضرتؐ نے کل اجزا اُس کے جس کو زیادہ تر جناب امیر المومنینؑ سے لکھوایا تھا۔ جناب امیرؑ ہی کے حوالہ کیا۔ اور تمام امت سے ایک موقعہ نہیں صدہا مرتبہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی جسے جناب امیرؑ نے بھی بعد انتقال رسول مقبول سب سے مقدم کام یہی کیا کہ قرآن کو مرتب کیا جس کے لئے آپ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اسے جمع نہ کرونگا ردا دوش پر نہ رکھونگا بعد جمع صحابہ کے پاس لائے اور انہوں نے نہ لیا۔

پس اگر آپ مسلمان ہیں اور سنی ہونے کے مدعی ہیں تو اس اجمالی اعتقاد اور اقرار سے چارہ نہیں۔ اور اگر کوئی دوسرا مذہب اختیار کیا ہے تو آپ جانئے۔ رہا آپ کا یہ قول کہ "آیات کی ترتیب دیدی تھی بلکہ بقول اکثر محققین سورتوں کی ترتیب دی تھی" ایسا قول ہے کہ اگر کل علماء نہیں تو اکثر علماء آپ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ الشمس نمبر ۸ و ۹۔ ص ۱۳۱-۲۔

اسی طرح یہ کہنا کہ ابوبکر نے اسی ترتیب سے جمع کرایا ایسا غلط دعوے ہے کہ اس کی تکذیب کی بھی حاجت نہیں کیونکہ زید کا قول "اگر پہاڑ اکھاڑنے کا حکم دیتے تو اتنا مشکل نہ تھا جتنا کہ قرآن کا جمع کرنا مشکل تھا"۔ اتنا وزنی جملہ ہے کہ سارا راز کھول دیتا ہے۔

اسی طرح عمر صاحب کا ایک ایک لفظ پر مباحثہ کرنا خود آپ کی تکذیب کو کافی ہے کہ اگر یہ نقل مطابق اُس اصل کے تھی جسے رسول اللہ نے بتعلیم روح الامین لکھوایا تھا تو عمر صاحب کو اپنی پوری اور مشفقہ کوشش سے اس کی کتاب کی تصحیح میں سالہا سال معروف رہنے کی کیا وجہ تھی۔ کیا قرآن پر نظرثانی فرماتے تھے۔ اور کیا نیا تصنیف فرماتے تھے۔

تغیر عثمان ایہ یہ بھی غلط ہے کہ عثمان نے اسی طرح نقل کرایا کیونکہ فتح الباری

وغیرہ سے سابقہ نہ ہوا فلما تغیر المصاحف ساء ذلک ابن مسعود کہ عثمان نے جب تغیر دیا مصاحف میں تو ابن مسعود کو ناگوار ہوا ۔ اور اتقان میں ہے قرء علی ابی وھو ابن ثمانین سنۃ فی مصحف عائشۃ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف ص ۲۵ جلد ۲ ۔

جس سے بداہت معلوم ہوا کہ عثمان نے مصحف میں تغیر کیا ۔ پھر کیونکر آپ ایسا دعوےٰ کرتے ہیں ۔

دیکھو وہ خط صحابہ ملاحظہ فرمایئے جو کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں موجود ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم من المہاجرین الاولین وبقیۃ الشوریٰ الیٰ من بمصر من الصحابۃ والتابعین اما بعد ان تعالوا الینا وتدارکوا خلافۃ رسول اللہ قبل ان یسلبھا اھلھا فان کتاب اللہ قد بدل وسنۃ رسولہ قد غیرت واحکام الخلیفتین قد بدلت صفحہ ۶ یہ خط ہے مہاجرین اولین اور بقیہ اصحاب شوریٰ کا طرف اُن لوگوں کے جو مصر میں ہیں صحابہ و تابعین سے ۔ اما بعد جلد آؤ ہمارے پاس اور تدارک کرو خلافت رسول اللہ کا قبل اسکے کہ چھین لیں اُسے اہل اُسکے پس کتاب خدا بدل دی گئی اور سنت رسول متغیر کر دی گئی اور احکام دونوں خلیفہ کے بدل دیئے گئے ۔

کیوں اڈیٹر صاحب! کیا ان تصریحات صریحہ کے بعد بھی آپ اسکا اقرار نہ کرینگے کہ عثمان صاحب نے قرآن کو بدل دیا اور یہی کہے جائینگے کہ "حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی قرآن جمع کردہ صدیق کی متعدد نقلیں کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں بھیجیں"۔

افسوس کہ اڈیٹر صاحب پر ہر طرح حجت تمام ہوتی ہے مگر وہ وہی کہتے ہیں جو انکے واہمہ میں آتا ہے ۔ اسکا بھی نہیں خیال کرتے کہ علمائے اہلسنت کس درجہ انکے مخالف ہیں

چنانچہ سابقاً مذکور ہوا کہ ترتیب سورہ کے بارے میں بالخصوص اکثر علماء کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ کارروائی بہ اجتہاد صحابہ ہوئی۔ مگر یہ کہتے ہیں "بقول اکثر محققین سورتوں کی ترتیب بھی دیدی تھی" کیا آپ امام مالک کو بھی غیر محققین میں داخل کرتے ہیں۔

اسی طرح کس تصریح سے تمامی کتب اہل سنت میں یہ امر مذکور ہے کہ عثمان نے قرآن میں ہر طرح کا تغیر کیا جس سے خود ابن مسعود ناراض ہوئے اور بڑی پسلی توڑ دی گئی۔ آخر صحابہ نے اجماع کر کے عثمان صاحب پر بھی جرم قائم تھا کہ انہوں نے قرآن کو بدل دیا اور اسی جرم پر مارے گئے۔ علاوہ اور جرائم کے مگر آپ یہی کہے جائینگے کہ عثمان صاحب نے اُسی قرآن کی نقل شایع کی۔

(۹) قولہ اس کو پناہ لینا نہیں کہتے **اقول** درحقیقت اس کو پناہ لینا نہیں کہتے بلکہ مصداق الغریق یتشبث بکل حشیش کہنا چاہیے کہ ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ کیونکہ صحیح مطلب تو وہی کہا جاتا ہے جو اس کے الفاظ سے پیدا ہو اور یوں بات بنانا درحقیقت تاویل بلکہ تحریف کے حکم میں ہے۔ اور اس سے بڑھکر کیا اتہام ہو سکتا ہے۔ آپ کہتے ہیں "تمام علمائے اسلام نے ان روایات سے نسخ ہی کا مفہوم سمجھا ہے" حالانکہ خود آپ لکھ چکے ہیں "اسی وجہ سے محدثین کی ایک جماعت نے اس باب کی تمام روایات کا انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ان روایات سے نہ ان آیات کی قرآنیت ثابت ہوتی ہے نہ منسوخیت جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے اور میں اس بحث کو تحریف میں نقل کر چکا ہوں" مورخہ ۲۱ جمادی الاول۔

اب آپ ہی ایمان سے فرمایئے کہ آپ کا یہ دعوے "تمام علمائے اسلام نے ان آیات سے نسخ ہی کا مفہوم سمجھا ہے" غلط ہوا یا نہیں۔ کیا وہ جماعت محدثین جو اسکی منکر ہے تمام علمائے اسلام سے خارج ہے۔ اور ان کے خروج کے بعد آپکا یہ کلام صحیح ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی کی وہ عبارت جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور اسکی نقل پر فخر کیا ہے۔ میں بھی الشمس میں مکرر لکھ چکا ہوں۔ دوبارہ پھر حاضر ہے حکی

فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی نزال قرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیہا ص ۲۶ جلد ۲

یعنی قاضی ابو بکر نے انتصار میں ایک قوم علما سے انکار کو لکھا ہے اس قسم کی نسخ سے کیونکہ کل خبریں اس کی اخبار احاد سے ہیں۔ اور نہیں جائز ہے یقین کرنا نزول قرآن پر اور اُسکے نسخ پر اخبار احاد سے جو حجت نہیں ہیں۔

پس جب ایک قوم علمار کی اس سے منکر ہے اور اس سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اخبار احاد سے ان آیات کا قرآن ہونا اور منسوخ ہونا تسلیم کیا جائے۔ پھر کس مُنہ سے آپ اس کا نام لیتے ہیں۔ کیا اس خرابی کے دفعیہ کی بھی کوئی صورت تجویز کی ہے۔ یا کہیں اسکا حل بھی کیا ہے؟ کیا آپ کا فرض صرف نقل کرنا ہے؟

اڈیٹر صاحب خدا کے لئے ایسی بے تکی باتیں نہ ہانکا کیجیے دیکھیے۔ اس سے مخالفین اسلام کو کیسا موقع ملیگا۔ اور کس طرح وہ تل پڑینگے کہ فلاں روایت سے فلاں آیت ثابت ہے جس کو منسوخ کہتے ہیں۔ رہا سیوطی صاحب کا یہ کہنا بس اولاً یہی محل کلام ہے کہ انہوں نے یہی سمجھا ہے کیونکہ وہ تو عبارتوں کو نقل کرتے ہیں۔ ثانیاً ان کا ایسا نہ سمجھنا اس سے ثابت ہے کہ علماء کے انکار کو اس امر سے لکھا اور کوئی جواب اسکا نہ دیا۔ ثالثاً اگر ایک انہوں نے یا ان کے مانند اور لوگوں نے بھی سمجھا تو اس سے کیا۔ آخر وہ بھی تو علما تھے جنہوں نے انکار کیا۔ پھر دلیل کے ساتھ انکار کیا تو ان کے قول سے مخالفت بلاوجہ کب قابل قبول ہے۔

(۱۰) **قولہ تشفی بخش نہونے کی کیا وجہ** **اقول** اولاً جس قدر آپ لکھ چکے ہیں اُن سب کا جواب تفصیلی بھی ہو چکا جس پر پھر آپ کو قلم فرمائی کی جرأت نہوئی اور جو باقی ہے اس کا حال اگرچہ تحریر سابق سے ظاہر ہے تاہم انشاءاللہ اس کی حقیقت بھی ظاہر کیجائیگی ثانیاً مولوی عبدالرحیم صاحب نے ان وجوہ کو اپنی دوسری تحریر میں نہایت تفصیل سے بیان بھی کیا ہے جس میں آپ کی پوری تقریر کو جو حصہ ثمانیہ میں لکھا تھا ایسا درہم وبرہم کیا کہ آپ سے بھی اس کا جواب پھر نہ ہو سکا۔

ملاحظہ کیجئے اپنے اخبار مورخہ ۱۴ جمادی الاولیٰ میں ان کی یہ عبارت اور اسی طرح مناظرہ حصہ دوم کے صفحات ۱۰۴ تا ۱۴۰ میں جو روایات درج ہیں" تا بہ آخر اور اپنی تحریر کا جواب اجمالی الشمس نمبر ۱۴ و ۱۵ ص ۱۵۱

یہ مضمون چونکہ تفصیل سے لکھا جا چکا ہے لہذا مجھے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں اہل فہم ان صفحات کو ملاحظہ کریں جن کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے بعد پھر کسی کو درو غگوئی اڈیٹر صاحب میں کلام نہو گا کیونکہ وہاں آپ کو ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں "توریت وانجیل کی تلاوت میں بھی تلاوت قرآن کے برابر ثواب ہے" جسکا کوئی مسلمان قائل نہیں ہو سکتا۔

پھر بھی یہ معجزات سے ہے" چند معجزات کا نہ رہنا کیا مضر ہو سکتا ہے جبکہ موجود معجزات کافی سے بدرجہا زائد ہیں" جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اس ترتیب قرآن کی بدولت بہت سے معجزات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے جسے آپ غیر مضر سمجھتے ہیں۔

اب بتائیے آپ کے صحابہ حافظ دین تھے یا اس کے ضائع کرنے والے جنکی بدولت اتنے معجزات قرآن کے غائب ہوگئے۔

اڈیٹر صاحب! اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے نہ مولوی عبدالرحیم صاحب کا۔ جنہوں نے نہایت تفصیل سے آپ کی تحریر کا غیر تشفی بخش ہونا بتایا۔ اور ہر روایت کی پوری قلعی کھولدی۔ مگر آپ یہی کہے جائینگے "کیونکر مان لیا جائے کہ وہ تشفی بخش نہیں ہے"۔

آپ نے یہاں ضمناً یہ بھی لکھا ہے "خود شیعوں کے علما نے بھی ان روایات اہلسنت کو جو تحریف کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہیں نسخ ہی پر محمول کیا ہے" حالانکہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی انتہا نہیں۔ کیونکہ خود جناب حجۃ الاسلام مصنف استقصاء الافحام اعلی اللہ مقامہ نے اور علامہ دہلوی صاحب نزہہ نے ان روایات کو ثبوت تحریف میں کتب اہلسنت سے پیش کیا ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ علمائے شیعہ اس کو نسخ تلاوت پر محمول کریں۔

انکار علمائے شیعہ از منسوخ التلاوۃ

افسوس کہ آپکو تکرار بیکار سے عشق ہے کہ ایک بات کو دوہرائے جاتے ہیں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔ مگر کیونکہ میں نے آپکی خاطر سے مکرر اسکی بحث لکھی کہ منسوخ التلاوۃ ایک ایسا لفظ ہے جو نہ تو زمانہ صحابہ میں موجود تھا نہ تابعین کو یہ لفظ معلوم تھا۔ آپکے علما نے تحریف کے پردہ پوشی کیلئے اسکی ایجاد کی جسپر مکرر عرض کیا کہ اگر کسی ضعیف روایت میں بھی آپ لفظ منسوخ التلاوۃ کو نکالدیں تو مجھکو دو سو روپیہ انعام لیں مگر آجتک تو آپسے نہ ممکن ہوا۔ **انکار علمائے شیعہ از منسوخ التلاوۃ۔** رہا آپکا یہ فرمانا کہ علمائے شیعہ بھی اسکے قایل ہیں اسکا جواب صرف اسی قدر ہے کہ جناب شیخ مفید طاب ثراہ کتاب المقالات میں فرماتے ہیں۔

القول فی ناسخ القرآن ومنسوخه ان فی القرآن ناسخا ومنسوخا کما ان فیه محکما ومتشابها بحسب ما علمه الله من مصالح العباد قال الله عز اسمه ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها والنسخ عندی فی القرآن انما هو نسخ ما تضمنه من الاحکام ولیس هو رفع اعیان المنزل کما ذهب الیه کثیر من اهل الخلاف ثم مثل نسخ الحکم بآیة العدة وانما کانت اربعة اشهر وعشرا بعد ما کانت حولا وکان واستقر هذا الحکم باستقرار شریعة الاسلام وکان حکم الحول منسوخا والآیة ثابتة فی غیر منسوخة هی قائمة فی التلاوة کناسخها بلا اختلاف وهذا مذهب الشیعة وجماعة من اصحاب الحدیث واکثر المحکمة والزیدیة

قول دربارہ ناسخ و منسوخ قرآن میں کہتا ہوں کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ دونوں ہیں جیسا کہ اس میں محکم و متشابہ بمطابق علم خدا کے مصالح عباد ہے اور خدا فرماتا ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا اور نسخ قرآن میں میرے نزدیک اس قسم کا ہے کہ احکام منسوخ ہوگئے ہیں۔ یہ نہیں کہ اصل آیۃ جو نازل ہوا وہ اٹھا لیا گیا جیسا کہ گئے ہیں طرف اسکے اکثر اہل خلاف سے پھر مثال دی نسخ حکم کی ساتھ آیہ عدہ کے کہ پہلے سال بھر کا حکم تھا پھر چار مہینہ دس روز ہوا اور وہی قائم رہا باستقرار شریعت اسلام سال بھر کا حکم منسوخ ہوا اور آیہ اسکا بھی ثابت ہے غیر منسوخ میں اور وہ قایم ہے تلاوت میں جیسا کہ اسکا ناسخ موجود ہے بلا اختلاف اور یہی مذہب شیعہ ہے اور ایک جماعت کا اصحاب حدیث سے اور اکثر محکمہ اور زیدیہ کا

ویخالف فیہ المعتزلۃ جماعۃ من
المجبرۃ ویزعمون ان النسخ قد
وقع فی اعیان الآی کما وقع فی الا
حکام انتہی۔

اور مخالفت کی ہے اسمیں معتزلہ نے اور ایک
جماعت جبریہ اہل سنت نے اور گمان کرتے
ہیں کہ اصل آیتوں میں بھی نسخ واقع ہوا جیسا کہ
احکام میں نسخ ہوا

اب تو ڈپٹی صاحب کو معلوم ہوا مذہب شیعہ کیا ہے وہ نسخ کے قایل نہیں وہی مذہب اکثر اصحاب حدیث بھی ہے اہل سنت سے اور محکمہ زیدیہ بھی اسکے قایل ہیں معتزلہ و جبریہ جو اس زمانہ کے سنیوں کا مذہب ہے اسکے مخالف ہیں تو اب ڈپٹی صاحب کا افترا اتہام کے حکم میں نہیں تو کیا ہے؟

اسی وجہ سے ڈپٹی صاحب نے اس مطلب کو ایسے گول لفظوں میں لکھا ہے کہ وقت داد گریز کے سکیں کیونکہ فرماتے ہیں "خود شیعوں کے علما نے بھی ان روایات اہل سنت کو جو تحریف کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہیں نسخ ہی پر محمول کیا ہے" اور یہ نہیں کہ یہی مذہب شیعہ ہے کیونکہ سبکو معلوم ہے علمائے فریقین اختلافات میں فریقین کے اقوال کو نقل کرتے ہیں خواہ بغرض رد خواہ بغرض ذکر خلاف اس سے وہ انکا مذہب نہیں ہوتا ہے غرض سے ڈپٹی صاحب نے کہا کہ محمول کیا ہے "یعنی علمائے اہل سنت کے اختلافات کو بیان کیا ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے کیا وہ مذہب شیعہ قرار پا سکتا ہے ہرگز نہیں۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے جو نسخ کی معنی اور جس صورت سے بیان کیا ہے اہل سنت بھی اور بعض اسکے قایل ہیں مگر خلیفہ دوم کی غلطی سے انہوں نے منسوخ التلاوت کو بھی لکھدیا ورنہ وہ بھی اسکے قایل ہیں کہ نسخ احکام کا اور قرآن میں ناسخ و منسوخ دونوں آیتیں موجود ہیں چنانچہ علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں الضرب الثانی ما نسخ حکمہ دون تلاوتہ وھذا الضرب ھو الذی فیہ الکتب المؤلفہ وھو علی الحقیقہ قلیل جدا وان اکثر الناس من تعدید الآیات فیہ صفحہ ۲۲ جلد ۲ ۔ یعنی دوسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ حکم منسوخ ہو نہ تلاوت اور یہی وہ قسم ہے جسمیں ناسخ و منسوخ کی تصنیف ہوئی اور فی الحقیقت یہی بہت کم ہے اگرچہ لوگوں نے بہت سی آیات کو اسمیں لکھا ہے جب یہ ہے تو علامہ سیوطی تو خود اس قسم کو باتفاق فریقین بلکہ باتفاق فرق اسلامیہ ثابت ہے اسکو بھی کم کر رہے ہیں اور آپ سب کو اسلام ہیں کہ ایک دوسری قسم کا اور اضافہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل نسخ ہی کا کلام ہے۔ بعد وہ شرائط جو نسخ کے متعلق بیان کئے گئے وہ بھی بدای منسوخ ہیں کہ منسوخ التلاوۃ کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ شرط اول

قال ابن الحصار انما يرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلعم او عن صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا۔ جب نسخ میں نقل صریح رسول سے مطلوب ہو بغیر نص صریح کے نسخ نہیں ہو سکتا تو کیا کوئی شخص کسی آیۃ منسوخ التلاوت کے متعلق حدیث صریح رسول یا صحابی پیش کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

دوسری دلیل بطلان نسخ کی یہ ہے کہ باتفاق علمائے اہل سنت ثابت ہے کہ جناب امیر نے قرآن کو مطابق تنزیل جمع کیا جسمیں سے نہ ایک حرف کم ہوا نہ ایک حرف بڑھا تو پھر بتائیے وہ دوسری نسخ التلاوت کہاں ہیں۔ اور اگر منسوخ التلاوت آیتیں بھی اس میں تھیں تو آپ ہی بتائیے کیا حکم ہے اور اگر وہ آیتیں اس میں نہیں تھیں تو پھر یہ دعوی کہاں صحیح ہو سکتا ہے کہ ترتیب اسکی مطابق تنزیل تھی جس سے نہ ایک حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ نسخ التلاوت کا وجود پہلی صدی میں تھا ہی نہیں۔ ہم اس دعوی کو کہ اس لفظ منسوخ التلاوۃ کا وجود زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھا بلکہ بعد کو پیدا ہوا خود کتاب ناسخ و المنسوخ ابو جعفر نحاس سے ثابت کرتا ہوں المتوفی ۳۳۸ ہجری لکھتے ہیں والقسم الثالث وھو من ضعف الکتاب لم یذکر ابو عبید الا ھذہ الثلثہ وذکر غیرہ رابعا قال نزلت الایۃ وتتلی فی القرآن ثم تنسخ فلاتتلی فی القرآن ولا تثبت فی الخط ویکون حکمہا ثابتا کما روی الزہری عن عبد اللہ بن عباس قال خطبنا عمر بن الخطاب قال کنا نقرء الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ بما قضیا من اللذۃ قال ابو جعفر و اسناد الحدیث صحیح الا انہ لیس حکمہ حکم القرآن الذی نقلہ الجماعۃ عن الجماعۃ ولکنہ سنۃ ثابتۃ وقد یقول الانسان کنت اقرء کذا بغیر القرآن والدلیل علی ھذا انہ قال لو لا انی اکرہ ان یقال زاد عمر فی القرآن لزدتہ۔ ص ۸ مطبوعہ مصر۔ یعنی قسم ثالث نسخ کی ماخوذ ہے نسخ کتابت سے لکھنے میں نہیں ذکر کیا ہے ابو عبید نے مگر یہی تین قسم کو۔ ایک نسخ بمعنی ازالہ حکم دوسرے ازالہ یعنی الشیطان کہ خدا اس کو زائل کرے۔ اسکی تلاوت ہو نہ درج مصحف ہو تیسرے نسخ بمعنی نقل) اور غیر ابو عبید نے چوتھی قسم بھی لکھی ہے کہ آیۃ نازل ہو تلاوت بھی کیجائے پھر منسوخ ہو جائے کہ قرآن میں اسکی تلاوت ہو اور حکم باقی رہے جیسی مثال بیان کی گئی ہے۔ یہ قسم تو ابو جعفر (مولف کتاب) کہتے ہیں اگرچہ سند اسکی صحیح ہے لیکن حکم قرآن کا نہیں جا سکتا کیونکہ جماعت نے نہیں لیا بلکہ سنت ثابت ہے اور کبھی انسان غیر قرآن کی نسبت بھی کہتا ہے کہ میں ایسا پڑھتا تھا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ عمر نے کہا اگر یہ خوف نہیں ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ زیادتی کو قرآن میں تو ضرور اسکو قرآن میں زیادہ کر دیتا۔

اس تقریر سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ ابوعبید نے صرف تین ہی قسم لکھا ہے چوتھی قسم انہوں نے نہیں لکھا ہے
جس سے انکے عہد تک اسکا رائج ہونا معلوم ہوا اور یہ ابوعبید وہی شخص ہیں جن کی صدہا روایتیں اتقان
سیوطی میں منقول ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ چوتھی قسم نسخ کی کسی تعریف میں بھی نہیں آتی۔
تیسرا فائدہ یہ معلوم ہوا کہ آیہ رجم آیات منزلہ سے نہیں ہے جسکے لئے اس قسم کی ایجاد ہوئی بلکہ
ایجاد خلیفہ دوم سے ہے جسکو وہ بھی خارج از قرآن جانتے تھے کہ زبردستی قرآن میں لکھ دیں مگر لوگوں کے
خوف سے نہ لکھ سکے یا مطابق اس حدیث کے انکو بھی یہ امر ناپسند تھا کہ غیر قرآن کو داخل کریں پھر کیوں ناحق
اس قسم پر زور دیا جاتا ہے جب یہی ثابت ہو گیا کہ آیہ رجم آیات قرآنی سے نہیں تھا اگر آپکو کچھ علم ہوتا تو آپکو
معلوم ہوتا کہ جو دوسری قسم نسخ کی بتائی گئی ہے کہ شیطان چاہتا ہے کسی بات کو ڈالدے اور وہ کسی نبی کی
نہ ڈال سکتا تھا اور خدا اسکو اٹھا لیتا تھا اس پر بھی آپکے علما کا اعتراض ہے اور وہ نہیں مانتے چنانچہ
کتاب الناسخ والمنسوخ میں ہے وضرب ثان کما حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا ابن جسیم
قال حدثنا ابو عمرو الدوری عن الکسائی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا
نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ قال فی تلاوتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان
فانہ یزیلہ ولا یتلی ولا یثبت فی المصحف قال ابو جعفر وهذا مشتق من نسخت
الشمس الظل وقد زعم ابو عبید ان هذا النسخ الثانی قد کان ینزل علی
النبی السورة فترفع فلا تتلی ولا تکتب واحتج ابو عبید اللہ باحادیث صحیحة
السند وخولف ابو عبید فیما قال الذین خالفوہ علی قولین منهم من قال لا
یجوز ما قال ولا یسلب النبی شیئا من القرآن بعد ما انزلہ علیہ احتجوا بقولہ
جل و عز ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک والقول الاخر ان ابا عبید
قد جاء باحادیث الا انہ غلط فی تاویلها لان تاویلها علی النسیان کما ینسخ
وقد تاول مجاهد وقتادة او ننسها علی هذا من النسیان وهو معنی
قول سعد بن ابی وقاص وغیرہ قولان آخران عن ابن عباس قال ما ننسخ
من آیة نرفع حکمها او ننسها نترکها فلا ننسخها ونرفعها وقیل ننسها
ها نبیح لکم ترکها علی قراءة البصریین ننساها احسن ما قیل فی معنا

اور نہ رکھا او ننخوہا فلا تنسٰخہا مثٰ یعنی دوسری قسم نسخ کی جیسا کہ بیان کیا ہے
محمد بن جعفر۔ اور ابن دیمم اور ابو عمرو دوری نے کسائی سے ذآیۃ ما ارسلنا من رسول، کہا او ر نسخ
ملاوتیں پس منسوخ دزایل کر دیتا ہے اللہ اس چیز کو لقا کرتا ہے شیطان نہ اسکی تلاوت کیجاتی
ہے مصحف میں ثابت رہتا ہے۔ کہا ابو جعفر نے کہ یہ نسخ مشتق ہے نسخت الشمس الظل سے کہ زایل کر دیا
آفتاب نے سایہ کو۔ ابو عبید نے گمان کیا ہے کہ اس قسم کا نسخ قرآن میں ہوتا تھا کہ حضرت پر سورہ نازل
ہو پھر اٹھا لیا جاتا کہ نہ اسکی تلاوت کی جاتی نہ وہ مصحف میں ثابت ہوتا۔ ابو عبید نے استدلال کیا ہے
احادیث صحیح السند سے مگر لوگوں نے مخالفت کی ہے ابو عبید سے جن لوگوں نے مخالفت انکا دو قول ہے۔
ایک تو یہ نہیں جائز ہے ایسا او ر سلب کیا گیا نبی سے کوئی چیز قرآن کے بعد اسکے کہ نازل کیا گیا حضرت پر اور
انہوں نے استدلال کیا ہے اس آیہ سے کہ خدا فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو لیجاتے اس چیز کو جسے وحی کیا طرف تیرے
دالمسنت عموماً اور اکثر صحابہ خصوصاً اس قول اور آیہ کو خیال کریں، دوسرا قول ہے کہ ابو عبید نے ذا نسخ کی
نقل کیں مگر اسکی تاویل او رمطلب سمجھ سکا اور غلطی میں پڑ گئے کیونکہ اصل مطلب اسکے نسیان میں نسخ دیگر در حقیقت
تاویل اس کی بھی بدتر دستفر عکت فلا تنسی، مجاہد اور قتادہ نے یہی تاویل کیا ہے کہ ننسہا سے مراد نسیان
ہے اور یہی معنی قول سعد بن ابی وقاص کے ہیں اور ابن عباس سے دو قول دوسرے وارد ہیں ما ننسخ من
آیہ سے مراد رفع حکم ہے نہ رفع آیہ، اور ننسہا سے مراد ترک ہے کہ چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں اٹھاتے اس حکم کو
بلکہ باقی رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد ننسہا سے یہ ہے کہ سماع کرتے ہیں تمہارے لئے اسکے ترک اور
قراۃ بصریین بر بہترین معنی یہ ہے کہ چھوڑ دیتے ہیں اسکو اور نہیں نسخ کرتے۔
اگرچہ سابق از یں بھی اسکی تحقیقات ہو چکی ہے مگر یہاں کچھ زیادہ توضیح کیگئی کیونکہ جو علمائے اہل سنت
نے ابو عبید کے اس قول کو کہ اس قسم کا نسخ بھی قرآن میں ہوتا تھا غلط کہا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ حضرت پر
کوئی حصہ قرآن نازل ہوا اور پھر وہ اصل سورہ یا اصل آیہ اٹھا لیا جائے نہ اسکی تلاوت ہو سکے پھر بتائیے
منسوخ التلاوۃ کا کہاں وجود رہا ہے۔ یہاں سے آپکو یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیدہ بنی ہاشم میں اور عقیدہ
دیگر صحابہ میں کیا فرق تھا کیونکہ حضرت ابن عباس جو بنی ہاشم سے ہیں
اور ملقب حبر ہذہ الامہ مخاطب ہیں وہ
اس قسم کے نسخ کو ناجائز اور محال جانتے ہیں کہ کوئی آیہ اٹھا لیا جائے یا حضرت بھول جائیں وہ

نسخ کو بمعنی حکم اور انسا کو بمعنی تاخیر لیتے ہیں۔ اور سعد بن ابی وقاص صحابی نسیان کو جائز جانتے
ہیں اور یہی مذہب مجاہد و قتادہ کا بھی ہے جس میں یہ تنقیص رسالت مآب ہوتی ہے کہ آنحضرت معاذ اللہ
بھول گئے جو صریح آیہ سنقرئک فلا تنسی کے خلاف ہے اور نیز آیہ ان علینا جمعہ وقرآنہ کے مخالف ہے۔

افسوس صد افسوس کہ حضرات اہل سنت عشق صحابہ و شیخین میں مستغرق ہیں کہ صحابہ
کو تو الزام سے پاک کرتے ہیں اور ان سارے الزاموں کو خود آنحضرت کی نسبت قبول کرتے ہیں کہ صحابہ ایک حرف
بھول جائے کوئی آیہ چھوٹ جائے مگر خود رسول اللہ ایسا بھول جائیں کہ شب کو سورۃ یاد ہو صبح کو بھول گیا بھلا ایسے
لوگ مسلمان کہلا سکتے ہیں حاشا و کلا ہرگز نہیں! قولہ (۱۰) آپ کسی ایک روایت کو پیش کریں۔

اقول افسوس یہ ہے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہی کل روایات کو اسطرح پاش پاش کیا کہ آپسے
کچھ جواب اسکا بھی نہ ہو سکا۔ ملاحظہ فرمائیے خود اپنا اخبار مورخہ ۲۸ جمادی الاولی اور شمس عدد ۲
کے۔ آخر غور تو کیجئے کہ حکم باقی رہے اور تلاوت منسوخ ہو جائے ایسا عاقلانہ فعل ہے کیا جائز ہے کہ خدا ایسا کام
کرے۔ اجرائے احکام کا ذریعہ تو صرف ذات رسول اللہ ہے۔ تو آپ کوئی حدیث نبوی ایسی پیش کر سکتے ہیں جس میں
حضرت نے یہ فرمایا ہو کہ یہ حکم آیا حکم باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہے جبکوئی دلیل اسکی نہیں پیش کر سکتے تو پھر ناحق
کیوں عزت قرآن برباد کرتے ہیں جب یہ حکم عام طور پر مسلم ہے کہ نسخ کی اطلاع بغیر نص نبی نہیں ہو
سکتی اور بعد حضرت کوئی آیہ منسوخ ہو سکتی ہے نہ وہ آیہ منسوخ ہو سکتا ہے جسمیں کوئی حکم ہو تو پھر کس منہ
سے منسوخ التلاوت کا دعوی کرتے ہیں آپکا یہ دعوی کہ "جو ثواب آیات قرآنیہ کی تلاوت میں کہا گیا ہے وہ ان
آیات سے اٹھا لیا گیا" خود آپکے کلام سے غلط ہے کیونکہ آپنے توریت و انجیل کی تلاوت میں بھی قرآن کے برابر ثواب
"لکھا ہے دیکھو اخبار مورخہ ۲ جمادی الاول۔ اسیطرح آیات منسوخ التلاوت کا پڑھنا جائز ہے قرآن
میں بلکہ خود توریت و انجیل کا نماز میں پڑھنا لکھ چکا ہوں ملاحظہ شمس عدد ۲ جلد ۲ صفحہ ۱۶۔ رہا آپکا یہ قول کہ
آیات قرآن سے تمام تر کوئی نہ کوئی حکم شرعی ضرور مستنبط ہوتا ہے ایسا ہے کہ خود آپکے ہم مذہب بھی تسلیم نہیں کرینگے
کیونکہ قرآن مجموعہ احکام و قصص و امثال ہے اگر سب سے احکام مستنبط ہوں تو ان الفاظ کی بھلا کیا ضرورت
ہے۔ اسیطرح یہ دعوی کہ خود ان روایات میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو نسخ پر بالمطابقہ دلالت
کرتے ہیں" ایسا مہمل دعوی ہے کہ ایک مرتبہ نہیں صدہا مرتبہ جواب اسکا رقم ہو چکا

(۱۱) قولہ دراصل یہ شبہ آج تک کسیکو ہوا۔ اقول عجب ہے کہ آپ اب یہی سمجھوں

کسی نے علمائے شیعہ سے آجتک شبہ پیش کیا ہو مگر اس سے آپکو فائدہ کیا روایات موجودہ کو یہ خیال
لازم ہے کہ جب ایک آیۃ گھٹ گیا تو اور بہت سی آیتیں گھٹی ہوں اور آخر ان روایتوں کا مطلب بھی
کیا ہے کہ یہ سورہ اتنا تھا اور اب اتنا ہے صریحی مطلب اس کے تو یہی ہیں کہ یہ آیتیں یا قصداً حذف
کیگئی ہیں یا سہواً رہ گئیں۔ رہا یہ کہ یہود و نصاریٰ نے آجتک آپکے بزرگان دین کی عیب جوئی اتنی
نہ کی جتنا کہ شیعہ کرتے ہیں پس ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ انکے خیال میں جب شارع اسلام کا دعویٰ
غلط تھا وہ درحقیقت نبی نہ تھے تو انکو عمر و بکر کی کیا فکر ہوسکتی ہے جبکہ ان کا اعتراض تمامتر خود رسول
سے ہے لہٰذا آپکو انسے کوئی شکایت نہیں تنگ ہے تو صرف شیعوں سے جو آپکے خلفاء کے مطاعن اور ان کا ناحق
کوش ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اگر آپ میں کچھ بھی درد دین ہوتا اور اسلام سے محبت ہوتی تو پہلے ان عیسائیوں
اور آریوں کی فکر کرتے جو کس ڈھنگ سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں مگر آپکو تو صرف شیخین سے الفت ہے
اسلئے شیعوں سے آمادہ جنگ و پیکار ہیں۔

دیکھئے اپنا وہ وعدہ جو نسبت تالیف القرآن مسٹر اکبر مسیح کیا کہ اسکو کس طرح ہضم کر گئے اور
شیعوں سے رد و بدل کرنے میں ذرا تامل نہیں حالانکہ آپکو بلکہ تمام عالم کو بخوبی معلوم ہے کہ عیسائیوں
یا آریوں کا جو کچھ اعتراض ہے قرآن پر یا اسلام پر یا رسول اللہ پر۔ وہ صرف صحاح ستہ و کتب
اہل سنت کی بدولت چنانچہ عنقریب تفریح اسکی بھی آتی ہے مگر آپکو آجتک غیرت نہ آئی کہ ان کتابوں
کو خاک سیاہ کرکے اسلام کی حمایت کریں۔ بہرحال آپکا یہ دعویٰ کہ "کسی صحیح روایت میں اس مضمون
کا پتہ نہیں ملتا" ایسا غلط دعویٰ ہے کہ الشمس نمبر ۶-۷ جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ میں نہایت توضیح سے اسکا
ابطال کر چکا ہوں نظر غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ افسوس یہ ہے کہ آپکے دعاوی اسدرجہ خطرناک ہوتے ہیں
کہ بار بار تحریر کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ مجھے تکرار و پیکار سے نفرت ہے۔ فتح الباری میں ہے و اخرج
ابن ابی داؤد من طریق محمد بن اسحاق عن یحیی ابن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر
عن ابیہ قال اتی الحرث بن خزیمہ بھاتین الآیتین من آخر سورۃ براءۃ فقال اشہد
انی سمعتہما من رسول اللہ صلعم و وعیتہما فقال عمر و انا اشہد لقد سمعتہما
ثم قال لو کانت ثلث آیات لجعلتہا سورۃ علیحدہ فانظروا آخر سورۃ من
من القرآن فالحقوہا فی آخرہا فہذا کان محفوظاً الحمل اینکرون قول زید بن

[illegible]

[illegible]

ثابت وجدتها مع ابی خزیمه لم اجدها مع غیرہ ای اول ما کتبت ثم جاء الحرث بن خزیمه بعد ذالک و ان ابا خزیمه هو الحرث بن خزیمه لا ابن اوس واما قول عمر لو کانت ثلاث ایات فظاهرہ انهم کانوا یولفون ایات السور باجتهادهم وسایر الاخبار تدل علی انهم لم یفعلوا شیئا من ذالک الا بتوقیف صرح

یعنی حرث بن خزیمه ان دونوں آیتوں کو جو آخر سورہ برات میں ہیں لائے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خود میں نے انکو سنا تھا رسول سے اور یاد کیا تھا۔ پس کہا عمر نے کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سنا تھا ان دونوں کو رسول اللہ سے پھر کہا کہ اگر تین آیتیں ہوتیں تو میں سب کو علیحدہ سورہ بنا دیتا۔ پس ملا دو ان آیتوں کو آخر سورہ میں پس اگر حدیث محفوظ ہے تو محتمل ہے

نا سکے یہ معنی ہوں کہ جب زید بن ثابت نے پہلے لکھا تھا تو اسکو نہ پایا تھا اسکے بعد حرث بن خزیمه لائے یا یہ احتمال ہے کہ ابا خزیمه حرث بن خزیمه لائے نہ ابن اوس۔ رہا قول عمر کہ اگر تین آیتیں ہوتیں تو علیحدہ کر دیتا اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ آیات سور کو بہ اجتہاد اپنے تالیف کرتے تھے اور باقی روایتیں اسکے خلاف دلالت کرتی ہیں۔ اس حدیث کو بغور دیکھئے تو معلوم ہو کہ یہ واقعہ بعد جمع قرآن بعہد ابوبکر کا ہے اور وہ حرث بن خزیمہ لائے ہیں کسی کو معلوم نہ تھا نہ یاد تھا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ واقعہ بعد وفات ابوبکر کا ہے کیونکہ کوئی ذکر ابوبکر کا نہیں ہے بلکہ عمر صاحب کا ذکر ہے کہ پہلے حرث بن خزیمہ نے گواہی دی کہ میں نے اسکو رسول اللہ سے سنا اور یاد کیا جیسے عمر صاحب نے بھی گواہی دی جس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ صحف اس کا تتبع ہوا کہ ان کو یاد تھا نہ زید کو بلکہ حرث بن خزیمہ لائے۔ اور اسکو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ اس کی جگہ کہاں ہے جیسے عمر صاحب نے کہا کہ اگر تین آیہ ہوتا تو میں اسکو علیحدہ سورہ قرار دیتا مگر خیر دیکھکر آخر سورہ میں ملا دو۔ اگر اسپر بھی تسکین نہو تو خود ابن حجر کا قول دیکھیئے لم اجدها مع غیرہ ای اول ما کتبت ثم جاء الحرث بن خزیمه بعد ذالک۔ یعنی ہمکو یہ دوسری کے پاس نہ ملا یعنی جس وقت پہلے لکھا تھا پھر آئے حرث بن خزیمہ بعد اسکے تو کیا اس تصریح کے بعد بھی آپ اسکے قائل نہونگے کہ اول جمع قرآن میں یہ آیہ نہ ملا۔ اگرچہ اول جمع قرآن کا حال سبکو معلوم ہے مگر پھر بنظر تسکین مخاطب بتائے دیتا ہوں کہ اول جمع قرآن کیسا ہوا اور کتابت کب ہوئی فتح الباری میں ہے ان زید بن ثابت قال فامرنی ابوبکر فکتبت فی قطع الادیم والعسب فلما هلک ابوبکر و کان

عمر کتبت ذالک فی صحیفۃ واحدۃ فکانت عندہ ترجمہ یعنی کہا زید بن ثابت نے
کہ مجھے حکم دیا ابوبکر نے پس جمع کیا اوسکو قطع ادیم وعسب میں جب ہلاک ہوئے ابوبکر اور ہوئے
عمر تو لکہا میں نے اسکو ایک صحیفہ میں اور رہا وہ عمر کے پاس پس جب جمع اول ادیم وعسب میں ہوا
اور کتابت اسکی صحیفہ واحدہ میں دوبارہ بعہد عمر تو اب بالیقین معلوم ہوا کہ یہ واقعہ عہد عمر سے تعلق ہے کہ
حرث بن خزیمہ اس آیت کو لائے اور عمر نے بھی گواہی دی اور وہ لکھا گیا قرآن میں۔
اگرچہ ابن حجر اس روایت کو نہیں مانتے مگر بلا دلیل اور بغیر اسکے ان کا وہ احتمال لم اجدہا
مع غیرہ ای اول ما کتبت بھی نہیں درست ہو سکتا کیونکہ اگر یہ اول مراد ہوتا تو یہ فقرہ لغو ہو جاتا
لم اجدہا مع غیرہ کیونکہ تمامی قرآن کی یہی حالت تھی کسی کو کوئی آیہ یاد تھا کسی کو کوئی سورہ
اسکے ساتھ وہ دعویٰ بھی غلط ہو گیا اول اور کتابت دونوں سے لکھا جاتا تھا کیونکہ یہاں کتابت
کا نام بھی نہیں ہے۔ اگر اسپر بھی تسکین نہو تو اسی فتح الباری میں دوسری روایت ملاحظہ ہو
وقد وقع عند ابی داود من روایۃ یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب فجاء خزیمۃ
بن ثابت فقال انی رأیتکم ترکتم آیتین فلم تکتبوہا قالوا وما ہما قال تلقیت
من رسول اللہ لقد جاءکم رسول من انفسکم الی آخر السورۃ فقال عثمان
وانا اشہد فکیف تری ان تجعلہما قال اختم بہا آخر ما نزل من القرآن
ترجمہ یعنی خزیمہ بن ثابت آئے تو کہا میں دیکھتا ہوں تم لوگوں کو کہ دو آیتوں کو تمنے چھوڑ دیا ہے اور
نہیں لکھا ہے لوگوں نے کہا وہ کون سی آیتیں ہیں تو انہوں نے کہا میں نے اسکو یاد کیا ہے رسول اللہ
سے لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورہ تک پس کہا عثمان نے کہ میں بھی گواہی دیتا
ہوں اب تمہاری کیا رائے ہے کس طرح رکہوں اسکو۔ کہا ختم کرو اس سے آخر اسکو جو نازل ہوا قرآن سے
دیکھئے اس سے کیا معلوم ہوا کہ صحابہ نے قرآن کو جمع کر ڈالا مگر کسیکو نہ معلوم ہوا کہ ابھی کوئی آیت
تھا جو نہیں لکھا گیا نہ یہی معلوم تہا کہ کہاں لکھا جائے خود خزیمہ نے آکر کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمنے دو آیتیں
چھوڑ دیں پس اسی سے قیاس کر لیجئے صحابہ کی بے احتیاطی کو جمع قرآن میں کہ کس بے احتیاطی سے انہوں
جمع کیا تہا کہ جب کوئی صحابی آتا اور دیتا تو لکھا جاتا۔ اسی سے آگے کو بقیہ آیتوں کا بھی حال معلوم
ہوگا کیونکہ اسپر تو سب کا اتفاق ہے کہ بعد واقعہ جنگ قرآن جمع کیا گیا چنانچہ صحیح بخاری میں

قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن
وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن اور
فتح الباری میں ہے وھذا یدل علی ان کثیرا ممن قتل فی وقعة الیمامة کان قد
حفظ القرآن ص ۱۲ جلد ۹ جس سے معلوم ہوا کہ حافظان قرآن اکثر جنگ یمامہ میں
مارے گئے تھے اور سابقا کنز العمال سے لکھ چکا ہوں کہ جنکو پورا قرآن یاد تھا وہ سب جنگ یمامہ
میں مارے گئے تھے اور جو بچے وہ شریک جمع قرآن نہ کئے گئے جن آیتوں کے سہو کا ذکر ہے کہ زید کو وہ
آیتیں نہ ملیں جب خزیمہ بن ثابت نے آکر بتایا ہے تب معلوم ہوئیں اسکے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے
ومن طریق ابی العالیه انهم لما جمعوا القرآن فی خلافة ابی بکر کان الذی
یملی علیهم ابی بن کعب فلما انتهوا من براءة الی قوله لا یفقهون ظنوا ان
هذا اخر ما نزل منها فقال ابی ابن کعب اقرأنی رسول الله آیتین بعد
هن لقد جاءکم رسول من انفسکم الی اخر السورة ص ۲۲۳ جلد ۹ فتح الباری
یعنی فتح الباری میں ہے صفحہ ۲۲۳ جلد ۹ کہ طریق ابو العالیہ سے روایت ہے کہ خلافت
ابوبکر میں جب قرآن جمع کیا گیا تو ابی ابن کعب لکھواتے تھے جب لایفقہون تک پہونچے تو صحابہ
نے گمان کیا کہ یہی آخر سورہ ہے ابی ابن کعب نے کہا کہ رسول اللہ نے اسکے بعد دو آیتیں اور پڑھی
تھیں لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر آیہ تک اس روایت میں اگرچہ بیان کیا گیا ہے کہ
لکھنے کے وقت ابی ابن کعب نے کہا مگر جو بخاری روایات صحیحہ میں یہ مذکور ہے بجز ابی خزیمہ انصاری
کسیکے پاس وہ آیتیں نہ ملیں۔ اور انہوں نے ایک عرصہ بعد آکر بیان کیا کہ ہمارے خیال میں تم نے
دو آیتیں چھوڑ دیں جسپر عمر صاحب نے بھی گواہی دی اور بروایتے عثمان صاحب نے بھی جسپر پوچھا
گیا کہ کہاں لکھا جائے تو بطریق جمع روایات یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابی ابن کعب کے بتانے سے یہ آخر میں لکھا گیا
جسکو راوی نے بطریق روایت بالمعنی یہ بیان کیا کہ ابی ابن کعب نے ان آیتوں کو بھی بیان کیا
حالانکہ بطریق روایت بخاری یہ غلط ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے لائق مخاطب کہاں تک
بات بنائینگے اور کہاں تک تاویل کرینگے کیونکہ ہر طور سے ثابت ہوا کہ جمع اول کے بعد یہ آیتیں
لکھی گئیں خواہ بعہد عمر ہو یا بعہد عثمان۔ رہا آپکا یہ کہنا "باقی رہی سورہ احزاب کی

ایسی روایت اس میں البتہ نہ عہد صدیقی کی تصریح ہے نہ عہد عثمانی کی مگر بالیقین وہ بھی عہد صدیقی کا واقعہ ہے کیونکہ تمام محدثین و مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں اسی صحف صدیقی کی لفظ بہ لفظ نقل کر لی گئی تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوا۔

پس اگرچہ اسکی تکذیب بار بار ہو چکی مگر بہتر ہے کہ کلام ابن حجر عسقلانی ملاحظہ فرمایئے جزو تاسع عشر میں لکھتے ہیں ومما ننبیہ علیہ ان ایۃ التوبہ وجدھا زید بن ثابت لما جمع القرآن فی عہد ابی بکر وایۃ الاحزاب وجدھا لما نسخوا المصاحف فی عہد عثمان وسیاتی بیان ذالک واضحا فی فضائل القرآن صفحہ ۲۰۹ جز ۴

یعنی ہم اسپر تنبیہ کرتے ہیں کہ آیہ توبہ زید بن ثابت کو اسوقت ملی کہ جمع کیا قرآن کو بعہد ابوبکر اور آیہ احزاب کو اسوقت پایا جب لکھا مصاحف کو عہد عثمانی میں اور قریب ہے کہ اسکا بیان اچھی طور پر فضائل قرآن میں آتا ہے۔ فضائل قرآن میں جو کچھ لکھا ہے وہ سابقا مرقوم ہوا لما التی فی الاحزاب فقدھا لما کتب المصحف فی خلافۃ عثمان صفحہ ۴۲۶ جلد ۱۹ فتح الباری

یعنی سورہ احزاب کی آیتیں اسوقت ملی ہیں کہ جب عہد عثمان میں مصحف لکھا گیا ان تصریحات کے بعد بھی اگر آپ یہی کہیں گے کہ "مگر بالیقین وہ بھی عہد صدیقی کا واقعہ ہے" تو کسکی مجال ہے کہ آپکی تکذیب کر سکے۔ کیونکہ جس شخص کا ایمان اپنے وہمیات پر ہوتا ہے وہ کب کسی عالم یا محقق کے قولکی تصدیق کر سکتا ہے۔ رہا یہ امر کہ عہد عثمان میں صرف اسی قرآن کی نقل کی گئی جو عہد ابوبکر میں جمع ہوا تھا پس اسکی تکذیب سابقا قول صحابہ سے مذکور ہوئی کہ عام طور سے صحابہ نے تغیر عثمانی پر اپنی ناراضی ظاہر کی اور قتل کیلئے مصر کے صحابہ اسیغرض سے بلائے گئے۔ پھر معلوم کس منہ سے آپ ایسا دعوی کرتے ہیں جو جمہور صحابہ اور حضرت عائشہ اور تمامی مورخین و محدثین کے بیان کے خلاف ہے

رہا آپکا یہ کہنا وہ دوسری آیت سورہ احزاب کی بہت سے صحابہ کو یاد تھی" اولاً تو تمامتر غلط ہے کیونکہ اگر یاد ہوئی تو لکھی کیوں نہ جاتی ثانیاً اگر آپکے قول کو تسلیم کریں تو اس سے بھی صحابہ کی بیادنگی ظاہر ہوتی ہے کہ جس آیہ میں بالخصوص جناب رسالتمآب کا ذکر خیر تھا اور سبکو یاد بھی تھا وہ از روئے عناد درج قرآن نہ کیا گیا۔ مخاطب کی جو تحریر ہوتی ہے انوکھی۔ جو بات ہوتی نرالی انکا تو یہ دعوی ہے کہ آیہ بہت سے صحابہ کو یاد تھا اور علمائے اہل سنت کی یہ حالت ہے کہ انکا ہوش اڑا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث

سے دعوی تواتر قرآن کا باطل ہوتا ہے جیسا شیعی چوٹی کا زور ابن حجر لگا رہے ہیں اور کوئی بات نہیں بنتی

ولا يلزم من عدم وجدانه اياها حينئذ ان لا تكون تواترت عند من لم يتلقها من
النبي ص و انما كان زيد يطلب التثبت عمن تلقاها بغير واسطة ولعلهم لما وجدها
زيد عند ابي خزيمة تذكروها كما تذكرها زيد وفائدة التتبع المبالغة في الاستظهار
والوقوف عند ما كتب بين يدي النبي ص قال الخطابي هذا مما يخفى معناه
ويوهم انه كان يكتفي في اثبات الاية بخبر الشخص الواحد وليس كذالك
فقد اجتمع في هذه الاية زيد بن ثابت و ابو خزيمة وعمر وحكى ابن التين عن الداودي
قال لم تنفرد بها ابو خزيمة بل شاركه زيد بن ثابت فعلى هذا تثبت برجلين اه و
كانه ظن ان قولهم لا يثبت القران بخبر الواحد اي الشخص الواحد وليس كما ظن
بل المراد بخبر الواحد خلاف الخبر المتواتر فلو بلغت رواة الخبر عددا كثيرا وفقد شيئا
من شروط المتواتر لم يخرج عن كونه خبر الواحد والحق ان المراد بالنفي نفي وجودها
مكتوبة لا نفي كونها محفوظة وقد وقع عند ابي داود الخ ص ۲۳۳ یعنی اس آیہ کا
دوسرے کسی کے پاس پائے جانے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ متواتر نہ ہو اسکے ما سوا جس چیز نے لیا تھا اسے رسول
اللہ سے مگر کوئی دلیل نہیں لکھی، اور زید محض اس غرض سے تلاش کرتے تھے کہ ایسا شخص ملجائے جس نے
بلا واسطہ رسول اللہ سے لیا ہو اور شاید کہ جب زید نے اس آیہ کو خزیمہ کے پاس پالیا تو سبکو یاد آگیا
جیسا کہ زید کو یاد پڑ گیا اور فائدہ تتبع یہ ہے کہ استظہار میں مبالغہ ہو اور وقوف ہو اس چیز پر جو لکھا گیا
نبی ص کے سامنے خطابی نے کہا یہ حدیث ایسی ہے کہ معنی اسکے مخفی ہیں اور اسکا احتمال ہوتا ہے کہ وہ لوگ اکتفا کرتے
اثبات آیہ میں ساتھ خبر واحد کے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس آیہ میں جمع ہوگئے زید بن ثابت
ابو خزیمہ عمر اور ابن التین نے داودی سے نقل کیا ہے کہ صرف ابو خزیمہ ہی نہیں منفرد تھے بلکہ زید بن ثابت
بھی انکے شریک تھے تو ثابت ہوا یہ آیہ دو آدمیوں سے انتہی۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اسنے گمان کیا کہ علما کا
یہ قول ہے کہ قرآن خبر واحد سے نہیں ثابت ہوتا تو اسکے یہ مطلب ہیں کہ شخص واحد کی خبر سے نہیں ثابت ہوتا
ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ خبر واحد جو خلاف خبر متواتر ہے اس سے قرآن نہیں ثابت ہوتا پس اگر کسی
حدیث کے راوی بہت سے لوگ ہوں اور ایک شرط بھی شرط تواتر سے نہ پائی جائیگی تو خبر واحد ہے

وخارج ہوئی۔ اور جبکہ یہ ہی امر دعویٰ سے تھی وجود دلتوئی ہے نہ یہ کہ اسکو یاد بھی نہ تھی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرما کر اپنی غلط بیانی پر نادم ہونگے۔ کیونکہ وہ مدعی ہیں بہت سے صحابہ کو یاد تھی اور زید کہتے ہیں لم اجدھا مع احد غیرہ اب فرمائیے آپ سچے ہیں یا وہ۔ آپ کہتے ہیں بہت سے صحابہ کو یاد تھی۔ اور ابن حجر کہتے ہیں لعلھم لما وجدھا زید کہ شاید جب زید نے اسے ابی خزیمہ کے پاس پایا تو اور لوگوں کو بھی یاد پڑا جیسا کہ خود زید کو یاد پڑا۔ پھر آپ ہی ایمان سے کہئے کسکی تصدیق کیجائے آپکی یا ابن حجر صاحب کی۔ کیونکہ ابن حجر احتمالاً بیان کرتے ہیں کہ شاید ایسا ہو۔ اور آپ حتماً لکھتے ہیں کہ سبکو یاد تھی اس صریح جھوٹ کا کیا علاج ہے

رہا آپکا یہ کہنا کہ خود زید بن ثابت اور حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ہلال بن امیہ وغیرہ سے اسکے یاد ہونے کی شہادت بھی عمدۃ القاری میں بلفظ وقیل روی مرقوم ہے جو عام طور سے علامت ضعف ہے اور انہوں نے کوئی تصریح اسکی نہ کی کہ کس سے یہ روایت منقول ہے۔ پس پھر اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ صرف بات بنانیکو یہ لکھدیا گیا دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ خود بخاری میں اختلاف ہے کہ خزیمہ انصاری کونسا آیہ لائے۔ فتح الباری میں ہے۔ لکن اختلف خارجۃ وعبیدۃ فی تعیین الآیۃ التی ذکر زید انہ وجدھا مع خزیمۃ فقال خارجۃ انھا قولہ تعالیٰ من المومنین رجال صدقوا قال عبید انھا قولہ تعالیٰ لقد جائکم رسول من انفسکم وقد اخرج البخاری الحدیثین جمیعاً بالاسنادین المذکورین فکانھما جمیعاً صحا عندہ ص۵۵ جزو عاشر

لیکن اختلاف کیا ہے خارجہ اور ابو عبیدہ نے تعیین میں اس آیہ کے جسے پایا تھا زید نے خزیمہ کے پاس پس کہا خارجہ نے کہ وہ آیہ کریمہ من المومنین رجال صدقوا ہے اور کہا عبید نے کہ وہ آیہ لقد جائکم رسول من انفسکم ہے اور دونوں روایتوں کو اخراج کیا ہے بخاری نے پس گویا دونوں روایتیں انکے نزدیک صحیح ہیں۔ تو اب بنحوائے یکے نشد دو شد بلکہ شد تین آیتیں ہوئیں جو گم ہوگئیں اب تینوں خلفاء پر تقسیم کر دیجئے تو حصہ ٹھیک بیٹھ جائے جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں کہ ابو خزیمہ والی آیت بعہد عمر لکھی گئی۔

بہرحال پہلی عبارت مذکورہ کے فوائد دیکھیے کہ خود ابن حجر سمجھے اس حدیث سے تواتر قرآن کا دعویٰ باطل ہوتا ہے لہذا اسکا جواب دیا کہ لا یلزم من عدم وجدانہ ایاھا حینئذ

ان لا تکون تواترت عند من لم یتلقہا من النبی یعنی دوسروں کے پاس نہ
پائے جانے سے تواتر نہیں باطل ہوتا کیونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ مجرد حفظ پر اعتماد کرتے تھے بدون ثبت
کے جس سے معلوم ہوا کہ ثبوت تواتر کیلئے لکھا ہونا اور گواہی ضروری ہے حالانکہ مکتوب کا کوئی
ثبوت آج تک نہ پیش کیا کہ مکتوب کا ہونا بھی ضروری تھا بجز اسکے کہ ہر شخص نے دعوی کیا مگر کوئی دلیل نہ لا سکے۔

لطف یہ ہے کہ یہاں تو ابن حجر صاحب نے تعلیق سے فرماتے ہیں کہ بطلان تواتر نہیں لازم آتا حالانکہ تعریف
سورۂ احزاب میں اسی قسم کی حدیث کے متعلق لکھ چکے ہیں ھذا یدل علی ان زید الم یکن یعتمد فی
جمع القرآن علی علمہ ولا یقتصر علی حفظہ لکن فیہ اشکال لانہ ظاہرہ انہ اکتفی مع
ذالک بخزیمۃ وحدہ والقرآن انما یثبت بالتواتر والذی یظہر فی جوابہ ان
الذی اشار الیہ ان فقدہ فقد وجودہا مکتوبۃ لا فقد وجودہا محفوظۃ عندہ
وعند غیرہ ویدل علی ھذا قولہ فی حدیث جمع القرآن فاخذت اتتبعہ من
الرقاع والعسب کما سیاتی مبسوطا فی فضائل القرآن ص۲۹۶ جزء تاسع عشر

یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زید جمع قرآن میں محض اپنے علم اور حفظ پر اعتماد کرتے تھے مگر اسمیں
یہ اشکال ہے کہ باایں ہمہ تنہا خزیمہ کی خبر پر اعتماد کر لیا حالانکہ قرآن کا ثبوت بدون تواتر نہیں
ہو سکتا اور جو کچھ اسکے جواب میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مراد فقدان سے فقدان مکتوبی تھا نہ محفوظی
کیونکہ محفوظ تو انکے نزدیک بھی تھا اور غیر کے نزدیک بھی اور دلیل اسکی یہ ہے کہ زید کہتے ہیں جمع قرآن
میں کہ میں نے تتبع شروع کیا یعنی لیا میں نے اسکو قطعوں سے اور عسب سے مگر افسوس کہ ابن حجر کو اسکے
بعد والا قول نہیں سوجھا وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورۃ التوبۃ یعنی جمع کرنا شروع رقاع سے
اور عسب سے صدور الرجال سے (لوگوں کی یاد سے) یہانتک کہ پایا میں نے آخر سورہ توبہ کو ابو خزیمہ انصاری
سے جو بنداے صریح بتا رہا ہے کہ صدور رجال سے متعلق ہے وجدان آخر سورہ توبہ ابو خزیمہ کے
پاس مگر افسوس اسکو ہوا کہ ابن حجر نے صرف رقاع وعسب کو قائم رکھا جس سے مکتوب کا
ثبوت ہو اور محفوظ کا ثبوت اڑ جائے حالانکہ محال ہے کیونکہ میری مطلب اسکے یہی ہیں کہ قرآن کو
جمع کرنا شروع کیا عسب، لخاف سے۔ صدور رجال سے کہ جہاں سے جو ملگیا اسکو لکھ لیا مگر جب اسپر اعتراض
ہو نیگا کہ پھر تواتر کہاں رہا تو یہ تاویل کی کہ نوشتہ اور گواہی سے ملا کر لکھا جاتا۔

سارا دعویٰ کہ خود زید کو یاد تہا اور غیروں کو بھی یاد تھا اور اسکی یہ دلیل کہ زید کہتے ہیں
میں نے گم کیا ایک ایسا آیہ جسکو میں سنا کرتا تہا رسول اللہ سے خود اسکی دلیل ہے کہ وہ آیہ یاد نہ تہا
بلکہ بقول خود ابن حجر جب ابو خزیمہ نے یاد دلایا ہے تو لوگونکو بھی یاد پڑا اور زید کو بھی نہ یہ کہ وہ آیہ
بجز کسی کو یاد ہو۔ با اینہمہ اس حدیث نے انلوگونکو ایسا مضطرب کیا ہے کہ کوئی تاویل بنتی ہی نہیں لہذا
خطابی نے صاف صاف کہدیا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی آیہ کا کلام خدا ہونیکو خبر واحد سے ثابت
کرتے تھے جیسا انہوں نے تصحیح تالیف قرآن کی تین گواہ بنا ایک یہ دوسرے عمر تیسرے ابو خزیمہ اور ابن التین نے دو گواہ بنائے
مگر سبکو ابن حجر نے رد کر دیا اور کہدیا کہ کتنے ہی لوگ زیادہ ہوں مگر جبتک شروط تواتر نہ پائی جائیں
وہ خبر واحد ہی کے حکم میں ہیگا اور عینی نے یہ جواب دیا یقال التواتر وعدمه انما يتصور ذلك فيما
بعد الصحابة لانهم اذا سمعوا من رسول الله صلعم انه قرآن علموا قطعا قرآنيته ص ۲۰۳

جلد ۶

یعنی کہا جائیگا کہ تواتر و عدم تواتر تو زمانہ اصحاب کے بعد متصور ہو سکتے ہیں صحابہ میں کیونکہ
جب وہ سنتے تھے رسول اللہ سے کہ یہ قرآن ہے تو انکو قطعی علم حاصل ہوتا تہا کہ وہ قرآن ہے۔

تو اب گذارش یہ ہے کہ پھر آیہ رجم نے کیا قصور کیا جسپر حضرت عمر علیہ ما علیہ چیختے ہیں کہ
یہ قرآن ہے جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا اور ہمنے پڑھا ہے اور یاد کیا ہے۔ پھر کیوں نہ لکھا گیا
کوئی وجہ ہونی چاہیے کیا عمر صاحب غیر معتمد تھے یا کیا بات تھی۔

چونکہ اس مطلب کو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور یہاں بھی جسقدر لکھا گیا وہ کافی ہے کیونکہ
ان روایات سے بوضاحت تمام معلوم ہوا کہ نہ تواتر قرآن ثابت ہو سکتا ہے نہ کل قرآن کا موجود محفوظ
ہونا نہ پورے قرآن کا لکھا جانا۔ بلکہ ایسی ابتری تھی کہ کسی طرح کا سلسلہ درست ہی نہیں ہوتا
لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپکا یہ کہنا "بس کوئی وجہ تھی کہ یہ آیتیں عہد صدیقی میں نہ
لکھی جاتی" بس سو جہ سے غلط ہے کہ خود خزیمہ کہہ رہے ہیں کہ انی رایتکم ترکتم آیتین فلم
تکتبوهما قالوا وما هما صفحه ۲۲۳ فتح الباری جزو تاسع دون کہ میں دیکھتا ہوں کہ
تمنے دو آیتیں چھوڑ دیں جسکو تمنے نہ لکھا کہا وہ کونسی دو آیتیں ہیں۔
جس سے معلوم ہوا کہ ان صاحبوں کو وہ دونوں آیتیں معلوم تھیں نہ اسکی جگہ جیسے عمر صاحب

نے ایک سورہ بنانیکا ارادہ کیا پھر کہا آخر سورہ میں قرآن نے ملا دو اب برائے خدا آپ ہی بتائیے
کہ پھر وہ کیونکر لکھی جاتی ۔ ہاں آپکا یہ کہنا درست ہے ،، تو حضرت عمر کی خلافت کا طویل زمانہ اس
اس مکتوب کو بدل جانیکے لئے کافی تھا ، جس میں مکتوب کا لفظ تو زائد ہے باقی درست ہے کیونکہ عمر
ہی کے زمانہ میں ابو خزیمہ آئے ہیں اور دونوں آیتیں یاد دلائی ہیں جسپر عمر صاحب نے گواہی دی مگر یہ
آیتیں وہ نہیں ہیں جو زمانہ عثمان میں لکھی گئی ہیں کیونکہ تقریر سابق سے آپکو معلوم ہو چکا سورہ توبہ
کی دو آیتیں گم تھیں ایک من المومنین رجال دوسری لقد جاءکم رسول جسکی نسبت عمر صاحب نے
گواہی دی اور لکھوائی ۔ اور سورہ احزاب کی آیتیں نہ عہد ابوبکر میں ملیں نہ عہد عمر میں بلکہ بعہد عثمان
لکھی گئیں باقی آپکے فضول تو بر کی جوالی ضرور درست نہیں کیونکہ آپ کہتے ہیں ،، وہ خزیمہ کہیں چلے گئے
تھے ،، اور حدیث کم ہی ہے اتی الحرث بن خزیمہ بھاتین الایتین من اخر سورۃ براءۃ فقال
اشہد انی سمعتہما من رسول اللہ اور دوسری حدیث میں فجاء خزیمہ بن ثابت فقال
انی رأیتکم ترکتم آیتین فلم تکتبوھما اور الحرث بن خزیمہ دو آیتیں سورہ برات کی آخر کی لائے اور خزیمہ
بن ثابت اور کہا میں دیکھتا ہوں تمنے دو آیتیں چھوڑ دیں کہ لکھا نہیں ۔ پھر آپ ہی کہئے میں آپکی تصدیق
کروں جو آپکی خیالی تصویر ہے یا ابن حجر کی جو فتح الباری میں صریح حدیثیں لکھتے ہیں ۔
قولہ (۱۲) شیخ الاسلام اپنی شرح فارسی میں اول سے تکر ہر کس بقدر ہمت او ست ۔ کہاں
مولوی عبدالرحیم صاحب کا استدلال جو خود صحیح بخاری سے ہے اور اسکی تائید عمدۃ القاری
علامہ عینی و فتح الباری ابن حجر عسقلانی سے ہوتی ہے اور کہاں آپکا استدلال کتاب مجہول الاسم
سے جسکے نہ کتاب کا نام معلوم نہ مصنف کا نام کیونکہ شیخ الاسلام تو لقب ہے جسکو آپ چاہیں چسپاں
کریں ۔ بہر کیف اس عبارت سے آپکا مطلب صرف اس فقرہ سے ہے ،، جمع کردم در زمان ابوبکر صحیفہا را
جسپر آپنے بھی حاشیہ چڑھایا ہے ،، دیکھئے حضرت شیخ الاسلام نے ترجمہ حدیث میں زمان ابوبکر کی صاف
تصریح کر دی ،، مگر افسوس ہے جو آپ ایسا شخص ایسے کلام سے استدلال کرے کیونکہ
ارشاد الساری قسطلانی میں ہے قال اخبرنی بالافراد خارجہ بن زید
بن ثابت الانصاری ان اباہ زید بن ثابت قال لما نسخنا المصحف
التی کانت عند حفصۃ فی المصاحف بامر عثمان رضی اللہ عنہ

فقدت بفتح الفاء والقاف اٰیۃ من سورۃ الاحزاب کنت اسمع نا آخرہ ۳۲ جلد ۔

یعنی خبر دیا خارجہ ابن زید بن ثابت انصاری نے کہ زید بن ثابت نے کہا جب لکھا میں نے مصحف کو جو حفصہ کے پاس تھا مصاحف میں بحکم عثمان تو گم کیا ایک آیت سورۂ احزاب سے جسے سنا کرتا تھا رسول اللہ سے تا بآخر۔ کہئے کہ آپکے شیخ الاسلام گمنام کا قول زیادہ مستند ہے یا علامہ قسطلانی کا جو بتصریح تمام لکھتے ہیں یہ واقعہ بعہد عثمان کا ہے ان صحف میں جو حفصہ کے پاس تھا۔ اور فتح الباری میں ہے واما التی فی الاحزاب ففقدھا لما کتب المصحف فی خلافۃ عثمان ۱۶ ۔ اور عمدۃ القاری علامہ عینی میں ہے واما التی فی الاحزاب ففقدھا لما کتب المصحف فی خلافۃ عثمان صہ ۳۰ جلد ۹

میں آپکے اس جملہ کی بیشک قدر کرتا ہوں مثل مشہور ہے کہ گرتے ہیں شہسوار میدان جنگ میں۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی لغزش ہو گئی ہے اور اس نقل کو دیکھکر انہوں نے بھی یہی سمجھا ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے مگر ہم اپنے گذشتہ تحریرات میں لکھ چکے ہیں کہ نص حدیث حجت ہے نہ فہم محدثین۔

ناظرین باتمکین اس تحریر متین کو ملاحظہ فرمائیں اور مخاطب لاثانی کی علامیت کی داد دیں کہ وہ صرف علمائے شیعہ ہی کو نافہم نہیں بتاتے بلکہ اپنے علما کو بھی جب اپنے مطلب کے خلاف پاتے ہیں تو بلا تامل خطا کار بنا چھوڑتے ہیں پھر انکا مقابلہ کون کرے؟

آپکو یاد ہوگا کہ حدیث صحیح بخاری متعلق قرآن پر جہاں کتاب ستطاب استقصاء الافحام پر انہوں نے اعتراض کیا تھا تو میں نے بتائید استقصا کلام عینی اور کلام ابن حجر عسقلانی نقل کیا تھا وہاں بھی اس علامۂ روزگار نے اسی بیباکی سے خود عینی اور عسقلانی کی غلطی کا اقرار کیا تھا۔ وہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے بتصریح تمام لکھدیا کہ یہ واقعہ عہد عثمانی ہے لہذا صاف صاف لکھدیا کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی اس مقام میں لغزش ہو گئی۔ مگر افسوس کہ ایک ابن حجر ہی نے یہ نہیں لکھا ہے بلکہ اصحاب ثلثہ قسطلانی عینی عسقلانی سب ہی کا بیان ہے تو کیا آپ اصحاب ثلثہ کے اجماعی غلطی کا اعتراف کرینگے۔

رہا آپکا یہ قول کہ نص حدیث حجت ہے نہ فہم محدثین۔ یہ اس سے بھی زیادہ قابل قدر

کیونکہ حدیث تو ظاہر ہے کہ لما نسخنا الصحف فی المصاحف کو نقل کیا ہے یعنے صحف کو مصاحف
میں کیا اس سے غیر عہد عثمان کوئی دوسرا عہد سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ نقل صحف مصاحف میں تو
بالاتفاق بعہد عثمان ہوا عہد ابوبکر میں تو نقل من اللغات و العسب ہوا تھا۔

قولہ (۱۳) پھر امام زہری جو اس حدیث کے راوی ہیں اقول آپنے تو حقیقتاً یہاں وہی
نقل دکھائی جو لا تقربوا الصلوٰۃ والی مشہور ہے کیونکہ آپ اس روایت کی نسبت علامہ
عینی کی طرف کرتے ہیں اور اسکے حکم کو ہضم کر جاتے ہیں دیکھیے وہ کیا لکھتے ہیں و فی روایۃ
ابراھیم بن اسمعیل بن مجمع عن ابن شہاب ان فقد ایاہ انما کان فی خلافۃ ابی
بکر وھو وھم منہ والصحیح ما فی الصحیح ان الذی فقدہ فی خلافۃ ابی بکر
الآیتان من اخر براءۃ واما التی فی الاحزاب ففقدھا لما کتبت المصحف فی خلافۃ
عثمان و جزم ابن کثیر بما وقع فی روایۃ ابن مجمع ولیس کذالک واللہ اعلم

دیکھیے آپنے یہاں کیسا دھوکا دیا کہ مبتدا کو تو لکھا اور خبر اڑا گئی۔ یعنی وہ لکھتے ہیں در
روایت ابراہیم بن اسمعیل بن مجمع بن ابن شہاب سے جو یہ ہے کہ اس آیت کا گم ہونا خلافت ابوبکر میں
ہوا۔ وہ وہم ہے اسکا آپنے اس عبارت سے وھو وھم کو بالکل حذف کر دیا جو بالکل خلاف
دیانت ہے عینی نے اس تصریح کے بعد کہ آیہ عہد عثمان میں گم ہوا اسکو بھی لکھا ہے کہ ابن کثیر
کا بھی وہی عقیدہ ہے جو روایت ابن مجمع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے یہی مضمون فتح الباری
میں بھی ہے ملاحظہ ہو ص ۲۲ جیسا کہ میں نے الشمس نمبر ۷ جلد ۴ صفحہ ۱۹۲ میں نقل کیا مگر
آپ از راہ کمال دیانت سبکو ہضم کرکے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عینی نے بھی اس روایت کو قبول کیا ہے
حالانکہ وہ بتصریح تمام اسکی موہومیت اور لغویت بتا رہے ہیں پھر بتائیے ایسے با دیانت سے
کون مناظرہ کر سکتا ہے۔ اسیطرح آپکا استناد تیسیر القاری کی طرف بھی ناقابل التفات ہے
اگرچہ وہ کتاب میرے پیش نظر نہیں ہے مگر میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اس میں بھی
آپنے خیانت کی کیونکہ عینی کے بعد لائے ہیں جسکی خیانت کا حال ظاہر ہو چکا۔ دوسرے یہ
پوری عبارت اسکی نہیں لکھی بلکہ صرف اس جملہ پر ختم کر دیا کہ یہ سارا واقعہ زمانہ عثمان
کا ہے یا زمانہ ابوبکر کا۔ اگر ان کی عبارت آپکے موافق ہوتی تو ضرور پوری نقل کرتے جیسے
شیخ الاسلام مجہول الاسم کی عبارت نقل کی۔

رہا آپ کا یہ کہنا ”پس ان دلائل واضحہ کے بعد اگر شیخ الاسلام ابن حجر
لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے تو یقیناً انکی یہ زلت قلم ہے“

مرحبا! جزاک اللہ۔ کیوں نہو۔ کیا دلائل واضحہ آپنے لکھے ہیں کہ حضرت عمر کی
رجم پھڑک گئی ہوگی عینی تو لکھیں دھو وھم منہ والصحیح ما فی الصحیح
اسکو آپ ہضم کر کے اس روایت موہومہ کو صحیح بنائیں اور پھر دلائل واضحہ کا خطاب
دیں اس سی بڑھکر آپکی کیا بیباکی ہو سکتی ہے۔

اڈیٹر صاحب جو عبارت عینی آپنے نقل کی ہے وہی بجنسہ عبارت عسقلانی ہے بلکہ
اسکی نقل پھر اسکی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عبارت عینی کو تو دلائل واضحہ کا خطاب دیا جائے
اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو قلت فہم کا خطاب تلک اذا قسمۃ ضیزی

قولہ (۳) مگر پوشیدہ نرہی اول مولوی عبدالرحیم صاحب کا اعتراض عسقلانی پر ہے نہ
عینی پر بلکہ صحیح بخاری کی حدیث پر ہے جس کا صریح مطلب یہی ہے کہ یہ آیہ عہد
عثمانی میں لکھا گیا۔ آپ ناحق وکالت فضولی عسقلانی کی طرف سے کرتے ہیں کیونکہ ابن
حجر عسقلانی نے تو صاف مثنا دو حدیثیں لکھدیں کہ ابو خزیمہ نے آکر کہا کہ تمنے دو آیتیں ترک کردی
ہیں انکو نہیں لکھا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اسے رسول اللہ سے سنا تھا پھر اب کون کہہ سکتا
ہے کہ اسپر خیال نہیں ہو سکتا کہ ایسے بہت سی آیتیں ہونگی جو کسیکو نہ یاد رہی ہونگی۔

بیشک ابن حجر نے بھی بہت کچھ بنایا ہے اور آپکی طرح انہوں نے بھی چاہا کہ خلفاء کے سر سے
الزام اٹھے مگر وہ محدث تھے وہ حدیثیں بھی لکھتے ہی گئے اور صاف صاف کہدیا کہ زمانہ عثمان تک
آیت سورۂ احزاب کی نہیں ملی تھیں۔ پھر آپکی اس تقریر کو کون سن سکتا ہے "کہ کسی حدیث میں
یہ نہیں ہے کہ ایک آیت مصحف صدیقی میں درج ہونے سے رہ گئی تھی کیونکہ میں ایسی تین آیتوں
کا پتہ دے آیا ہوں جو درج مصحف صدیقی و فاروقی و عثمانی ہونے سے رہ گئیں اور چونکہ قید مکتوبیہ
کی لغویت بکرّ مذکور ہو چکی لہذا دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی پر شوراعلماء کی عبارت کو
بھی قیاس کیجئے کہ شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں "ظاہر آنست کہ این در وقت استنساخ مصحف در زمان
ابو بکر بود" جو انہوں نے بوجہ لاعلمی لکھا کیونکہ ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور عینی نے تصریح
کر دی کہ سورہ برأت کی آیتیں بعہد ابو بکر نہیں لکھی گئیں اور سورہ احزاب کی آیتیں
بعہد عثمان نہیں ملیں ان تصریحات صریحہ کے بعد ایسا احتمالی قول کب قابل التفات ہے

اور اس سے زیادہ قوی دلیل اسکی یہ ہو کہ لکھتے ہیں ،، و معلوم می شود کہ آں نیز باتفاق صحابہ
بود جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ یہ احتمال از خود پیدا کر رہے ہیں حالانکہ سبکو معلوم ہو کہ وہی ابوبکر والی کارروائی
باتفاق صحابہ ہوئی تھی کہ زید نے عمر سے کہا عمر نے ابوبکر سے ابوبکر نے صحابہ سے پوچھا جب سبکی
رائے متفق ہوئی تب یہ کام شروع کیا گیا اسکو ان الفاظ سے بیان کرنا ،، و معلوم می شود ،، خود
بتا رہا ہو کہ انکو پوری واقفیت ان حالات سے نہیں ہو پھر انکا یہ جملہ ،، کہ آں نیز باتفاق صحابہ
بود ،، اسی بیخبری کی دلیل ہو کیونکہ اس کلام کا ظاہر کہہ رہا ہو کہ عثمان والی کارروائی بہ
اتفاق صحابہ تھی جسطرح ابوبکر والی کارروائی تھی۔ حالانکہ ناظرین اخبار ہذا کو معلوم ہے
کہ عثمان کی کارروائی باتفاق صحابہ نہ تھی بلکہ صحابہ اس سے ناراض تھے یہانتک کہ یہی کام انکا
باعث قتل عثمان ہوا۔ پھر اسکے مانند کارروائی ابوبکر کو بتانا خود دلیل بیخبری ہی۔
بہرحال عبارت تیسیر القاری اور اشعۃ اللمعات میرے پیش نظر نہیں ہو جس سے میں اسکا
فیصلہ کرسکوں کہ درحقیقت ان لوگوں نے کیا لکھا ہو کیونکہ آپنے انکی پوری عبارتیں نہیں لکھی ہیں لہذا یہ
احتمال قوی ہو کہ جسطرح عینی کی عبارت میں آپنے خیانت کی کہ انکی اس وہم کو حذف کر دیا
اسیطرح انکو کی عبارتوں میں بھی خیانت کی ہوگی اسلئے اس بحث نا تمام چھوڑتا ہوں اور ناظرین
الشمس سے ملتمس ہوں کہ اگر کسی صاحب کی نظر سے تیسیر القاری کی عبارت جو کتاب الجہاد اور
اور کتاب التفسیر میں ہو اور نیز عبارت اشعۃ اللمعات پوری نقل کرکے مع حوالہ صفحہ و جلد
لکھینگے تو دوبارہ اس کی حقیقت ظاہر کیجائیگی۔ حالانکہ اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو بے سود
ہو کیونکہ علامہ قسطلانی اور علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی تصریح صریح کے بعد ایسی احتمالی تحریریں
بالکل ناکافی ہیں۔ اڈیٹر صاحب اسکے بعد لکھتے ہیں ،، یہانتک تو مولوی عبدالرحیم صاحب کی تحریر کا
کا جواب تھا اب خود اڈیٹر صاحب اسلام کی تحریر کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔
بعد نقل تحریر اڈیٹر صاحب اسلام جو شمس نمبر ۵ کے صفحہ ۲۰۔۳ میں نقل ہو لکھتے ہیں۔
(۱۶) قولہ اڈیٹر صاحب کی اس تحریر سے جیسا کچھ سوء ظن سلف صالحین
سے ظاہر ہو رہا ہے نہایت قابل تاسف ہے انا للہ وانا الیہ راجعون
اقول جسطرح مولوی عبدالرحیم صاحب اپنی صفائی ذہن و جودت طبع

سے مجبور کئے کہ آپکی تاویل منسوخ التلاوت کی نوبت ظاہر کریں اسی طرح اڈیٹر رسالہ اسلام مجبور ہیں کہ آپکے سلف صالحین کے کارناموں پر چار آنسو گرائیں فرق ہے تو اسقدر کہ عبد الرحیم صاحب نے سارا الزام صحابہ کی نسبت قبول کیا کہ وہی اس خرابی کے باعث ہوئے کہ قرآن مجید میں اسطرح کی خرابی ہوئی۔ اور اڈیٹر صاحب اسلام کا میلان چونکہ مذہب اہل قرآن کی طرف ہے اسلئے انہوں نے سارا الزام محدثین و مورخین پر قائم کیا۔

اڈیٹر صاحب رسالۂ اسلام کا یہ کلام "اسلام کی آخری و مکمل کتاب قرآن مجید کی نسبت جو حملہ مخالفین اسلام کی طرف سے ہوا ہے زیادہ مسلمان مورخ ہے اس کا موجب الزام ثابت ہوتے ہیں اور عیسائی حضرات مدت سے انہیں مسلمان مورخوں کی روایت کے بنا پر قرآن کے محرف اور غیر محفوظ ہونیکی نسبت طرح طرح کی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں" ایسا درست اور چست ہے کہ اگر ہمارے لائق اڈیٹر میں ذرہ برابر بھی اسلامی غیرت ہوتی اور پرکاہ برابر بھی اسلام کی محبت تو وہ عرق عرق انفعال ہوتے اور سمجھتے کہ واقعی ان لوگوں نے کیسی خرابی ڈالی ہے کہ اسلام کو داغدار کر دیا اور ایسا ذلیل و خوار کیا کہ قیامت تک ابھرنیکی امید نہیں۔

مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کو اپنے بزرگوں کی محبت نے ایسا سرشار کیا ہے کہ وہ خود انکی حمایت پر آمادہ ہوگئے اور سارے الزام قبول کرنیکو مستعد ہوگئے۔

اڈیٹر صاحب رسالہ اسلام اگر کچھ زیادہ وسعت نظر سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان محدثوں اور مورخوں نے صرف قرآن مجید ہی کی بیعزتی نہیں کی بلکہ جسقدر الزام مخالفین اسلام قائم کرتے ہیں ان سب کا ماخذ یہی صحاح ستہ اور کتب مورخین بایمان ہے جسنے خود خدا کو مجسم اور مرئی بنایا اور کاذب ظالم کا خطاب دیا اور شارع اسلام کو غیر معصوم اور خطاکار گنہگار فریفتہ حسن و جمال عائشہ بنایا جسپر کس دریدہ دہنی سے ایک عیسائی نے امہات المومنین لکھا اور تمامتر انہیں صحاح ستہ کا حوالہ دیا۔ افسوس کہ اڈیٹر نجم لکھنؤ کو خدا و رسول کی محبت ہے نہ اسلام کی بلکہ اپنے اسلاف کی محبت ایسی غالب ہے کہ لکھتے ہیں۔

قولہ (۱۷) اسی سوء ظن کی بدولت اول افسوس کہ کیسے علما تو اس اسلامی تفریق کا

کا باعث عمر صاحب کا قول حسبنا کتاب اللہ کو قرار دیتے ہیں جیسا کہ کتاب ملل نحل میں تصریح تمام اہل قوم ہے اور آپ اس سوء ظن باعث قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب آپکا سوء ظن ہے شیعہ تو وہی ہیں جو ابتدائے اسلام سے اسلام کے خادم اور جان نثار تھے اور ہیں بجز اتباع قرآن و اہلبیت کوئی کام ہی نہیں کرتے جسکی ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین میں کر گئے تھے جس سے کسی مسلم کو انکار نہیں ہے۔

آپ اور خوارج البتہ آورد گان عمر صاحب کے ہیں جو اصلی بانی فساد تھے۔ فرق ہے تو اسقدر کہ آپ ابوبکر عمر عثمان علی معویہ یزید سب کو مانتے ہیں جو خلیفہ ہو وہ آپکا امام ہے چاہے کسیطرح خلیفہ ہو۔ خوارج صرف ابوبکر و عمر کو مانتے ہیں اور عثمان اور جناب امیر المومنین اور معویہ اور یزید سب سے بیزار ہیں۔ آپکو اسوجہ سے محبت ہے کہ شیخین کو تو مانتے ہیں اور حضرت علی کے دشمن ہیں علاوہ آپکو انسے نیاز مند ہونا چاہیے کہ آپکے عثمان صاحب کے بھی دشمن ہیں اور امیر معاویہ کے بھی دشمن ہیں مگر چونکہ جناب امیر کے دشمن ہیں ایکو اسے زیادہ محبت ہے اور ا

بہر حال اصل مطلب یہ ہے کہ اسلامی تفریق جو قائم ہو چکی وہ تو مٹنے والی نہیں اور آگے فیض قدم سے اور اسکو ترقی ہوگی کیونکہ تمام سنیونکو خارجی بنا رہے ہیں جسپر خود آپ کے ہم مذہب علما رو رہے ہیں۔ پھر اس سے کیا حاصل۔ اڈیٹر صاحب نے اسلام پر جو الزام قایم کیا ہے اوسکو دفع کیجئے زاروناله سے کیا کام ہے۔

کیا آپکے بخاری اور مسلم ترمذی ابوداؤد تمام محدثین نے خدا کی جسمیت اور رویت کی حدیثیں نہیں لکھی ہیں؟ انبیائے کرام کے گناہوں اور خطاؤں کا نہیں اظہار کیا حضرت خلیل اللہ کو جھوٹا نہیں لکھا ہو کہ تین جھوٹ بولے۔ رسول اللہ کو عاشق جمال عائشہ نہیں بنایا؟ آپکی غلطیوں کا انبار نہیں لگایا کہ عمر صاحب اسکی اصلاح کرتے؟ کیا یہ نہیں لکھا کہ آپنے شراب پی تھی۔ کیا یہ نہیں لکھا کہ تلک الغرانیق العلی منھن لشفاعۃ ترتجی بھی آیہ قرآنی ہے؟ کونسی باتیں جن پر مخالفین اسلام اعتراض کرتے ہیں کہ انکو آپکے محدثین حضرت کیلئے نہیں ثابت کرتے اسپر بھی آپ انکے دشمن اسلام اور نادان دوست ہونے میں عذر ہے۔ آپ نے سرے پر امام بخاری کا نام لکھا ہے اور آخر میں شافعی المسلک کا نام جسکی غرض صرف اسقدر ہے کہ اپنے جاہل بھائیوں کو اچھا دے۔

مگر غور تو کیجئے کون سا کفر و زندقہ ہے کونسی ضلالت و گمراہی ہے جسے آپکے علما نے درج کتب نہ کیا پھر آپ کیسے مسلمان ہیں کہ اسلام کی محبت نہیں آتی اور ان دشمنان اسلام کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔

اسکے بعد آپنے اڈیٹر صاحب (اسلام) کی اس عقلی دلیل کا جواب دینا چاہا ہے جو انہوں نے جمع قرآن کے بارے میں لکھا ہے (دیکھو الشمس نمبر ۵ صفحہ ۳۳) مگر افسوس آپ اسمیں بھی کامیاب نہوئے کیونکہ آپکا جواب صرف اسقدر ہے "جبتک آپ دنیا میں تشریف رکھتے تھے آیندہ نزول کی امید باقی تھی لہذا ایسی حالت میں آپ کیونکر اسکو بصورت کتاب جمع کر سکتے تھے" مگر یہ ایسا کمزور جواب ہے کہ جو کسیطرح قابل التفات نہیں کیونکہ اڈیٹر رسالہ اسلام کہہ سکتے ہیں کہ آپکی نبوت ۲۳ سال رہی۔ ملکی اقتدار بھی حاصل ہوا کاتبان وحی کاتبان قرآن بھی موجود تھے کیوں نہیں آپنے جسوقت کوئی آیہ نازل ہوتا بصورت کتاب لکھوایا جب آیہ نازل ہوتا لکھوا دیتے اور کاغذ سادہ چھوڑ رکھتا کہ جب کوئی آیہ نازل ہوتا اسپر لکھوا دیتے بصورت کتاب مجموعہ رہتا صرف اسقدر کسر رہتی کہ ناتمام ہے جب آپکا دنیا سے انتقال ہو جاتا صحابہ اسی مجموعہ کی نقل کرتے اور تمام ملک میں شایع کراتے۔ اس تقریر کا آپ کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کیونکہ یہ سب باتیں تو ثابت ہیں کہ حضرت کے کاتب بھی تھے آپنے لکھوایا بھی تھا مگر جب صحابہ نے قرآن کو جمع کیا تو اس میں کا ایک ورق بھی نہ ملا جو حضرت نے لکھوایا تھا۔ اگر ہمارے لایق اڈیٹر کو عقل سے کچھ بھی حصہ ملا ہوتا اور امانت و دیانت سے کام لیتے تو سب مصیبتیں آسان تھیں کیونکہ اگر وہ نوشتہ مرتب و محفوظ نہ تھا تو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خود ہی روز بعد وفات رسول کیونکر اسے مرتب کر لیا جسکے لئے آپنے قسم کھائی تھی کہ جبتک قرآن کو میں جمع نہ کر لونگا ردا اپنی دوش پر نہ ڈالونگا۔

یہ سب باتیں تو آپ ہی کی کتابوں میں موجود ہیں مگر آپ تو جمع قرآن ہی کے منکر ہیں کہ جناب امیر نے قرآن نہیں جمع کیا تو پھر کیا بات بنائیگا۔ اڈیٹر رسالہ اسلام کے جواب میں صاف صاف کہیئے کہ بھئی تم جو کہتے ہو سب صحیح ہے یوہی ہوا تھا کہ وہ قرآن مرتب اور محفوظ تھا مگر صحابہ نے اپنے اغراض کے منافی پاکر اسے نہیں لیا اور وہ انہیں اہلبیت کے پاس رہا جسکے بارے میں آنحضرت فرما گئے تھے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی مگر تم کیوں صحابہ کی پردہ دری کرتے ہو

جانیدو ۔ اگر اسطرح مصنفان صاحب آپنی بھائی اڈیٹر اسلام کو سمجھا یگا تب وہ البتہ مان سکتی ہیں اور
یونتو کسی طرح ماننی والی نہیں ۔ تمام محدثین کی کارروائیوں کو خاک میں ملا دینگے ۔

افسوس کہ اڈیٹر صاحب نی اڈیٹر رسالہ اسلام کی عبارت پوری نہیں لکھی نہ وہ رسالہ مجھے
ملا ورنہ میں زیادہ انکے اقوال کی قدر کرتا ۔ اسکے بعد اڈیٹر صاحب نی اڈیٹر رسالہ اسلام جانکی
کی دلیل نقلی کا خلاصہ اپنی لفظوں میں لکھا ہے اور اسکا جواب دیا ہے ملاحظہ ہو اشمس نمبر ۹ ص ۲۶

اڈیٹر صاحب رسالہ اسلام کا دعوی یہ ہے کہ قرآن عہد آنحضرت صلعم میں مرتب تہا کیونکہ
قرآن میں چند مقام پر ذلک الکتاب و تلک آیات الکتاب الحکیم آیا ہے اسکے جواب میں اڈیٹر صاحب
لکھتے ہیں "ان آیتوں اور روایتوں سے اگر ثابت کچھ ہوتا ہے تو صرف اسقدر کہ قرآن
اس زمانہ میں لکھ لیا جاتا تہا باقی رہا اسکا بصورت کتاب مدون ہونا ہرگز ان آیات سے
ثابت نہیں ہوتا"

الجواب آجتک یہی نہیں معلوم ہوا کہ آپکے نزدیک ثبوت کسکا نام ہے جب قرآن میں لفظ کتاب موجود ہے
اور کتاب کے معنی بھی آپکے نزدیک نوشتہ کے ہیں تو پھر اس سے انکار کرنا کونسی عقلمندی ہے ۔

اور بفرض تسلیم جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے کتابت قرآن اس عہد میں ثابت ہے
تو آپکو یہ بات بھی ثابت کرنا چاہیے کہ وہ نوشتہ جو حضرت نے لکھوایا تہا وہ صحابہ کے پیش نظر تہا جسکی
نسبت میں مکرر لکھ چکا ہوں کہ آجتک ایک روایت بھی اہل سنت کے یہاں ایسی نہیں ملی
جسمیں اسکی تصریح ہو کہ حضرت نے جو لکھوایا تہا وہ ان صحابہ کے پیش نظر تہا کیونکہ اگر کچھ ثابت
ہوتا ہے تو اسقدر کہ بعض بعض آیتیں جو دوسروں کے پاس بھی لکھی ہوئی تہیں انکو
صحابہ لائے تھے اور اس سے یہ مجموعہ ترتیب دیا گیا ۔

اب تو تدوین کتاب سے بعہد رسول اللہ انکار کرتے ہیں مگر شاہ ولی اللہ صاحب
لکھتے ہیں تا آنکہ خواب امیری نصیب او از اخبار علوم دینیہ الشیخ کہ جمع کرد قرآن را
بحضور آنحضرت و ترتیب دادہ بود آنرا لیکن تقدیر ساعد شیوع آن اخرج ابو
عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن
علی عہد رسول اللہ صلعم وہو حی عثمان بن عفان و علی

بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود من المہاجرین و سالم مولی
ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ مولی لہم لیس من المہاجرین و بازجمع
از تابعین قرآن را از وی روایت کردہ اند و روایت آن جمع تا حال باقی است
قال البغوی فی شرح السنۃ و القراء المعروفون اسندوا قرأتہم
الی الصحابۃ فعبد اللہ بن کثیر و نافع ۔ اسندا الی ابی بن کعب ۔ و عبد اللہ
بن عامر اسند الی عثمان بن عفان و اسند عاصم الی علی و عبد اللہ
بن مسعود و زید و اسند حمزہ الی عثمان و علی و ھولاء قرواعلی محمد صلی اللہ علیہ
ایام حیوٰۃ النبی ص ۲۲۳ اس عبارت کو دیکھو کہ شاہ صاحب کہتے ہیں جمع کیا جانا
اسیر قرآن کا آنحضرت کے حضور میں اور ترتیب دیا تھا اسکو پھر آپ اس کلام کو غور فرمایئے
"پس ثابت ہوا کہ قرآن محفوظ تھا اور مجموع تھا صدر رسالت میں زبان حیات نبی" اور اپنے
اس کلام پر غور فرمایئے "وہ بصورت کتاب مدون ہونا ہرگز ثابت نہیں"

اگرچہ ان روایات میں عثمان صاحب کا بھی نام جامعین قرآن میں بھی
گیا ہے مگر اس روایت سے یہ نتیجہ تو ضرور ہی نکلنا ہوگا کہ جو لوگ ان روایات سے جامع
قرآن سمجھے اور جو شخص باتفاق فریقین جامع قرآن تھا جس نے خود حضرت کے عہد میں جمع
کیا اور ترتیب دیا تھا اور رسول اللہ پر پڑھا تھا نہ اس کا قرآن لیا گیا نہ وہ شریک
جمع قرآن کیا گیا تو اسکی وجہ بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن کو اپنی اصلی حالت پر کہ جیسا کہ مسطور
تھا میں نہ اہل قرآن کی تائید کرتا ہوں نہ آپکی بلکہ امر حق کو ظاہر کرتا ہوں کہ قرآن
عہد رسول میں مرتب اور مجموع تھا جسے رسول اللہ نے جناب امیر سے لکھوایا تھا اور بوقت
وفات حضرت کے معوض کیا کہ اسکی نقل مسلمانوں میں شایع کرنا جسکو حضرت نے اسطرح دے
دیا کہ وفات رسول کے بعد سب کاموں سے مقدم کیا اور جب تک قرآن کو جمع نہ کر لیا گھر
سے باختیار باہر نہ نکلے اور جمع کر کے مجمع صحابہ میں لائے مگر ابو بکر نے اسکو لینے سے انکار کر دیا
اور بطور خود جمع کر لیا جیسا عہد عمر اصلاحیں ہوتی رہیں یہانتک کہ جناب عثمان کا زمانہ
آیا اور انہوں نے اپنی رائے سے اسکی ترتیب کو الٹ پلٹ کر کے شایع کیا اور ان قرآنوں

النبی صلعم فثبت ان القرآن کان مکتوبا فی عہدہ صلعم

اور صحیفون کو بجز جلوا دیا جو حضرت کے زمانہ کا لکھا ہوا لوگوں کے پاس تھا تاکہ دنیا میں صرف وہی قرآن رائج رہے جو عثمان صاحب نے بطور خود ترتیب دیا تھا اور صحابہ نے ابن مسعود کے مصحف کو انکی فرد قرارداد جرم میں داخل کیا تھا جیسے اجماع صحابہ نے واجب القتل قرار پائے جیسا کہ تصریحات سابقہ سے ظاہر ہمارے اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "وہ امر جو بیشک مسلمات اہل سنت سے ہے کہ ترتیب آیات بلکہ ترتیب سورہ بھی توقیفی ہے سوائے برأت و الانفال کے" مگر میں اسکو نہایت صراحت سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ اکثر علما کا اتفاق اسی پر ہے کہ ترتیب سور باجتہاد صحابہ ہوا آیا کی ترتیب من اللہ انہوں نے کوشش کی کہ حضرت کی ترتیب کو ثابت کریں مگر روایات اسکے مخالف ہیں پھر اس سے کیا فائدہ کہ آپ ایک امر مردود کو مکرر لکھیں ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۹ جلد ۳ صفحہ ۲۳

اڈیٹر رسالۂ اسلام نے جن آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت بوقت وحی لکھوا دیتے تھے وہ بھی صحیح ہے۔ اور آپنے بھی جو تسلیم کیا ہے " ان آیت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ ترتیب آیات خود آنحضرت کی دی ہوئی ہے" یہ بھی صحیح۔ مگر اصلی امر کو آپ ظاہر کرتے نہیں آپکے بھائی اہل قرآن کے سبب ضرور ہوا تھا۔ مگر وہ قرآن ہی نہ پایا گیا جسکی یہ شان تھی۔ وہ قرآن تو صرف جناب امیر کے پاس رہ گیا۔ اور آپکے صحابہ نے بطور خود جدید طریقہ سے ترتیب دیا جس میں کچھ تو سابق کی ترتیب جو تمام مشہور ہو چکی تھی اور کچھ اپنی ترتیب جس سے آجتک آپکے مفسرین بھی حیران ہیں کہ جب تفسیر لکھتے ہیں تو پہلی دقت انکو یہ پیش آتی ہے کہ نظم ترتیب کو درست کریں جسمیں زیادہ تر کلام ہی صرف ہوا۔ اسکے بعد اڈیٹر صاحب نے دعوی کیا ہے کہ مسٹر جرجی زیدان کی تحریر بھی خوب غور سے کئی بار دیکھی مگر افسوس اسکو نقل نہ کیا نہ اڈیٹر صاحب الشمس کے قول کو جسپر نظر کی جاتی کہ انہوں نے کیا لکھا ہے اور اڈیٹر صاحب کیا لکھتے ہیں۔ مگر آپکو اسپر زیادہ غصہ آیا کہ وہ لکھتا ہے عجب نہیں کہ جب عثمان نے جمع اور حفظ کرنیکا اہتمام کیا ہو تو انکو دین و دنیا کا وقوف اور قرآن کے حفظ و تدوین کے ابتدائی اسباب میسر آگئے ہونگے" اسی تحریر پر بھڑک کر ہمارے اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں " اس تحریر میں "عجب نہیں کی لفظ" بیشک اسکے بیجا تعصب کا نتیجہ ہے مسلمانوں کا دینی و دنیاوی تمام ترقی کا ایک ایسا کھلا راز ہے کہ کوئی کور چشم بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا" ملاحظہ ہو شمس نمبر ۸ اکتوبر

میرے پاس چونکہ اصل تحریر جرجی زیدان کی نہ رسالۂ اسلام اس لئے

میں نہیں سمجھا کہ اسکا کیا مطلب ہے مگر ظاہری عبارت کہہ رہی ہے کہ جرجی زیدان مسلمانوں
کی اس بیوقوفی پر افسوس کرتا ہے کہ وقت نزول قرآن انہوں نے بے پروائی کی۔ اور
بعد وفات رسول جب مجموعہ مرتب ملا تو انہوں نے لیا۔ اسکی طرف شاید اشارہ کیا ہے کہ جب
مسلمانوں نے قرآن کو جمع اور حفظ کرنیکا اہتمام کیا ہو تو انکو دین و دنیا کا وقوف ہوا ہو۔
کیونکہ ابتک وہ اغراض نفسانی سے اسکا جمع ہی کرنا نہ چاہتے تھے نہ جمع کئے ہوئے کو لیا۔

اسباب کتابت پر جو تنقید لکھا ہے، "کہ آلات کتابت اسلام کے بہت پہلے عرب میں تھے اور
کتابت کا رواج بھی خوب تھا۔ افسوس کہ میں نے اسکا مطلب نہ سمجھا کہ پھر کیا باعث ہوا جو عہد رسول
میں نہ لکھا گیا اسکے مطلب تو یہ ہوئے کہ حضرت کے وقت میں تھے۔ اب فراہم ہوگئے۔ اور اسکو
کوئی نہیں کہتا کہ کتابت ہو چکی تھی مرتب ہو چکا تھا مگر زبردستی نہ لیا گیا۔

اسکے بعد آپکو اسپر غصہ آیا کہ پانچ حافظ کا نام کیوں لیا گیا حالانکہ ہم لکھ چکے ہیں
روایت صحیح بخاری میں نہیں پانچ آدمیوں کا نام ہے پھر اس بیچارہ کا کیا قصور ہے اگر صحیح بخاری کی
روایت غلط ہے تو اسکو درست کرو اور اگر صحیح ہے تو مانو اور اگر سمجھنے میں غلطی ہو تو بتاؤ کیا غلطی ہے
یہ کہ شہید جنگ یمامہ میں ... "حافظوں کی تعداد بتائی گئی ہے" بیشک بہت
ہی بطرز تناقض کا الزام تمہیر کیا ہے جو تمامی روایت سے استدلال کرتا اور نہیں ... "حافظان قرآن
کے چھپانیکو کہ کوئی صحابہ پر یہ الزام کہ اتنے حافظان قرآن کو مارے جانے پر قرآن جمع کیا گیا حالانکہ
وہ سب تو قتل ہو چکے تھے جو پورے حافظ قرآن تھے بخاری نے یہ حدیث گڑھا کہ حافظ قرآن چار
ہی تھے جس سے یہ الزام تو رد کیا کہ اتنے صحابہ میں حافظ قرآن چار اور وہ بھی شریک جمع قرآن نہیں۔

اگر آپ مسلمان ہیں تو ذرہ مہربانی دونوں روایتوں کو جمع فرمائیے کہ صحیح بخاری میں چار
حافظ قرآن کا نام ہے اور کنز العمال میں ستر حافظوں کی تعداد لکھی ہے جو جنگ یمامہ میں مارے گئے اگر
یہ ممکن نہیں تو صحیح بخاری کی روایتیں نہ دونوں روایتوں کی ترتیب دیجئے کہ ایک میں کچھ نام ہیں دوسری میں کچھ

اسکے بعد آپکو اسپر غصہ آیا ہے کہ جرجی زیدان نے لکھا ہے جمع قرآن کے وقت بعض بعض سورتوں کا ایک
ہی نسخہ دستیاب ہوا ... اسپر ڈیڑھ صفحہ لکھتے ہیں "سورہ توبہ کی صرف آخر دو آیتوں کی کتابت کا واقعہ
بیان کیا گیا کہ وہ ابو خزیمہ کے سوا اور کسی کے پاس مکتوب نہ ملیں۔"

جو دن پر یہ شدت کی جاتی جب ابن مسعود کی بابت یہی دیکھی جو مہاجرین اولین سے تھے کر کس جبر و شدت سے اونسے قرآن لیکر جلایا گیا تو اب کسمیں قوت تھی جو مقابلہ کرتا۔

مگر عام شدت اور عام جبر کا حال آپکو اس خط سے معلوم ہوگا جو صحابہ نے بالاجماع مصری صحابہ کو لکھا ہے کہ خلیفہ سے جہاد کرنے جلد آؤ کہ خلیفہ نے قرآن کو بدلدیا۔

اب حدیث صحیح کا حال۔ کسے نہیں معلوم کہ سقیفہ میں ابوبکر صاحب کہتے ہیں کہ عمر یا ابو عبیدہ کی بیعت کرلو اور وہ کہتے ہیں آپکے ہوتے کسکی مجال ہے پھر عمر صاحب بالائے منبر کہتے ہیں بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ لکن وقی اللہ شرہا ابوبکر کی بیعت ناگہانی بے سوچے سمجھے ہوئی۔ مگر خدا نے اوسکے شر کو بچا لیا اور مرتے وقت کہتے ہیں اگر میں نہیں خلیفہ کرتا تو رسول اللہ نے بھی خلیفہ نہ کیا۔ اور پھر اسی صحیح بخاری اور صحاح ستہ میں یہ بھی روایت موجود ہے کہ لاؤ ابوبکر کیلئے ہم خلافت نامہ لکھدیں کہ کوئی دوسرا تمنا نہ کرے۔ یہ سب تو احادیث صحیحہ ہیں اس میں تمکو عذر ہے جو اس میں عذر ہوگا کہ عمر نے جو کیا وہ سبکی رائے سے کیا۔ مگر الحمد للہ خود آپ ہی اسکی تکذیب کرتے ہیں کہ جب صحابہ تعداد لاکھوں تک پہونچی ہوئی تھی اگر گنتی کے دو ایک اس جمہوری رائے سے علیحدہ ہوں تو تو کچھ مضر نہیں ہو سکتا،،

جس سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ دو ایک صحابی اس جمہوری رائے کے مخالف تھے جسکے نسبت آپکا یہ بھی ارشاد ہے ،، اجماع میں یہ شرط ہے کہ جسقدر لوگ اہل اجماع کی کہتے ہوں وہ سب متفق ہو جائیں اگر ان میں سے ایک شخص بھی اتفاق سے خارج رہجائیگا تو اجماع منعقد نہوگا پس حسب قول آپکے اگر ایک شخص بھی خارج ہوا تو وہ اجماع نہ رہا چہ جائیکہ آپکے کلام سے ایک اور دو کی مخالفت ظاہر ہے پھر یہ اجماع کیونکر ہوا حالانکہ ہمکو معلوم ہے کہ قریب قریب اکثر صحابہ جو چند اہل حق پرست تھے وہ اسکے مخالف تھے بلکہ خود آپکے مقبولین صحابہ بھی اکثر مخالف تھے شکر خدا کہ آخر میں بھی اسکا بھی اقرار کیا، اس کا علاج سوا دُرّہ فاروقی یا ذوالفقار حیدری کے کوئی دوسرا سمجھ میں نہیں آتا۔

ہوا اسکے دین نے رواج پایا الناس علی دین ملوکہم اسکا مصدق ہے۔

زیادہ تطویل کی ضرورت نہیں کتاب الخطط مقریزی کا صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴
جلد ۲ ملاحظ ہو ثم ان المعز بن بادیس حمل جمیع اہل افریقیۃ واہل الاندلس
کلہم الی مذہب مالک الی الیوم رغبۃ فیما عند السلطان وحرصا
علی طلب الدنیا اذ کان القضاء والافتاء فی جمیع المدن وسائر القرى
لا یکون الا لمن تسمی بالفقہ علی مذہب مالک فاضطرت العامۃ الی
احکامہم وفتواہم ففشا ہذا المذہب ہناک فشوا طبق تلک الائمۃ
حنیفۃ ببلاد المشرق یعنی معز بن بادیس بادشاہ نے اہل افریقہ کو مجبور کیا قبول
مذہب مالک پر اور ترک کر دیے دیگر مذاہب کو یس رجوع کیا تمامی اہل افریقہ اور اہل اندلس
نے طرف مذہب مالک کے جو آجتک وہاں جاری ہے بسبب طمع دنیا کے کیونکہ منصب قضا
وافتا تمامی بلاد میں اوسیکو ملتا تہا جو مالکی ہوتا تہا لہذا تمامی عوام الناس مجبور ہوگئے
اونکی احکام وفتوی پر اور اس مذہب نے رواج عام پایا جیسا کہ رواج پایا مذہب ابو حنیفہ نے
تمامی بلاد مشرق میں آپ تو مدعی حنفیت ہیں پھر کیوں ایسا دعوی کرتے ہیں دیکھو
تاریخ ابن خلکان تذکرہ یحیی صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ قال ابو محمد علی بن احمد المعروف
بابن حزم الاندلسی مذہبان انتشرا فی مبدء امرہما بالریاسۃ
والسلطان مذہب ابی حنیفۃ فانہ لما ولی قضاء القضاۃ ابو یوسف
یعقوب صاحب ابی حنیفۃ کانت القضاۃ من قبلہ فکان لا یولی قضاء البلدان
من اقصی المشرق الی اقصی افریقیۃ الا اصحابہ والمنتسبین الیہ والی مذہبہ
ومذہب مالک بن انس عندنا فی بلاد الاندلس فانہ یحیی بن یحیی
کان مکینا عند السلطان مقبول القول فی القضاۃ فکان لا یلی قاض
فی اقطار بلاد الاندلس الا بمشورتہ واختیارہ ولا یشیر الا باصحابہ
ومن کان علی مذہبہ والناس سراع الی الدنیا فاقبلوا علی ما
یرجون بلوغ اغراضہم بہ علی ان یحیی بن یحیی لم یل قضاء قط

اجاب الیہ وکان ذلک ایمانی جلالتہ عندھم وداعیا الی قبول ایہ لدیھم ۔ کہا ابو محمد بن احمد معروف بابن حزم نے کہ دو مذہب پھیلے ہیں ابتدا امر میں بزور حکومت وسلطنت ایک مذہب ابو حنیفہ کیونکہ جب ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور محکمۂ قضا انکے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ انہیں لوگونکو قاضی مقرر کرتے جو انکے مذہب پر ہوتا انکا راضیا منتہا تک افریقہ تک تہا پہر مذہب ہمارے دیار اندلس کے یہاں نہایت مقرب تہا اور محکمۂ قضا میں اوسی کا قول مقبول تہا لہٰذا ان بلاد میں جو شخص قاضی مقرر ہوتا تو انہیں کی انکی رائے اور مشورہ سے ۔ اور وہ انہیں لوگونکو مقرر کرتے جو انکے ہم مذہب ہوتا ۔ اور دنیا کی حالت معلوم ہے کہ اکثر لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں ۔ پس جھک پڑے اوس مذہب پر جس سے انکی اغراض دنیوی پوری ہوتی ۔ طرہ یہ ہے کہ خود یحیی بن یحیی نے کبھی منصب قاضی کو نہ قبول کیا ۔ اس سے اور بہی انکی عظمت وجلالت انکی دلوں میں قائم ہوئی اور انکی رائے اور مشورہ ہر طرح مقبول ہوا کیوں اڈیٹر صاحب آپ تو کہتے ہیں " کوئی جبر کسی زمانہ میں کوئی بادشاہ عام رعایا پر نہیں کر سکتا اور یہاں معز بن بادیس ذکر کیا کہ تمام رعایا کو مذہب مالک پر مجبور کیا آپ کہتے ہیں کہ اس سے عام بغاوت پھیل جائیگی یہاں نہ بغاوت ہوئی نہ بلوہ سب نے مذہب مالک قبول کر لیا کیا آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ معز بن بادیس کی حکومت اور اسکا اقتدار حضرت عثمان سے بڑہا ہوا تہا ہرگز نہیں ! کیونکہ وہ ایک صوبۂ خاص کا بادشاہ تہا بخلاف حضرت عثمان کے جو تمامی ممالک اسلامیہ کے مسلم الثبوت خلیفۂ رسول تہے اور ایسے خلیفہ جو بوجہ اپنی نرم دلی کے شیخین سے بہی زیادہ محبوب تہے اور ایسے محبوب تہے کہ سب کے سامنے قرآن لیکر جلا دیا اور کسی نے اف نہ کیا اور جسنے اف کیا فوراً مرمت ہوئی ۔ صدہا صحابہ کو ذلیل وخوار کیا سب دیکہتے رہے پہر انکی جبر وتشدد آپکو کیونکر شک ہوتا ہے ۔ آپ چونکہ مدعی حنفیت ہیں کسیطرح ایسے امر پر تعجب نہیں کر سکتے کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی کا مذہب حنفی بزور ریاست وسلطنت پھیلا ہے اور خود مذہب اہلسنت کی بنیاد اسی ریاست وسلطنت پر ہے کہ دیکہو خلیفہ اول نے مسند خلافت پر قدم رکہا اور مسلمانونکو بہکا کر انہوں نے سنی بنانا شروع کیا چونکہ خلافت ہمیشہ انہیں کے ہاتھ میں رہی سنیونکی کثرت ہوتی گئی اور فرقۂ حقہ مغلوب

ہوتا گیا۔ آپ لکھتے ہیں کم از کم بلوہ ہو جاتا۔ کیا بلوہ نہیں ہوا؟ حضرت عثمان بلوائیوں کے
ہاتھ سے نہیں مارے گئے یہانتک کہ مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن بھی نہ ہو سکے۔ نماز ہوئی نہ تجہیز
و تکفین مقبرہ یہود میں پھینکے گئے جسکی اب تک کوئی زیارت نہیں کرتا۔ کیا آپکو نہیں معلوم کہ
اب تک تواریخ میں حالات موجود ہیں کہ صحابہ نے جو انکے وجوب قتل پر اجماع کیا تو انکے جرائم میں
اسکو بھی داخل کیا تھا اما الکتاب فقد بدل پھر کیوں آپ عام بلوائیاں یا عام بدنامی
کے چرچے پر تعجب کرتے ہیں تواریخ اٹھا کر دیکھئے تو سب حال معلوم ہو۔

میں کہانتک آپکے ساتھ مبالغہ سوزی کروں۔ حضرت ابن مسعود و حضرت عائشہ
حضرت ابن عباس۔ حضرت ابوالدرداء سبھی تو نالاں ہیں۔ کیا آپکو تواریخ میں جلی حرفوں سے
یہ مضمون نہیں ملتا کہ مروان نے بعد موت حفصہ بنت عمر سے بزور حکومت وہ قرآن منگوایا اور
چاک کر ڈالا جسکو حضرت عمر انکے جامع ہونے میں دیکھتی تھی اور اسی سے یہ قرآن ترتیب دیا گیا تھا۔
ہاں یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ آپ ایسے کسی امر قبیح کے قبح کا بھی اقرار لیلوں میرا
کام صرف اسقدر ہے کہ جن امور صحیحہ سے آپ انکار کریں اسکا ثبوت اور وقوع آپکی کتب
معتبرہ سے ثابت کر دوں نہ یہ کہ اسکے حسن و قبح کا بھی آپ سے اقرار لیلوں جیسا کہ آپنے ابن مسعود
کی تادیب و تنبیہ کو جو اسی قرآن کی بابت میں ہوا ضروری بیان کیا حالانکہ صحابہ نے اسکو بھی عثمان
کے جرائم میں داخل کیا ہے۔ اور قبیلہ ابن مسعود جن میں زیادہ تر صحابی تھے اسی وجہ سے شریک
قتل عثمان رہے۔ اڈیٹر صاحب نے اپنے نوٹ میں واقعہ ابن مسعود کو شخصی جھگڑا قرار دیا ہے۔ جسکے
میں بجز اسکے کیا کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت بھی دو آدمی حافظ قرآن و جامع قرآن
تھے ایک ابن مسعود جو مہاجرین اولین سے ہیں اور جنکے فضائل و مناقب سے کتب
اہل سنت الامال ہیں اور احادیث صحیحہ میں خاص کر کے انسے تعلیم قرآن کو
حضرت نے ان سے متعلق کیا ہے اور عمر صاحب نے اسی کام کے لئے انکو کوفہ
بھیجا۔ انکی جب یہ حالت ہوئی۔ تو وائے برحال دیگراں۔ دوسرے
ابی بن کعب حافظ قرآن تھے جو قبیلہ انصار سے تھے اور وہ روز
سقیفہ سے مغلوب ہو چکے تھے پھر ادن میں مقابلہ کی قوت کہاں تھی

یہاں آپکی تصدیق اسقدر ضرور کرتا ہوں کہ محل بحث میں آیتوں کا ذکر ہی
سورہ کا نہیں۔ مگر یہ بھی تو آپکی یہاں مسلم ہی کہ جو حکم ایک آیہ کا ہی وہی حکم پوری سورہ بلکہ پوری قرآن
کا ہی تو اسکا اعتراض درست ہوا کہ تواتر کہاں ہا۔ اس مضمون پر آپکے علما ذکیتی سرغزن کی
ہی جیسا کہ سابقا مرقوم ہوا آخر ادہیں اقرار کرنا ہی پڑا کہ یہاں تواتر کی ضرورت ہی نہ تھی
کیونکہ صحابہ خود حضرت سے سن چکے تھے۔ تواتر کی ضرورت تو بعد کو ہوتی ہی مگر اسے نہ سوچا کہ اسمیں
کسقدر خرابی لازم آتی ہی اولا تو یہ کہ جتنے سورے اور آیتیں تھیں جو بوجہ عدم کافی شہادت
خارج کی گئیں وہ سب قرآن ہو جاتا ہی دوسری بسم اللہ کا جزو قرآن ہونا لازم آتا ہی
جو مذہب حنفی کے خلاف ہی تیسری ابن مسعود کی تکفیر لازم آتی ہی جو الحمد و معوذتین کی قرآنیت
کے منکر ہیں۔ چوتھے آیہ جمع کے داخل کرنیکا الزام تمامی صحابہ پر لازم آتا ہی وغیرہ وغیرہ کما مر۔

اسکے بعد آپنے پانچ سورتوں کی نسبت کلام کیا ہی جسکی نسبت ہمکو اسوجہ سے کلام
کی ضرورت نہیں کہ اصل عبارت اسکی پیش نظر نہیں۔ بعدہ آپنے اس سے انکار کیا کہ مصحف
عثمانی بجبر نہیں شایع کیا گیا مگر یہ ایسا مضمون ہی کہ اسکے جواب کی بھی ضرورت نہیں ہی کیونکہ
جو شخص متواترات کا منکر ہو اس سے کون خطاب کرے کیسے نہیں معلوم کہ عثمان صاحب نے کس
تشدد سے تمامی صحابہ کا قرآن جلوا دیا یہانتک کہ اسی جرم پر ابن مسعود کی ہڈیاں توڑ ڈالیں
کہ وہ اپنا قرآن نہ دیتے تھے اور اسی قرآن کے تغیر و تبدل کی بدولت آخر عثمان صاحب
مارے گئے۔ آپ کس بھولا پن سے لکھتے ہیں "ایسا کوئی جبر کسی زمانہ میں کوئی بادشاہ عام رعیت
پر نہیں کر سکتا جس سے تمام رعیت یا اسکا اکثر حصہ ناراض ہو اور اس سے انکے دین میں خلل
پڑتا ہو مگر ایسا جبر کیا جائے تو اسکا اثر اسقدر ضرور ہو گا کہ ایک بلوہ عظیم ہو جائے
بلوہ نہو تو عام زبانوں پر اسکی ناراضی کا چرچا ہونیلگیگا۔"

یہ تقریر آپکی اس زمانہ کے مطابق ضرور ہی جب ہم انگلیسیہ معدلت
آرا گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں جس نے کسی قسم کی دست
اندازی مذہب میں جائز نہ رکھی ورنہ جو لوگ اسلامی تاریخ سے مطلع ہیں
انہیں بخوبی معلوم ہے کہ ابتدائے خلافت اول سے یہی رنگ رہا کہ جو بادشاہ

نہ معلوم اسوقت آپکے قلب کی کیا حالت ہوئی جو ذوالفقار حیدری کا نام زبان سے نکل گیا اگرچہ زہرہ فاروقی کے بعد ہی سہی۔

مگر فضل خدا سے یہی علاج جو آپ نے تجویز کیا تھا آپ کے لیے پیش کش ہے جسنے آپ کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ اب مسئلہ تحریف قرآن میں آپ حرکت مذبوحی بھی نہیں کرتے یہ شبہہ آپکا بہت درست ہے "کہ اگر خود آنحضرت مرتب کر جاتے تو ایک سوفسطائی کہہ سکتا تھا کہ بعد کی نقلوں میں تحریف ہوئی"

جبکا سب سے بہتر علاج یہی کیا گیا کہ ایک نسخہ بھی اصل کا نہ رہنے پائے کہ کسی سوفسطائی کو جائے دم زدن رہے۔ مانو یا نہ مانو یہی ہے اسی وجہ سے مروان نے حفصہ والے قرآن کو بھی چاک کرا دیا کہ کوئی اصل کا مطالبہ ہی نہ کر سکے۔

انصافاً فرمائیے عثمان کا فعل زیادہ قابل تعریف ہے جو ایک اصل چھوڑ گئے یا مروان کا جسنے اوسے بھی نہ رہنے دیا۔

آپ کسی عیسائی کے مقابلہ میں نہیں لکھ رہے ہیں جو اونکے جمع اناجیل پر صدیوں کے بعد طعنہ زن ہوں آپ ایک ایسے شخص کے مقابلہ میں لکھ رہے ہیں جو آپکا برادر سنی المذہب ہے وہ کہیگا کہ جو قرآن خود حضرت نے لکھوایا تھا اور بعد وفات رسول دو ہی تین روز میں حضرت علی نے اوسکو نقل کیا وہ کیوں نہ لیا گیا جو اس نئے قرآن کے ترتیب کی ضرورت ہوئی ہم

ہاں صاحب دو ہی برس کے اندر یہ کام شروع ہوا مگر کب؟ جب چار سو یا سات سو صحابہ جیسے حافظ قرآن تھے مارے گئے جنکے بعد وہ پورا قرآن نہ ملا اور اس احتیاط سے جمع کیا گیا کہ جو حفاظ قرآن تھے وہ نہ شریک کیے گئے اور دو گواہونکی ایسی شرط لگا دی گئی کہ بہت سا قرآن اسی وجہ سے نہ لکھا گیا کیونکہ نزول قرآن صرف مجمع ہی میں ہوتا نہ ہر وقت حضرتکا یہی معمول تھا کہ دو گواہ کو قرآن سناتے یا دو گواہوں سے لکھواتے۔

آپ یہود و نصاریٰ کو ناحق مخاطب بناتے ہیں اونکے مقابلہ سے کیا سروکار وہ کب اپنی توراۃ و انجیل کو من حیث المعجزہ مانتے ہیں وہ کب اسکے کتاب الہامی ہونے کے مدعی ہیں

اونکے اقوال ... تو ہم لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو النجم نمبر ۲ حصہ ۳ صفحہ ۹۲

آپ مسلمانوں سے گفتگو کیجیے جو قرآن کو من حیث الاعجاز مانتے ہیں اون کے نزدیک اسکے
ایک آیہ کا مثل بنانا قوت بشری سے خارج ہے وہ اسکو دلیل نبوت مانتے ہیں وہ اس کو
کلام الہی جانتے ہیں وہ اسکو من حیث اللفظ والمعنی معجزہ مانتے ہیں اون کے مقابلہ میں آپ نے
کیا ثابت کیا آپ خدا کے کلام نفسی کے قائل ہیں جو نہ لفظ رکھتا ہے نہ معنی۔ آپ کلام خدا کو
قدیم مانتے ہیں۔

جس سے یقینا قرآن مجید عاری ہے نہ وہ صرف معنی ہو نہ وہ قدیم بلکہ خدا نے اوسکو الفاظ کے ساتھ
رسول پر بواسطہ جبرئیل امین نازل کیا پھر آپ قرآن کے کہاں قائل ہوئے آپ تو ایک ایسی چیز کے
قائل ہیں جسکا وجود ہی نہیں دیکھو الشمس نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ صفحہ ۶۰ مسلمان قرآن کو کلام
خدا جانتے ہیں اہلسنت اسے کلام رسول مسلمان قرآن کو معجزہ مانتے ہیں کہ ہر لفظ اسکا معجز ہے
اہلسنت بہت سی آیتوں کو بلکہ سوروں کو معجزہ نہیں مانتے دیکھو کلام غزالی الشمس نمبر ۵ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱
مسلمان قرآن کو واجب العمل مانتے ہیں کہ اسکے مخالف حدیث قابل قبول نہیں اہلسنت کو
اس سے انکار ہے دیکھو الشمس نمبر ۱ و ۲ جلد ۲ صفحہ ۱۵۔

مسلمان قرآن کی تلاوت کو نماز میں واجب جانتے ہیں بغیر اوس کے نماز صحیح نہیں
سنی توراۃ وانجیل کی قرارت کو بجائے قرآن جائز جانتے ہیں۔

مسلمان قرآن کی تحریف کرنیوالونکو کافر جانتے ہیں اہلسنت اوسکو امام اور خلیفہ مانتے ہیں
یہانتک کہ اب بھی نماز میں ہر طرح کی تحریف کرسکتے ہیں دیکھو الشمس نمبر ۱ و ۲ جلد ۲
مسلمان قرآنکو سرچشمہ ہدایت اور ذریعہ نجات جانتے ہیں اہلسنت اسے معلم شرک و
کفر دیکھو الشمس نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ صفحہ ۲۲۔

غرض یہ مباحث تھے جن میں آپ کو قلم فرسائی کی ضرورت تھی آپ اپنے فرقہ کو ان عیوب سے
پاک کرتے نہ بمقابلہ یہود و نصاریٰ یہ دعوی کرتے عیسائی اور یہودی اور نیز دوسرے
مدعیان کتاب اپنی کتابونکا سلسلہ اپنے نبی تک لیس معیار احتیاط کو عشر عشیر بھی نہیں پہونچا سکتے
کیونکہ نہ اسکا اونکو دعوی ہو نہ وہ اسکے مدعی ہیں گفتگو تو اس میں ہے کہ جو کلام پاک ایسا مقدس
اور منزہ تھا اوسکو آپکے صحابہ نے کس بے احتیاطی سے جمع کیا کہ نہ خلفائے خود عہد آنحضرت میں

کوئی سورہ لکھا اور لکھا یا لکھوایا تو توراۃ یا کتاب دانیال نہ خلافت پانے پر اسکا خیال آیا کہ قرآنکو تو جمع کرلیں اور جس نے جمع کیا وصیت رسول کی تعمیل کی اوس سے نہ لیا گیا نہ یہ نے اگر یاد بھی دلایا تو عمر صاحب نے روکا اور ابوبکر سے کہا اونھوں نے مسلمانوں کے مشورہ پر رکھا جب ایک آیہ کی ضرورت عمر صاحب کو ہوئی تو معلوم ہوا فلاں صحابی کے پاس وہ آیہ تھا جو یمامہ میں مارا گیا تب آنکھ کھلی جو دیکھتے ہیں تو وہ سب صحابی مارے گئے جنھیں پورا قرآن یاد تھا تب اسکی فکر ہوئی کہ کسطرح قرآن جمع کیا جاوے کیونکہ اسکی بھی کد ہو کہ رسول کا جمع کیا ہوا قرآن نہ لیں جو حضرت علی کے پاس تھا اور اپنا خاص قرآن بنائیں جس میں وہ لوگ بھی نہ شریک کیے گئے جن کے پاس اب بھی قرآن موجود تھا بلکہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے صحابہ کی یادداشتوں اور نوشتوں سے لکھے گئے میں اوس میں بھی یہ پخ لگی ہوئی ہے کہ دو گواہ ہوں آخر چند آیتیں ایسی ہی لکھی گئیں جو معیار شہادت سے پوری نہ اوترتی تھیں پھر بتائے کہاں تواتر رہا کہاں اجماع کہاں احتیاط مگر خیر شکر خدا کہ ان ظالم ہاتھوں سے جو کچھ کسی طرح بچ گیا اور جس حالت سے بچ گیا وہ بھی ہزار درجہ غنیمت ہے ورنہ اسکو بھی حضرت عثمان جلا ڈالتے تو کون روک سکتا تھا۔

وھذا آخر الکلام والحمد للہ

الولی المنعام والصلوٰۃ

والسلام علی رسولہ

وآلہ الکرام

و

لعنۃ اللہ

علی محرف القرآن

ومحرفہ الی یوم القیام

[illegible] اختصار کا لیا ہے ناظرین کو [illegible]

قال علیہ السلام من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنلہ مودتی

حصہ اول

التنزیہ

مسمّٰی بہ

تنزیہ الانساب فی قبائل الاعراب

مصنفہ جناب مولوی محمد شاہ عالم صاحب مصطفوی چشتی -

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن طبع گردید

سید نظر حسین . پرنٹر پبلشر

فہرست مختصر مضامین تحریف القرآن الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ وبہ نستعین ونصلی علی محمد والہ الطاہرین واصحابہ المکرمین رضوان اللہ علیہم اجمعین الی یوم الدین اما بعد احقر العباد عرض پرداز خدمت احباب ہے کہ حضرات شیعہ کی بعض کتب مثل احقاق الحق و استقصاء الافحام و مرسلت حیدریہ وغیرہ میں منجملہ اور مطاعن کے بعض صحابہ کبار کے نسبی مطاعن بھی دیکھے گئے جن مطاعن کی بنیاد دین یہہ احادیث ہین۔

لاخیر فی ولد الزناء (طبرانی)۔
ولد الزناء لیس منا (وفیات الاعیان)
ولد الزنا لایدخل الجنۃ ولا ولدہ ولا ولد ولدہ (کشاف)

آنحضرت نے فرمایا ولد الزنا مین بھلائی نہین
اور فرمایا ولد الزنا ہمسے نہین یعنی مومن نہین
اور فرمایا ولد الزنا اور اوس کا بیٹا پوتا داخل جنت نہوگا۔ انتہی محصلاً۔

ایسی احادیث کی بنیاد پر بعض علماء اہلسنت نے اجتہادات کئے ہین کہ ولد الزنا داخل جنت نہوگا کیونکہ وہ اپنی اصل مین خبیث ہے اور اوس کا یہ خبث اوسکے سلب ایمان پہ دلالت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ ان مضامین کے اجتہادات ریحانۃ الباء خفاجی مصری مرقاۃ الصعود سیوطی کواکب منیر علقمی تفسیر عزیزی وغیرہ مین درج ہین جوکہ باب سوم کی فصل اول مین لکھے جائینگے انشاء اللہ

تعالی لیکن پیغمبر خدا کے وہ ارشادات اور علماء مذکورہ کے ایسے اجتہادات اس
بنیاد پر ہین کہ ان مواعظ و نصائح سے مسلمانون کے اخلاق رذیلہ کا استیصال ہو
اور اونکی آیندہ نسلین ایسے ذمایم و جرایم سے محفوظ رہین تاکہ خلق اللہ اور خصوصاً
مومنین کے تمدن اور تدبیر منزل مین رخنے نہ پڑین مگر ان ترہیبی و تاکیدی احادیث
و اجتہادات سے پیغمبر خدا یا علماء کا حاشا یہ مقصد نہ تھا کہ بعض صحابہ کبار جنکے انساب
مین جاہلیت کے سبب کچھ خرابی تھی یا بعض مجہول النسب تھے وہ بیگناہ صحابہ
قبول اسلام کے بعد بھی اون وعید ترہیبی و تاکیدی مین علی الدوام داخل اور
گناہ ابوین کی پاداش مین ماخوذ سمجھے جاینگے یا خدا تعالی نے بعد قوۃ اسلام چودہ
قسم کے رشتہ دارون سے جو نکاح حرام فرمایا ہے اور اوس زمانہ مین بعض صحابہ
ایسے نکاحون کو مباح جان کر کرتے تھے تو اونکے عفو کی سند الا ما قد سلف
ان اللہ کان غفورا رحیما حبط ہو جایگی یا کوئی شخص قبل قبول اسلام زمانہ جاہلیت
مین مبتلائے لواطت تھا تو کیا اوسکی بخشش کی دستاویز واللذان یاتیانھا
منکم فاذوھما فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنھما ان اللہ کان توابا رحیما
ضبط سمجھی جایگی ایسا ہرگز نہین ہو سکتا نہ ایسا ضابطہ کسی شریعت آسمانی مین
ہے اور اگر ایسا فرض کیا جاے تو وجود اسلام کو معدوم ماننا پڑیگا کیونکہ پاک
نسب اور افضل نسب تھوڑے تھے جیسا کہ اسی حصہ اول سے معلوم ہوگا لیکن
اون ہی مین سے بعض معیوب الانساب کے گرویدہ اسلام ہو جانیکے سبب اسلام
کو وہ فروغ ہوا کہ گھر گھر کلمۃ الحق جاری ہو گیا اور ایک وسیع حصہ دنیا مین لا الہ الا
اللہ کی دہائی پھر گئی اور معبودان باطل اور اونکے پجاری جزیرہ عرب سے
نکالدیے گئے پس ایسا سمجھنا فرض کرنا محض لغو اور جہل۔ بلکہ یہ کلیہ اسلام ماننا
پڑ گیا کہ ہر معیوب الانساب و بدکردار بشرط گرویدگی اسلام تمام عیوب و خطیات سے
توبہ کرتے ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے بلکہ ہر وقت توبہ کرنے سے ہر مسلم معصوم ہوتا ہے
بمصداق حدیث مقبول فریقین التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اسی سبب سے

بعد قبول اسلام عیوب جاہلیۃ کے اظہار کی ممانعت بلکہ ہتک آمیز اسمار وکنیت
کی ممانعت سورہ حجرات مین الٰہی ہے لاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق
بعد الایمان مگر حضرات شیعہ نے اون ترغیبی احادیث وتاکیدی اجتہادات
سے یہ فریب کیا ہے کہ بعض صحابہ جو معیوب الانساب یا اونکے باپ علت ابنہ
سے متہم تھے یا بعض حسب رواج خاندان بطن محرمات ابدی سے تھے یا بعض
کے نکاح مین امہات الاولاد تھین اون حضرات کو احادیث واجتہادات
مزبورہ کا نشانہ بنایا ہے اور بعض سادہ لوح اہلسنت کی کتب ضعیف سے
علمار شیعہ نے تفکہات واستہزا ومزاح کو مہر حجت سمجھا ہے اور اون ہی
اتہامات کی بناپر بعض صحابہ کو دوزخی اور بعض کو ناقابل اتباع تجویز کیا ہے
تاکہ اون میں سے جن جن حضرات کی افضلیت وامامت قضار وشہادت ہمارے
ہان تسلیم ہو چکی ہے وہ غارت ہو جاوے جس سے یہ نتائج برآمد ہون کہ توثیق
مذہب اہلسنت وجماعت کی ہزارون احادیث جو بعض معیوب ومجہول الانساب
کی ہین یا کہ اون سے مروی ہین وہ سب ہیچ ہو جائین اور خلفار ثلاثہ رضوان اللہ
علیہم پر باب مطاعن کھل جاوے اور مذہب حق رفو چکر ہو پس جہلائے شیعہ
کے اس شدید مکر کے انکشاف اور اونکے مطاعن کے جوابات مین ہم نے
یہ کتاب التنزیہ لکھی ہے اسکے دو حصہ ہین پہلے حصہ کا نام تنزیہ الانساب
فی قبائل الاعراب ہے۔ اس مین زمانہ جاہلیت کے اقسام نکاح وجماع اور اقسام
ولدالزنا اور رزیات صاحب رایات وخلاف وضع فطرت اور خرابی انساب
کے وجوہ تحقیقی ہین اور اسکے ساتھ بعض شبہات کا رد بھی ہے اور پھر اس
مین تنزیہ الانساب اعراب اور فضائل ولدالزنا کے دلائل ہین۔ اسکے دوسرے
حصہ کا نام تنزیہ الانساب **فی شیوخ الاصحاب** ہے اس مین تنزیہ انساب
حضرت فاروق وعثمان غنی وطلحہ ومعاویہ وعمرو عاص وابو ہریرہ رضوان اللہ
علیہم بشرح وبسط مع رفع مطاعن شیعہ ہے۔ جن سب مضامین سے روافض

کے جہل و تجاہل کی بخوبی اصلاح اور دینداروں کو ان دونوں حصوں سے
نفع کثیر ہوگا انشاء اللہ تعالی و باللہ التوفیق۔

باب اول بعض قبائل عرب کے اقسام

نکاح و جماع میں

اس کتاب کا موضوع تنزیہ نسب ہے اور نسب کا مبادی جماع اور اوسکے
وسائل بوس وکنار اور تراکیب و معاملات متعلقہ ہین اور یہ مبادی و وسائل
حلال بھی ہوتے ہین اور حرام بھی اور حلال و حرام کیلئے شرعاً وعقلاً عقاب
و ثواب ہے لیکن عقاب ثواب سمجھنے کی اہلیت۔ اقوام مہذب و تعلیم یافتہ
مین ہوا کرتی ہے نہ کہ وہ جاہل عرب جو کہ معظرہ کو زنا نہ خدا سمجھتے تھے اور
پھر اوسی مین فحش و عصیان بھرے قصائد قوم کو سناتے تھے اور پھر اوسی ہرزہ
سرائی کو سرمایہ ناز سمجھکر خانہ کعبہ ہی مین آویزان کرتے تھے چنانچہ سبعہ معلقہ مین امراء القیس
وغیرہ کے بعض اشعار اس بیان کے شاہد ہین پس عرب کی ایسی ناتراشیدگی پر
خدا تعالی کیطرف سے اون کو غافل کا خطاب ملا ہے چنانچہ یسین شریف مین ہے

لتنذر قوماً ما انذر اباءهم فهم غافلون۔	اے محمد تاکہ ڈرادے تو اوس قوم کو جن کے باپ دادا انہین ڈرائے گئے اور وہ

غافل ہین انتہی پس بنظر تصدیق آیہ شریفہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ملک
عرب کی ازدیاد شہوت کے اسباب اور اس قوم کے نکاح و جماع کے حالات
اور انکا عام فحش بتوثیق کتب تحریر کرین اور پھر توفیق آیہ کرامت پایہ لا یکلف اللہ
نفسا الا وسعہا عزباء عرب کی بریت کرائین اس لحاظ سے یہ حصہ اول چند ابواب
وفصول وغیرہ پر مشتمل ہے۔

فصل اول وجہ تسمیہ عرب اور

وداون کی زیادتی شہوتونکے اسباب ہین

ملک عرب کا نام جو عرب مشہور ہے تو اس تسمیہ کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے مرد و زن چونکہ بالعموم حریص جماع ہوتے ہین اس سبب سے زمانہ سابق مین انکو عروب کہتے ہونگے کثرت استعمال سے (واو) ساقط ہوکر عرب رہ گیا۔

عروب بفتح اول کے لغت مین دو معنی ہین ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی عاشق ہو دوسرے وہ عورت کہ جسکا شوہر اوسی کا عاشق ہو اگرچہ لفظ عرب بفتحتین کہ جسکے معنی نشاط ہین اوس سے بھی اہل عرب کے حریص جماع ہونے اور اس خطاب کے ملنے کی وجہ روشن ہوسکتی ہے لیکن لفظ نشاط مشترک المعنی ہے جس سبب سے ماؤل و محتاج تفسیر ہے اس بنا پر قیاس جلی اس امر کا مقتضی ہے کہ ملک عرب کا ابتدائی نام ملک عروب ہوگا۔

عرب کے بعض اقطاع مثلاً طائف کچھ حصہ یمن و شام وغیرہ سرسبز و شاداب ہین مگر اوس کا حجازی حصہ کہ جسکے باشندون کے کردار و اطوار اور بعض کے انساب کے حالات ہم لکھنے والے ہین وہ نہایت گرم و خشک ہے جس مین پانی جیسی ضروری شئی کمیاب بلکہ بعض مقامات پر نایاب ہے اسی سبب سے اسلام مین قطع نظر عذر کے نایابی آب پر وضو بلکہ غسل واجب کا بدل تیمم مقرر ہوا اور بجائے آب خاک سے ازالہ نجاست مان لیا گیا اور عدم میسری آب کی صورت مین بخوف اہلاک جان تحصیل آب کی خاطر اگر زنا واقع ہوگیا تو معاف کردیا گیا چنانچہ محب طبری نے ذخائر العقبیٰ ذکر رجوع شیخین مین عبدالرحمن سلمی سے روایت کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک نیک بخت بی بی پیاس کی شدت سے بیتاب ہوکر ایک چرواہے سے پانی کی طالب ہوئین تو اوس ظالم نے کہا ہم بستری قبول کرو تو پانی پلاتا ہون (قیاساً اونکی حالت غیر ہوئی جاتی ہوگی بمجبوری و ناچاری) اونھون نے چرواہے کی درخواست قبول کی پس یہہ قصہ شدہ شدہ بارگاہ فاروق تک پہنچا اور مشیران خلافت نے رجم کا مشورہ

دیا لیکن جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک وہ بی بی مجرم نہ تھین رہا کر دی گئین پس عصمت چونکہ اکثر وبیشتر عورتون کو طبعًا مرغوب ہوتی ہے نامیسری آب کی صورت مین اوس ہتک کو عزیز نہین رکھ سکتین ۔

حجاز مین خواہش نفسانی وجوش شہوانی بہ نسبت اور ممالک کے زیادہ ہونے کی کئی سبب معلوم ہوتے ہین اجاز کا گرم وخشک ہونا سو پانی کی قلت سو کھجور۔ شیر شتر۔ گوشت دنبہ۔ روغن زیتون۔ شہد۔ اور بعض مقامات پر مچھلی کا تغذیہ یہہ جملہ اسباب واشیا ازدیاد شہوت کے باعث اور محرک باہ مین اسی باعث سے حجازی شوقین مقاربت اور بار جہندہ کے اجماع کے مفتون تھے اور ایسا ہی ہیجان شہوۃ حجازی عورتون کو تھا کہ نو سالہ لڑکیان قابل ہم بستری سمجھی جاتی تھین اور ساٹھ سالہ ہونے تک بچے جنتی تھین اور بعض اون مین ایسی مفتون جماع تھین کہ خواہش ہم بستری مین اولاد کی جان کی پروا نہ کرتی تھین چنانچہ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے جزو خامس صفحہ ۴۵۲ مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابو طلحہ (یعنی زید بن سہیل شوہر ام سلیم والدہ انس بن مالک) انصاری کا بچہ سخت بیمار تھا وہ مرگیا۔ تو اوسکی مان نے اوسے دوسرے جاے چھپا کر ڈالدیا جب ابو طلحہ نے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے تو مان نے کہا کم اچھا ہے ابو طلحہ اس کنایہ کو نہ سمجھے (اور رات کو بیوی میان سے ہم بستر ہوئین) پھر صبح کو مرغا کھایا کھایا جب وہ باہر جانے لگے تو بیوی نے کہا بچہ مرگیا ہے پس اوس وقت اوسکے دفن کی تیاری ہوئی انتہی محصلاً۔

اخفاء موت ولد

خواہش ہم بستری سے مادر مشفقہ کا بچہ کی موت کا اخفا مفتون جماع ہونکی سچی تصویر ہے۔ چونکہ ایسے قصص و روایات غالبًا علماء شیعہ کو بھی معلوم ہوے ہونگے پس ایسی ہی بنیادون پر اون کے ہان بھی فقہاء نے ہیجان شہوۃ جماع کر قرشیہ کے لئے حیض کی انتہائی مدت ساٹھ سال مقرر کی ہے اور غیر قرشیہ کیلئے پچاس سال پس اسی وفور شہوت کے سبب زمانہ جاہلیت مین نکاح وجماع

کے اقسام کثیر جاری تھے جو فصول آیندہ مین لکھے جاینگے انشاء اللہ تعالی۔

فصل دوم اقسام رسوم نکاح مین

زمانہ جاہلیت مین تعداد ازدواج منکوحہ و ممتوعہ و مدخولہ کی کوئی حد مقرر نہ تھی ریحان شہوۃ سے جو جتنی چاہتا عورتین رکھتا تھا اور امہات جو ترکہ مین آتی تھین وہ مزید بران تھین۔

تلخیص الصحاح ترجمہ تیسیر الوصول جلد ششم کتاب النکاح باب ارکان النکاح کے صفحہ ۲۴۳ مین بحوالہ بخاری و ابوداود جو اقسام نکاح بروایت حضرت عائشہ مروی ہین اون کا خلاصہ یہ ہے۔

عن عروۃ قال اخبرتنی عائشہ ان النکاح کان فی الجاھلیۃ علی اربعۃ انحاء فنکاح منھا نکاح الناس یخطب الرجل الی الرجل ابنتہ او ولیتہ فیصدقھا ثم ینکحھا ونکاح اخر کان الرجل یقول لامرأتہ اذا طھرت من طمثھا ارسلی الی فلان فاستبضعی منہ اصابھا زوجھا اذا احب وانما یفعل ذلک رغبۃ فی نجابۃ الولد فکان یسمی نکاح الاستبضاع ونکاح اخر یجتمع الرھط ما دون العشرۃ فیدخلون علی المراۃ کلھم یصیبونھا فاذا حملت ووضعت مر لیال بعد

عروہ کہتے ہین کہ مینے حضرت عائشہ سے سنا کہ زمانہ جاہلیت مین چار طرح پر نکاح ہوا کرتے تھے ایک قسم کا نکاح یہ ہے جو آج لوگ کرتے ہین کہ ایک مرد دوسرے شخص کو اوسکی بیٹی یا بہن وغیرہ کے نکاح کا پیغام دیتا ہے اور اوسکو مہر دیکر نکاح کرتا ہے دوسری قسم کا نکاح یہ ہے کہ مرد اپنی عورت سے کہتا تھا جب کہ وہ حیض سے پاک ہوتی تھی کہ تو فلان شخص کو بلا بھیج اور اوس سے صحبت کر پس وہ شوہر اوس سے جدا رہتا تھا اور صحبت نہ کرتا تھا یہانتک کہ اوس کا حمل ظاہر ہوتا کہ جس سے شوہر حمل رکھانا چاہتا تھا جب اوس کا حمل ظاہر ہوجاتا تھا تو وہ شوہر بھی جب

رجل منهم ان یمتنع حتی یجتمعو عندها
فتقول لهم قد عرفتم الذی کان
من امرکم وقد ولدت فهو ابنک
یا فلان فلحقه من احبت فلا یستطیع
ان یمتنع ونکاح آخر رابع یجتمع الناس
الناس الکثیر فیدخلون علی المراۃ
فلا یمتنع ممن جاءها وهن البغایا
ینصبن علی ابوابهن الرایات فمن
ارادهن دخل علیهن فاذا حملت
احداهن ووضعت حملها جمعوا
لها ودعوا لها القافة فالحقوا ولدها
بالذی یرون فالتاط به ودعی
ابنه لا یمتنع منه فلما بعث محمد
صلعم هدم نکاح الجاهلیة
کله الا نکاح الناس الیوم اخرجه
البخاری وابوداؤد۔

نکاح اولاد کے شریف ہونیکی غرض سے
کیا جاتا تھا اور اس نکاح کا نام استبضاع
تھا تیسری قسم کا نکاح یہ تھا کہ دس مرد
سے زیادہ جمع ہوتے تھے پھر وہ سب ایک
ہی عورت سے صحبت کیا کرتے اور جب
وہ حاملہ ہوکر بچہ جنتی اور اوسپر چند راتین تو وہ
عورت اون سبکو بلا بھیجتی تو اون مردون مین
سے کوئی غیر حاضر نرہ سکتا تھا پس وہ سب
مرد اوس عورت کے پاس جمع ہوتے
اور وہ اون سے کہتی تھی کہ تم صاحبون نے
جو کچھ کیا ہے اوسکو تم خوب جانتے ہو پس مین
یہ بچہ جنا ہے تو اے فلان یہ تیرا بچہ ہے الغرض
جسکے ساتھ وہ عورت مناسب جانتی نسب
ملادیتی تھی اور جس سے وہ عورت نسب
ملادیا کرتی تھی تو اوس مرد کی مجال نہوتی
تھی کہ اوس بچہ کی ابنیت سے انکار کرسکتا

چوتھی قسم کا نکاح یہ تھا کہ ایک عورت کے پاس بکثرت لوگ جمع ہوتے تھے اور اوس سے
صحبت کیا کرتے تھے اور جو اوسکے پاس جاتا وہ عورت اوس سے انکار نہ کرتی تھی اور
وہ حرام کار عورتین تھین کہ اپنے دروازون پر جھنڈے نصب کیا کرتی تھین پھر وہ
عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو سب مرد اوسکے پاس جمع ہوتے اور قائفون کو بلاتے
پھر جسکے ساتھ وہ قایف مناسب جانتا نسب ملا دیتا تھا اور جس سے قائف نسب
ملا دیتا وہ شخص بچہ کو اپنے گھر لیجاتا اور وہ بچہ اوسی کے نسب سے مشہور ہوتا تھا اور اس

قاعدہ سے کوئی انحراف نہ کرسکتی تھا پس جب آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے تو جاہلیت کے تمام نکاح موقوف ہوگئے مگر جو نکاح کہ آج ہوتا ہے انتہی محصلاً۔

اس حدیث سے انساب عرب کی جو حالت معلوم ہوئی وہ موشگافی کی محتاج نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوا کہ نکاح دوم وسوم وچہارم کا رواج کن کن قبائل وشعوب مین تھا جن مین محصنہ عورتین اپنے ہان کے جائز طریقہ سے باجازت شوہر اجنبی سے اولاد حاصل کرنیکی مجاز تھین اور طہر واحد مین اونکو دس مرد تک حلال تھے پس نہین معلوم ہو سکتا کہ اونکو اور کیکیا انکے اعمال ہونگے۔

پہلی قسم کا نکاح جو اس حدیث مین گذرا اوس مین یہ تفصیل نہین کہ آیا جملہ عرب کا یہ شعار تھا کہ ہر مرد عورت کے باپ بھائی کو پیغام نکاح دیتا تھا یا خاص کابھی یہ طریقہ شرفاء عرب کا تھا یا ارذال کا لیکن تتبع کتب سے پایا جاتا ہے کہ مرد کا عورت کے باپ بھائی کو پیغام نکاح دینے کا رواج بولنج وارذال مین تھا اور شرفاء عرب اپنی بیٹیون کا پیغام نکاح خود لوگون کو دیا کرتے تھے چنانچہ قرۃ العینین کے صفحہ ۱۱۱ مین شاہ ولی اللہ دہلوی نے حضرت عائشہ کے بھانجے عروہ کے غلام حبیب کی یہ

عن حبیب مولی عروۃ قال لما ماتت خدیجۃ حزن علیہا النبی صلعم فاتاہ ابوبکر بعائشۃ فقال یارسول اللہ ھذہ تذھب بعض حزنک وان فی ھذہ اخلقا من خدیجۃ ثم ردھا فکان رسول اللہ صلعم یختلف الی ابی بکر الحدیث اخرجہ الحاکم من طریق محمد بن عمرو عن عائشۃ قالت قدمنا المدینۃ فنزلت مع عیال ابی بکر ونزل الی رسول اللہ

روایت لکھی ہے۔ حبیب کہتے ہین کہ جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو آنحضرت رنجیدہ رہنے لگے۔ حضرت ابوبکر عائشہ کو اپنے ساتھ لیکے اور عرض کیا یارسول اللہ عائشہ سے آپکی دلبستگی ہوگی اور غم کم ہوگا اوسکے بعد ابوبکر عائشہ کو واپس لیگئے اسلئے بعد ازان حضرت ابوبکر کے گھر آنے جانے لگے حاکم نے بسند محمد بن عمرو اور انھون نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انہون نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو اپنے باپ کے

وهو يومئذ يبني المسجد وابياتنا
حول المسجد فانزل فيها اهله ومكثنا
اياما في منزل ابي بكر قال يا رسول
الله ما يمنعك ان تبني باهلك
فقال رسول الله الصداق فاعطاه
ابو بكر اثنتي عشر اوقية ونشا فبعث
رسول الله الينا وبنى بي رسول
الله في بيتي هذا الذي انا فيه۔

ہان رہے اوس زمانہ مین آنحضرت مسجد بنوا
رہے تھے ہم لوگون کے گھر مسجد کے گرد تھے
جس مین ابوبکر ٹھہرے تھے چند روز ہم
اوس مکان مین رہے تھے کہ میرے باپ
نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنی زوجہ
کا زفاف کیون نہین فرماتے آنحضرت نے
فرمایا مہر کا روپیہ نہین ہے پس میرے باپ
نے بارہ اوقیہ (سونا یا چاندی) پیش کی اسکے
بعد آنحضرت نے اسی مکان مین مجھسے ہم بستری کی کہ جس مین ہم اب ہین انتہی مخلصاً۔

درخواست نکاح کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شرفاء عرب زفاف کی درخواست بھی کرتے تھے اور جو دولہ کے پاس اداے مہر کا روپیہ نہوتا تھا تو دولہن کا باپ روپیہ دیکر زفاف کرا لیتا تھا بعض روایات مین ہے کہ ام رومان والدہ حضرت عائشہ نے کھیرے اور خرمے کھلا کھلا کر جلد تیار کر کے قابل ہم بستری کر دیا تھا میزان الاعتدال ذہبی اور مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق دہلوی کے صفحہ ۱۹۰ مین ہے کہ ام رومان نے حضرت عائشہ کا منہ ہاتھ دھلا کر آنحضرت کی گود مین لا بٹھایا اور وہین ہم بستری ہوئی انتہی۔

ہمارے نزدیک اوس زمانہ کے شرفاء عرب ضرور ایسا کرتے ہونگے جو حضرت ابوبکر نے کیا یا بجہت اخلاص و محبت جناب موصوف نے ایسا کیا جس سے شان اسلام ظاہر ہوتی ہے اور ایسا ہی حضرت فاروق نے اپنے داماد خنیس بن حذافہ کے مرنے کے بعد حضرت ابوبکر کو حفصہ کا پیغام نکاح دیا اور جب انھون نے قبول نہ کیا تو حضرت فاروق کو اس انکار کا صدمہ عظیم ہوا اور اوسکے بعد حضرت عثمان سے حفصہ سے نکاح کرنیکی درخواست کی تو اونھون نے بھی انکار کیا اوس کے بعد آنحضرت سے درخواست کی اور آپنے حضرت حفصہ سے نکاح فرمایا (دیکھو صحیحین وغیرہ)

حضرت حفصہ عمر کی — اعتراضات نمبر

حضرت فاروق کی پوتی حضرت بنت عاصم بن عبداللہ عمر کا نکاح جو ابراہیم بن نعیم سے ہوا تو وہ صاحبزادی کے واقعہ سے بزرگی آزادی سے ہوا چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ ابن مصعب بن زبیر سے روایت ہے کہ عاصم موصوف ایک دن ابراہیم مذکور کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیٹی ام عاصم و حفصہ کو پیش کیا اور فرمایا ان دو مین سے جو پسند ہو اوس سے نکاح کر لے ابراہیم نے حفصہ کو پسند کیا عاصم نے اوسی سے ابراہیم کا نکاح کر دیا چونکہ حضرت شیخین کی شرافت اور اونکے عالی حسب و نسب ہونیکے گواہ الفاروق شبلی و ازالۃ الخفا جیسے ہین اس سبب سے یقین ہے کہ اور شرفاء قریش کے ہان بھی شاید ایسا ہی چلن ہو . اور حضرات شیعہ جو عداوت سے فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر غلامون کے خاندان سے تھے کیونکہ تیمی تھے اور تیم کے معنی غلام کے ہین (دیکھو صراح) اور حدیث ابوذرع مندرجہ صحیحین سے انکا ذلیل پیشہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور بقول ابوسفیان مندرجہ بخاری حضرت ابوبکر ذلیل لوگون سے تھے اور شیخ ابوجعفر اسکافی معتزلی نے کہا کہ

ان اصحاب السیرۃ ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئا وانہ کان اجیرا لابن جدعان علی مایدۃ یطرد عنہا الذباب .

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے باپ کو کچھ نہ دیتے تھے اور وہ عبداللہ ابن جدعان کے دسترخوان کے اجارہ دار تھے کہ مکھیان اوڑایا کرتے تھے . ان وجوہ سے شریف نہین معلوم ہوتے . اور اسی طرح حضرت فاروق رذیل پیشہ تھے کہ بچپن مین اونٹ چراتے اور اپنے باپ کے ساتھ لکڑیان پہاڑ سے کاٹ لاکر بیچتے اور کچھ دنون گدھے بیچتے رہے اور کچھ دن حضرت خالد کے باپ کے ہان حمالی اور چوکیداری پر مامور رہے جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا پس ان واقعات سے یہ بھی شریف نہین تھے پس ان لوگون نے سلطنت پیغمبر مین حصہ دار ہونیکی نیت سے اپنی بیٹیون کو خود درخواست کر کے نکاح مین دیا اور خلافت کیلئے خود دھڑا کیا یہ اسلیئے کہ سردار بنے کی خلوت نصیحۃ کے بعد پیدا ہوتا ہے لیکن ہمارے

نزدیک حضرات شیعہ کی ایسی باتین محض عناد کے سبب سے ہین جو قابل قبول نہین صحیحین اور مسندات وسنن وغیرہ مین ایسے قصص اور عورتون سے بھی ہین کہ بعض عورتین خود آنحضرت سے درخواست نکاح کرتی تھین اور آپ اونکے جواب مین فرماتے تھے کہ مجھے ضرورت نہین ما لی الیوم۔ (مشارق الانوار حسن صغانی) پس معلوم ہوا کہ بعض قبائل عرب مین ایسا ہی دستور ہوگا کہ مرد عورت کے باپ بھائی کو پیغام نکاح دیتے ہونگے مگر شرفاء عرب خود اپنی بیٹیون کی طرف سے درخواست نکاح کرتے ہونگے۔

دوسری قسم استبضاع۔ اس نکاح کی رسم خاندان معاویہ مین پائی جاتی ہے چنانچہ حاشیہ مستطرف مسمی بہ ثمرۃ الاوراق کے صفحہ ۲۸۴ مین جناب امام حسن مجتبی علیہ السلام کے جو اعتراضات عتبہ برادر معاویہ پر ہین اون مین سے ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ

وما انت یا عتبۃ فکیف تعد احدا بالقتل لو لا قتلت الذی وجدتہ فی فراشک مضاجعا لزوجتک ثم امسکتہا بعد ان بغت.

کہ اے عتبہ تو کیسے قتل کی جرأت کیونکر کرسکتا ہے (اس غیرت پر) کہ تو نے اوس شخص کو دیکھا تھا جو تیری جورو سے تیری ہی بستر پر بدفعلی کررہا تھا پس تو نے اوسکو قتل کیون نہ کیا بلکہ (اس دیکھنے پر تو نے) اوس جورو کو گھر سے بھی نہ نکالا انتہی محصلاً

اگرچہ اس سند مین نکاح استبضاع کا لفظ نہین ہے مگر حدیث مذکور کے قاعدہ استبضاع سے یہان وہی آثار پائے جاتے ہین کہ عتبہ جیسا جری شخص اپنی زوجہ کو مرد اجنبی سے ملوث دیکھکر خاموش رہ گیا یہانتک کہ نہ اوس اجنبی کی تنبیہ کی اور نہ اوس جورو کو گھر سے نکالا۔

اسی طرح جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی استبضاع کرنا پایا جاتا ہے شیخ شہاب الدین الشی کی مستطرف

استبضاع عتبہ

ولما دخل الفيل دمشق واجتمع
الناس لرويته صعد معاويه في
مكان مرتفع ينظر اليه فبينما هو
كذلك اذ نظر في بعض الحجر من
قصره رجلا مع بعض حرمه خاليا في
الحجرة ودق الباب فلم يكن من
فتحه بد فوقعت عينيه على الرجل
فقال له يا هذا في قصري وتحت
جناحي تهتك حرمتي وانت في
قبضتي ما حملك على هذا قال
حلمك اوقعني فقال له معاويه
فان عفوت تسترها علي فقال
نعم فعفى عنه وخلى سبيله ۔

کہ جب شہر دمشق مین ہاتی آیا تو لوگ جمع
ہوگئے جناب معاویہ ایک بلندی پر چڑھ گئے
کہ اچھی طرح نظر آوے وہان یہ تماشا بھی دیکھا
کہ ایک شخص انکی حرم محترم سے بدفعلی مین
مشغول ہے معاویہ نے فوراً گھر پہنچکر دق
الباب کیا دروازہ نہ کھلا (جب کھلا) تب
اجنبی سے معاویہ نے کہا کہ یار ہمارے ہی
گھر مین ہماری بےحرمتی کرتا ہے حالانکہ تو اس
وقت ہمارے قبضہ مین ہے اوسنے کہا کہ
تیرے حلم وتحمل نے یہ جرأت دلائی معاویہ نے
کہا اچھا اگر تیرا یہ قصور معاف کیا جائے
تو تو کسی سے یہ راز تو نہ کہیگا اوسنے کہا کہ
کیا مجال پس معاویہ نے اوسکا یہ قصور معاف

کیا اور اوسکا رستہ چھوڑ دیا۔ انتہی محصلاً اس سند مین بھی استبضاع کا لفظ نہین لیکن ضمناً قواعد اوسکے پائے جاتے ہین فرق اسقدر ہے کہ عتبہ نے اپنی زوجہ کو قبل واقعہ مذکور نکاح استبضاع کی اجازت دے رکھی ہوگی اور جناب معاویہ نے مرد شریف کے قایل معقول کرنیکے بعد نکاح استبضاع کی نیت کرلی ہوگی۔

تیسری قسم نکاح عشو اسکی نظیر عرب مین نہین ملتی ہان ہندو دہرم مین نیوگ اسکی مثال ہے۔ نیوگ یہ ہے کہ بیوہ ہو یا شوہر والی اوسکو دس مردون تک سے اولاد حاصل کرنے کا حق حاصل ہے مگر شوہر والی عورت کیلئے یہ حکم ہے کہ اگر خاوند دور مقام پر یا کسی طرح بیکار ہوگیا ہو تو دس مردون تک سے باجازت شوہر اولاد حاصل کرسکتی ہے چنانچہ ستیارتھ پرکاش مین نکاح نیوگ کا مسئلہ بطور قانون درج ہے اور ... صفحہ ۱۲۲ مین ہے کہ ...

نکاح جماعہ و خدن و بدل

پانڈو کی اجازت سے تین مختلف رشیون سے ذریعہ نیوگ اولاد حاصل کی تھی بلکہ راجہ پانڈو خود نیوگ سے پیدا ہوئے تھے اور اسی طرح راجہ دھرترشٹر نیوگ کی اولاد تھے اور راجہ بلی کی اجازت سے اون کی رانی سہو دیشیا نے پانچ فرزند نیوگ سے جنے تھے اور راجہ سوداس کی رانی پدمنی نے اپنے راجہ کے حکم سے وشسٹ جی کے ساتھ نیوگ کیا تھا اور راجہ کلماسی پاد کی رانی باؤنی نے راجہ کی اجازت سے بذریعہ نیوگ اولاد حاصل کی تھی اور راجہ اتھت رشی کی رانی ممتا اور راجہ اولک کی رانی نے نیوگ سے اولاد حاصل کی تھی (اخبار البشیر نمبر ۴۲ جلد ۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

چوتھی قسم کے نکاح کی بھی کوئی نظیر نہیں میسر آئی۔

ان چار نکاحون کے علاوہ بھی اقسام نکاح تھے چنانچہ کتاب رسوم جاہلیہ مین لکھا ہے (۱) نکاح جماعۃ تھا جس مین صرف پانچ مرد ایک عورت سے نکاح کیا کرتے تھے ایسے نکاح کی مثال مین سماۃ نابغہ ام عمرو عاص بن وائل ہے جس سے عمرو عاص پیدا ہوئے جسکے اسناد حصہ دوم مین لکھے جائینگے انشاء اللہ تعالی (۲) نکاح الخدن تھا جسکی ممانعت پانچوین پارہ مین ہے ولا متخذات اخدان یعنی چھپوان یاری کرنے والیون سے نکاح نہ کرو فتح الباری وغیرہ مین ہے کہ اس نکاح کی رسم اسی وجہ سے تھی کہ عرب اس نکاح کو مبارک اور نکاح معروف کو منحوس جانتے تھے (۳) نکاح البدل تھا یعنی ایک شخص اپنی منکوحہ کو برضا و رغبت دوسرے کی منکوحہ سے بتراضی طرفین تبادلہ کر لیا کرتے تھے چنانچہ شبلی نعمانی نے الکلام مین اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۵۰ مین اس قسم کے نکاحون کا ذکر داؤدی سے روایت کیا ہے اور استیعاب ابن عبد البر جلد ثانی صفحہ ۵۲۳ مین

جاء عیینہ بن حصین الی النبی صلعم وعندہ عائشہ فقال من ھذہ و ذلک قبل ان ینزل الحجاب فقال ھذہ

عیینہ بن حصین کی روایت ہے کہ وہ ان حضرت کی خدمت مین قبل نزول آیہ حجاب حاضر ہوا اور آنحضرت کے پاس حضرت

قال افلا انزل لك عن ام البنين
فتنكحها فغضبت عائشہ رضی اللہ
عنہا وقالت من هذا فقال
رسول الله هذا احمق مطاع یعنی
فی قومہ وفی غیر هذه الروایة
فی هذا الخبر انہ دخل علی رسول
الله بغیر اذن فقال لہ رسول
الله واین الاذن فقال ما استاذنت
علی احد من مضر وكانت عائشة
مع النبی جالسة فقال من هذه
الحمیرا فقال ام المومنین فقال افلا
انزل لك عن اجمل منها فقالت
عائشہ من هذا فقال هذا احمق
مطاع وهو علی ما تری سید قومہ

عائشہ بیٹھی تھین عیینہ نے پوچھا یہ عورت
کون ہے اور کیا ہم اپنی جورو ام البنین کو
اس سے نہ بدل لین اور آپ اوس سے
نکاح کر لین پس عائشہ بگڑ گئین اور پوچھا یہ
کون ہے آنحضرت نے فرمایا یہ احمق اپنی قوم
کا سردار ہے اور دوسری روایت مین
ہے کہ عیینہ بغیر اذن محل رسول مین داخل
ہوا آنحضرت نے فرمایا تونے اجازت کیون
نہ طلب کی عیینہ نے کہا کہ مین قبیلہ مضر کے
کسی گھر مین اجازت نہین لیا کرتا اور حضرت
عائشہ آنحضرت کے پاس بیٹھی تھین عیینہ
نے پوچھا کہ یہ گوری چٹی عورت کون ہے
کیا اس سے ہم اپنی عورت کو نہ بدل لین
کہ وہ اس سے بہت زیادہ حسین ہے

عائشہ نے پوچھا یہ کون ہے آنحضرت نے فرمایا یہ بیوقوف اپنی قوم کا سردار ہے۔
انتہی محصلاً۔

(۴) نکاح عاریت تھا یعنی ایک شخص اپنی ازواج سے کسی دوست کو مدت
معہود کیلئے بعاریت دیتا تھا کہ وہ دوست مدۃ معہود تک اوس عورت کو اپنے
تصرف مین لائے چنانچہ سعد بن ربیع انصاری کہ جن سے آنحضرت نے بعد
ہجرت عبد الرحمن بن عوف کا بھائی چارا کرایا تھا انھون نے اپنی ایک زوجہ
عبد الرحمن موصوف کو دینی چاہی تھی لیکن انھون نے اس تواضع کو قبول
نہین کیا فتح الباری وغیرہ۔
(۵) نکاح شغار تھا یعنی ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے شخص

کی بیٹی یا بہن کے معاوضہ مین کر دیتا تھا اور معاوضہ مین نہ پاتا تھا اور نکاح بدل وغیرہ
نکاح مقت تھا یعنی اپنے باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے باپ کی جورو سے نکاح کر لیا
کرتا تھا جسکی ممانعت مین آیہ سورۂ نسار مقتاً وساء سبیلا نازل ہوا یعنی باپ کی جورون
سے نکاح برا طریقہ ہے اور اسی سورہ مین دوسرا حکم ممانعت نکاح مقت ولا تنکحوا ما نکح
اباءکم نازل ہوا۔ حجاز مین اس نکاح کی بہت رسم تھی بہت سے خاندان حجازی اس رسم
کے پابند تھے جسکا مفصل حال حصہ دوم باب اول سے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ جو اولاد امہات و اخوات کے بطن سے ہوتی تھی وہ ضیزن کہلاتی تھی
(ح) نکاح متعہ تھا کہ حاجتمند لوگ دو چار دن یا زیادہ دنوں کیلئے کر لیا کرتے
تھے بلکہ بعض شریف خاندانوں مین بھی اسکا رواج تھا چنانچہ تاریخ طبری مین ہے کہ حضرت
زبیر بن العوام نے اسما بنت ابوبکر صدیق سے متعہ کیا تھا اور اونکے بطن سے عبد اللہ
تزوج زبیر اسماء بنکاح المتعة - بن زبیر ہجرت کے پہلے سال مین مولود اول تھے
اس واقعہ کی تفصیل تاریخ مذکور مین حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ یہ کہ ابن
عباس حلت متعہ کا فتوی دیا کرتے تھے اور ابن زبیر حرمت متعہ کا۔ ایک دن ابن عباس
خلافت ابن زبیر مین اونکے پاس گئے جبکہ وہ نابینا ہو گئے تھے تو ابن عباس کو آتا دیکھکر
جاءنا اعمی قلبه یحل المتعة وهی ابن زبیر نے باواز بلند کہا یہ اندھا جو آتا ہے
الزناء محض - خدا نے جسکا دل اندھا کیا ہے یہ متعہ کو حلال
کہتا ہے جو زنا محض ہے پس ابن عباس یہ طعن سنکر دین بیٹھ گئے اور دونون نے
اون کی تعظیم کی اوس وقت اونھون نے کہا بیشک خدا نے ہماری بینائی کو اور
ان اللہ سلب ابصارنا وسلب عقولکم تمہاری عقلون کو سلب کیا ہے خدا کی قسم بے
واللہ لقد انزلت المتعة فی کتاب شک قرآن مین اجازت متعہ نازل ہوئی اور
اللہ وعمل بها علی عهد رسول اللہ آنحضرت کے بعد دوسرا رسول نہین آیا جو
ولم ینهی عنها ولم یات بعده رسول متعہ کو حرام کرتا اور ہمارے دعوی کی دلیل
یحرمها والدلیل علی ذلك قول عمر عمر کا وہ قول ہے جو اونسے کہا کہ زمانہ رسول

متعتان كانتا في عهد رسول الله
محللتين وانا احرمهما واعاقب
عليهما فقبلنا شهادته ولا نقبل تحريمه
يا عبد الله وانت من متعة فاسئل
امك عن بردي عوسجه ـ

دو متعے مجھے جنکو مین حرام کرتا ہون اور جو کوئی
اب متعہ کریگا مین اوس کو عذاب دونگا پس
ہم نے عمر کی حلت متعہ کی شہادت کو
قبول کیا اور اوسکے حرام کرنے کو قبول نہین
کیا اے عبد اللہ تو متعہ سے پیدا ہوا ہے پس
اپنی ماں سے عوسجہ کی چادرون والا معاملہ پوچھے انتہی محصلاً پس حضرت عبد اللہ بن
زبیر یہ سنکر آگ بگولا ہو گئے اور کنارے ہوتے اپنی ماں کے پاس آئے اور کہا اخبرینی
عن بردی عوسجہ یعنی مجھے عوسجہ کی چادرون والا معاملا بتا ورنہ تجھے مار ڈالونگا ـ
اسما نے کہا ذرا دم لے مین بتاتی ہون وہ معاملہ یہ ہے کہ

ان اباك كان مع رسول الله وقد
اهدى له رجل يقال له عوسجه بردين
فاعطيهما لابيك فنعم بهما فعلقت
بك وانك من متعة ـ

تیرا باپ رسول خدا کے ساتھ تھا پس عوسجہ نام
نے دو چادرین بطور ہدیہ آنحضرت کی نذر کین
اور آنحضرت نے وہ دونون چادرین تیرے
باپ کو دین اور تیرے باپ نے اون چادرون
کی عوض مجھ سے متعہ کیا مجھے تیرا حمل رہ گیا اور تو متعہ سے پیدا ہوا انتہی محصلاً ـ
اس قصہ کی تصدیق شرح مسلم نووی کتاب النکاح مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۵۲ ہم سے

فقال (ابن الزبير) ان ناسا اعمى الله
قلوبهم كما اعمى ابصارهم يفتون
المتعة تعرض برجل يعنى ابن
عباس قال النووى فناداه فقال
انك لجلف الجاف ـ

بھی ہوتی ہے کہ ابن زبیر نے تعریضاً کہا کہ کچھ
لوگ ہین کہ اللہ نے اونکے دل کو اندھا کیا ہے
جیسے کہ اون کی آنکھین اندھی ہین وہ متعہ
کی حلت کا فتوی دیتے ہین پس ابن عباس
نے للکار کر کہا تو بیشک جفا کا بچہ یعنی ولد
المتعہ ہے انتہی محصلاً ـ

موطا امام مالک مین ہے ـ

ان خولة بنت الحكيم دخلت على عمر | کہ حضرت خولہ بنت الحکیم حضرت عمر کے پاس

بن الخطاب فقالت ان ربیعہ ابن امیہ استمتع بامرۃ مولدۃ فحملت الخ کہتین اور کہا کہ ربیعہ ابن امیہ نے ایک مولدہ یعنی غیر عرب زاد عورت سے متعہ کیا ہے اور وہ حاملہ ہے پس حضرت عمر ناراض ہو کر نکلے اور فرمایا کہ اگر مینے حرمت متعہ کا پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو اس عورت کا رجم کرتا انتہی محصلاً۔

شبہ عقد الفرید جلد دوم صفحہ (۲۵۵ / ۱۰) مین ہے اول عجمر سطع فی المتعۃ عجمر آل زبیر یعنی سب سے پہلے متعہ کی مجمر جو روشن ہوئی وہ آل زبیر کی مجمر تھی۔
اس سے ہمارے بعض معاصرین سمجھے ہین کہ دنیا مین سب سے پہلے متعہ حضرت زبیر نے اسماء بنت ابوبکر صدیق سے کیا یہ بالکل غلط ہے بلکہ قدیم سے اسکا رواج عرب مین تھا خدا جانے ہمارے ابن عوام سے کتنے سال پہلے وہ زبیر ہوگا کہ جسنے دنیا مین سب سے پہلے متعہ کی رسم نکالی اور بعض معاندین کا جو یہ خیال ہے کہ ذلیل و مفلس لوگ متعہ کیا کرتے تھے تو یہ بھی غلط ہے بلکہ حضرت ابوبکر شرفاء عرب سے مشہور تھے اور محتاج بھی نہ تھے چنانچہ اپنی بیٹی عائشہ کے زفاف کیلئے اپنے پاس سے بارہ اوقیہ چاندی یا سونا نذر کیا جیسا کہ ہم لکھ چکے ہین دوم تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۳۲۶ مین ہے۔
و روی ان ابا بکر حین خرج الی الغار کہ جب حضرت ابوبکر غار کی طرف چلے ہین تو اپنا احتمل مالہ کلہ و کان خمسۃ سب مال لے لیا تھا اور وہ مالدار تھے اور الاف درھم او ستۃ الاف درھم سب مال اون کا پانچ ہزار درہم تھا یا چھ ہزار درہم انتہی محصلاً۔
اور بعض کتب مین بارہ ہزار درہم کا مال سفر ہجرت مین انکے ساتھ ہونا لکھا ہے۔
سوم اس مال کے علاوہ آنحضرت پر ایک شتر کا قرضہ تھا جو نو سو درہم کو آنحضرت نے سفر ہجرت کیلئے خرید اتھا جس مین حضرت ابوبکر کو چھ سو اور بقولے سات سو کا فائدہ تھا۔
(مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق دہلوی جلد ۲ صفحہ ۸۹) چونکہ بنت ابی بکر صدیق نے اوائل زمانہ ہجرت مین ہی متعہ کیا تھا کہ جن دنون آپکے باپ مالدار تھے اس سبب سے اسماء کا متعہ کرنا حضرت ابوبکر کے افلاس کی دلیل نہین ہو سکتا بلکہ بطور رسم و رواج ہوا ہوگا واللہ اعلم۔

۹ شبہ ہونکا ... دعویٰ اسلام مین سب سے پہلے یہ متعہ ہوا اذ بیٹر؟

فیصلہ منجانب نعت ب متعہ

بعض احادیث صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے خود متعہ کو حرام فرمایا اور
بعض احادیث صحاح دیگر سے ثابت ہو کہ حضرت عمر نے اپنے اقتدار خلافت سے بمصلحت
خلق اللہ اسکو موقوف فرمایا۔ اس آخری شق کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ کسی شئی
کی حلت و حرمت کا اقتدار خدا و رسول کو ہے لیکن خلاف حکم قرآن و حدیث حضرت عمر نے
یہ کیون کہا کہ مین حرام کرتا ہون اور جو بالفرض اونکو معلوم تھا کہ رسول خدا نے متعہ کو حرام
کر دیا ہے تو انا احرمہما کہنے کی کیا ضرورت تھی اور جبکہ زمانہ حیات فاروقی ہی مین منع
متعہ پر اعتراض کیا گیا تو اوس وقت تو کہدیتے کہ یہ امتناع رسول خدا کی طرف سے
ہے میری طرف سے نہین مگر اوس وقت بھی اسکا اظہار نہ کیا جس سے بخوبی ثابت ہوگیا
کہ رسول خدا نے متعہ کو حرام نہین فرمایا دوم ابن عباس تخمیناً ۷۰ ہجری تک زندہ رہے
اور برابر حلت متعہ کا فتوی دیتے رہے حالانکہ عبد اللہ ابن زبیر خلیفہ وقت اس فتوی سے
ناراض تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے سوم جناب امیر علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اگر
لولا ان عمر نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقی (ترجمہ) عمر متعہ کو منع نہ کرتے تو کوئی زنا نہ کرتا مگر بدبخت
اس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر بھی متعہ کو اپنے زمانہ خلافت مین حلال جانتے تھے
اور سیوطی نے بھی تاریخ الخلفا مین منع کو اولیات عمر مین لکھا ہے پس متعہ کے مختلف
فیہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند کو ہر زمانہ مین متعہ جائز ہے اور یہ بھی ارشاد
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے چنانچہ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
مقصد دوم کلمات عمر صفحہ ۲۰۵ مین عمران بن سواد لیثی سے روایت ہے جسکا مطلب
بقدر ضرورت یہ ہے کہ عمران کہتے ہین کہ مین بہت صبح حضرت عمر کے پاس گیا جب وہ بعد
نماز صبح اپنے گھر گئے تو مجھے بھی اندر آنیکی اجازت دی۔ مینے کہا تمھاری رعیت نے تیر
چار عیب لگائے ہین عمر نے کہا وہ کیا ہے مینے کہا کہ آپنے زمانہ حج مین تمتع کو حرام کیا حالانکہ
وہ زمانہ پیغمبر اور زمانہ ابو بکر مین حلال تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ جب ایام حج مین

عمرہ کر لیتے ہو تو وسلموٗ حج کو قائمقام سمجھ لیتے ہو اس فعل سے تمہارا حج بیکار ہو جاتا ہے اور
حج کے ایام میں مکہ معظمہ خالی رہتا ہے حالانکہ حج رونق ہے خدا کی رونقوں میں سے پس
تمتع کے منع کرنے میں میں صواب پر ہوں عمران نے کہا کہ دوسری شکایت یہ ہے کہ
قال وذکروا انک حرمت متعة النسا آپنے عورتوں سے متعہ کرنیکو حرام فرمایا ہے
وقد کانت رخصة من الله نستمتع بقبضة حالانکہ خدا کی طرف سے ہمکو اجازت ملی
ونفارق عن ثلث قال ان رسول تھی کہ ایک مٹھی (آٹے یا کھجور کے) عوض
الله صلعم احلها فی زمان ضرورة میں عورت سے فائدہ اوٹھاتے تھے اور
ثم رجع الناس الی السعة ثم لم اعلم تین دن کے بعد الگ ہو جاتے تھے حضرت
احدا من المسلمین عاد الیها او لاعمل عمر نے فرمایا کہ بیشک آنحضرت نے ضرورت
بها فالان من شاء نکح بها بقبضة و کے وقت متعہ کو حلال کیا تھا اور آب لوگ
فارق عن ثلث بطلاق وقد اصبت۔ الدار ہیں اور مالدار ہونیکے بعد پھر کسی مسلمان
الخ یا صحابی نے متعہ کرنیکی رغبت نہیں کی اور
نہ عمل کیا پس اب جسکا جی چاہے ایک مٹھی بھر پر متعہ کرے اور تین دن کے بعد طلاق دیکر
علحدہ ہو جاوے اور اس میں بھی میری رائے صواب پر ہے انتہی محصلاً۔

پس ہمارے نزدیک شیعہ وسنی دونوں برادر حضرت فاروق کی اسی رائے زرین
کے مطابق متعہ کی حرمت کو سمجھیں اور جنگ ملت کا خاتمہ فرمائیں تو احسان وکرم ہے
اور غور فرمائیں کہ جب نکاح دائمی میں بھی طلاق بضرورت جائز ہے جو مفارقت دائمی
ہے تو اگر متعہ میں مفارقت واقع ہوئی تو کونسا غضب ہو گیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ شیعہ
کے ہاں زمانہ متعہ کی اولاد محروم ارث نہیں ہے اور جیسے مزنیہ سے نکاح جائز نہیں ویسے
ہی مزنیہ سے متعہ بھی جائز نہیں ہے اور نہ بغیر عدہ یک طہر ممتوعہ غیر سے متعہ ہو سکتا ہے
فافہم۔

الغرض یہ گیارہ قسم کے نکاح تھے جو عورتوں سے کئے جاتے تھے جن سے آج شیعہ
انذر اباؤهم فهم غافلون کی صداقت ثابت ہے لیکن بعض شرفاء حجاز نکاح معروف

کے سوا آزاد یا مملوکہ عورتون سے ہرگز نہ کرتے تھے چنانچہ آنحضرت اور تمام بنی ہاشم مین کسی امام تک نے نکاح استبضاع ۔ جماعة ۔ عاریت ۔ بدل ۔ شغار ۔ مقت ۔ خدان ۔ عشرہ ۔ خمسہ ۔ متعہ نہین کیا اور بعض ائمہ اثنا عشر کی نسبت جو متعہ کرنیکی بعض روایات کتب شیعہ مین ہین وہ محض لغو اور موضوعہ عوام ہین ۔

فصل سوم اقسام جماع خانہ ساز مین

اعضاء جماع کے وسط مین ہونے سے قدرت کا منشا یہ ہے کہ وہ فعل بھی باعتدال ہو لیکن جہان جہل ہوتا ہے وہان قدرت کے ایسے بدیہی نکات پر بھی نظر نہین پڑتی ۔ بلکہ برخلاف ایماے قدرت وفطرت ان اعضا کا استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ جہلاے عرب ایسے ایسے اقسام جماع کے عادی تھے جن سے انکا جہل ثابت ہوتا ہے ازانجملہ (۱) جماع بہ ترکیب معروف کے علاوہ (۲) وطی فی الدبر نسوان تھا ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ مین حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت فاروق نے آنحضرت سے عرض کیا کہ رات مینے اپنی سواری کو اوندھا کردیا تھا انتہی رسوم جاہلیہ کے صفحہ ۱۴۳ مین بحوالہ تفسیر ابن جریر شاگرد امام شافعی لکھا ہے کہ جہلاے عرب حالت حیض مین اپنی عورتون سے لواطت کیا کرتے تھے اس فعل کی ممانعت مین یہ آیہ نازل ہوا ۔

فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن (سیقول) کہ اپنی عورتون سے جماع نکرو جبتک وہ حیض سے پاک نہو جاوین اور پھر اوسکی ممانعت کی صراحت آیہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (سیقول) سے کی گئی ان ہی ارشادات کے بموجب آنحضرت نے فرمایا ۔

وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال من اتی حائضا فی فرجھا او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد بری مما نزل جو شخص حالت حیض مین جماع کرے یا عورت کی دبر مین یا کاہن (نجومی) کے پاس جاوے تو وہ بیزار ہوگیا ہے اوس چیز سے جو محمد

علی محمد صلعم (تلخیص جلد چہارم صفحہ ۹۰) پر نازل ہوا یعنی قرآن مجید سے انتہی محصلاً۔

تبصرہ در اباحت وطی فی الدبر

اس مسئلہ مین علماء اہلسنت کا آپس مین اختلاف ہے اسی طرح علماء کا بھی دونون گروہ کے بعض بعض علماء متقدمین اس فعل کی حلت کے قائل گذرے ہین لیکن دونون گروہ کے علماء اکثر اسکی حرمت کے قائل ہین جو لوگ اسکی حلت کے قائل ہین اونکی تاویل علیل یہ ہے کہ آیہ نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم مین حرف (انی) ظرف مکان ہے جس سے آیہ موصوف کے یہ معنی ہوئے کہ عورتین تمہاری کھیتیان ہین جدہر سے چاہو جماع کرو خواہ دبر مین خواہ قبل مین اور جو گروہ اسکی حرمت کا قائل ہے وہ کہتا ہے کہ آیہ موصوف مین (انی) ظرف زمانی ہے یعنی صبح و شام جب چاہو عورتون کے پاس جاؤ سوائے ایام حیض وصوم رمضان کے چونکہ عورت کے حرث فرمانے سے نفع اولاد مقصود ہے اسلئے یہان (انی) ظرف زمانی درست ہے اور یہ رخصت مقید بہ قبل ہے چونکہ صیام مین رات کو بھی عورتون کے پاس جانیکا حکم نہ تھا اور جب بعض صحابہ مثل حضرت فاروق وکعب بن مالک وغیرہ خیانت کرنے لگے جیسا کہ فتح الباری کتاب التفسیر تحت آیہ تختانون انفسکم ہے تو غالبًا اوسی بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی ہوگی جسکے سبب ماہ صیام مین راتون کو عورتون کے پاس جانیکی اجازت ہوگئی اور وطی فی الدبر کی ممانعت آیہ فاذا تطہرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ سے بھی ثابت ہے۔

جن جن علماء اہلسنت کے نزدیک وطی فی الدبر نسوان حلال ہے اون کے نزدیک اباحت کے اسناد مندرجہ ذیل ہین فتح الباری کتاب التفسیر صفحہ ۱۳ مین ہے

قال ابن عمر انما نزلت علی رسول اللہ نساء کم حرث لکم رخصۃ فی الدبر	ابن عمر نے فرمایا بیشک آنحضرت پر لواطت نساء کی اباحت مین آیہ نساء کم حرث لکم نازل ہوا انتہی

لہ پس جب عورتین پاک ہوجائین تو جدہر سے خدا نے حکم دیا ہے اونکے پاس آؤ

تصفیہ حلت وطی فی الدبر

اباحت وطی فی الدبر

تفسیر کبیر فخر رازی میں ہے۔ اکثر علما کی یہ رائے ہے کہ بیشک اس آیہ سے مراد
یہ ہے کہ مرد کو اختیار دیا گیا ہے اس باب الاکثر العلماء ان المراد من الآیۃ ان خیر بین
میں خواہ سامنے سے قبل میں مقاربت ان یاتیہا من قبلہا وبین یاتیہا من
کرے یا پیچھے سے اور یہ بھی اونکا قول ہے دبرہا فی قبلہا فقولہ ان شئتم محمول
کہ قول خدا دونوں پر محتمل ہے یعنی وطی علی ذلک ونقل نافع عن ابن عمر انہ
فی القبل و وطی فی الدبر اور نافع کی ابن کان یقول المراد من الآیۃ تجویز
عمر سے روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے ایتان النساء فی ادبارہن۔
کہ اس آیہ سے مراد خدا اجازت لواطت نساء ہے انتہی محصلاً ارشاد الساری شرح
صحیح بخاری میں قسطلانی نے لکھا ہے کہ وطی فی الدبر کی اباحت جماعت سلف یعنی
جماعت صحابہ سے بنا بر احادیث و ظاہر آیہ وقد نقل اباحۃ ذلک عن جماعۃ
نساء کم حرث لکم سے منقول ہے اور من السلف بحسب الاحادیث وبظاہر
ابن شعبان نے قول اباحت کو بکثرت الآیۃ ونسبہ ابن شعبان الی کثیر من
صحابہ و تابعین سے منسوب کیا ہے یعنی وہ الصحابۃ والتابعین وامام الائمۃ مالک
سب وطی فی الدبر نسوان کی اباحت کے فی روایات کثیرۃ۔
قائل تھے اور امام مالک نے بھی اسکی اباحت کو روایات کثیرہ میں تسلیم کیا ہے انتہی محصلاً
درمنثور سیوطی میں ہے۔ دار قطنی نے امام مالک کی روایات عجیب میں یہ بھی روایت
کی ہے جو کہ ابی بشر دولابی کی سند سے مروی واخرج الدار قطنی فی غرائب مالک
ہے وہ یہ کہ ابن عمر نے اپنے غلام نافع سے من طریق ابی بشر دولابی (الی ان
کہا کہ تو جانتا ہے کہ آیہ نساء کم حرث لکم قال) قال (ابن عمر) اتدری یا نافع
کس باب میں نازل ہوئی ہے نافع نے فیم نزلت ہذہ الآیۃ قلت لا قال نزلت
کہا میں نہیں جانتا ابن عمر نے کہا کہ ایک فی رجل من الانصار اصاب المرأۃ فی
انصاری نے اپنی عورت سے لواطت کی تھی دبرہا فاعظم الناس فی ذلک فانزل
تو لوگوں نے اوسے گناہ عظیم سمجھا پس خدا نے اللہ نساء کم حرث لکم الآیۃ قلت لہ

من دبرها فی قبلها قال لا الا فی دبرها — آیہ نساء کم حرث لکم نازل فرمائی نافع

کہتے ہین مینے کہا اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ پشت کی طرف سے قبل مین کرنا تو ابن عمر نے کہا نہین میان دبر مین کرنا مراد ہے انتہی محصلاً۔

اسی مضمون اباحت کی احادیث صحاح و در منثور وغیرہ مین بکثرت درج ہین جسکا جی چاہے دیکھ لے۔

عینی نے اپنی شرح بخاری کتاب التفسیر مین لکھا ہے۔

وقد روی محمد بن سعد عن ابی سلیمان الجرجانی قال کنت عند مالک فسئل من النکاح فی دبر فضرب بیدہ الی راسہ قال الساعۃ اغتسلت منہ۔

محمد بن سعد نے ابی سلیمان جرجانی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین امام مالک کے پاس بیٹھا تھا کہ اون سے وطی فی الدبر کا استفتا کیا گیا امام موصوف نے اپنے سر پہ ہاتھ مار کے فرمایا کہ مینے ابھی اس فعل سے فارغ ہوکر غسل کیا ہے انتہی محصلاً۔

وطی امام مالک

شرح مذکور مین یہ بھی لکھا ہے۔

قال ما شک احد اقتدا بہ فی دینی یشک فیہ انہ حلال یعنی وطی المراۃ فی دبرها۔

کہ امام مالک نے فرمایا جو شخص دین مین میرا اقتدا کرتا ہے اوسکی نسبت مجھے شبہہ نہین کہ وہ وطی فی الدبر نسوان کی حلت مین شک کرے انتہی محصلاً۔

فقرہ فضرب بیدہ الی راسہ اور شرح مذکور کی اس عبارت سے واضح ہے کہ امام صاحب موصوف اس فعل کی صلاح ہونیکی شہرت اسقدر دیچکے تھے کہ سائل کے استفسار پر سائل کا تمسخر واستہزا سمجھے اور یہ مسئلہ ایسا معرکۃ الآرا اون سے شایع ہو چکا تھا کہ اونکے کسی مقلد کو اوسکی حلت مین شبہہ نہ رہا۔ غالباً یہ اوسی تعلیم کا اثر تھا کہ اونکے شاگرد امام شافعی صاحب بھی اس فعل کی حلت کے قائل تھے چنانچہ در منثور سیوطی مین ہے۔

امام شافعی

ان الشافعی سئل عنہ فقال ما صح عن النبی — کہ امام شافعی سے وطی فی الدبر نسوان کا استفتا

فى عليه ولا تحريمه والقياس انه حلال | کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا سے نہ اس فعل کی حلت ثابت ہے نہ حرمت اور قیاس اسکی حلت پر دلالت کرتا ہے انتہی محصلاً۔

اسی در منثور مین ان ہی شافعی صاحب کا مناظرہ لکھا ہے جو انھون نے اپنے والد حبیب امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہ سے کیا تھا اوس مین بھی انھون نے بدلائل معقول وطی فی الدبر نسوان کو حلال ثابت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے اوستاد فقہ محمد بن منکدر اور انکے علاوہ عبد الرحمن بن قاسم و ابن ابی ملیکہ کہ یہ سب صاحب ثقہ اور صحیحین کے رواۃ نامی سے ہین یہ سب وطی فی الدبر نسوان کی حلت کے قائل تھے اور بعض حامل چنانچہ در منثور مین ہے۔

اخرج ابن ابی ملیکه انه سئل عن اتیان المراۃ فی دبرها فقال قد اردته من جاریة لی البارحة فاعتاص علی فاستعنت بدهن۔۔ | کہ ایک دن ابن ابی ملیکہ سے وطی فی الدبر نسوان کا استفتا کیا گیا تو اونھون نے کہا کہ شب گذشتہ مینے خود اس فعل کا ارادہ کیا جب دخول دشوار ہوا تو روغن سے مدد لی گئی انتہی محصلاً۔ عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ یا غلام یا لونڈی سے وطی فی الدبر کرے تو اوسپر حد نہین ہے اور بکثرت فقہا نے اس فعل کے صدور پر بغیر انزال غسل تک کا بھی حکم نہین دیا اور بعض کے نزدیک اس فعل خبث سے وضو بھی نہین ٹوٹتا (از کتب فقہ) الغرض بعض صحابہ و تابعین و تبع تابعین اس فعل کی حلت کے قائل تھے اور بعض عامل تھے جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور بقیہ حالات اسی باب کی فصل ششم مین ملاحظہ ہون۔

باز آمدم بر سر مطلب

(۲۳) جماع میت تھا۔ جاہل ہیاک عرب ایسے عبرتناک موقع اور حزن و غم کے محل پر بھی جماع سے نہ چوکتے تھے ایسے جماع کا سلسلہ بھی مقدس اور نامور لوگون مین مدتون چلا چنانچہ تاریخ الخلفا اردو مولفہ مولوی مسیح الزمان مین ہے کہ یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان کی ایک معشوقہ مرگئی تو یزید مذکور میت معشوقہ سے ایک ہفتہ

تک مجامعت کرتا رہا جب امرار دربارہ نے التجا کی تو اوسکے دفن کا حکم دیا انتہی محصلا۔

طغیان بحضرت عثمان

حضرات شیعہ کے بھی کیا کہنے ہین ہماری ہی کتب سے کچھ نہ کچھ ایسی بے سری الاپ لیتے ہین کہ کچھ کہا نہین جاتا۔ اور کچھ نہین تو بیچارے غریب حضرت عثمان غنی ہی کے ذمہ اس فعل کا دھبا لگانا چاہا چنانچہ ایک صاحب نے اپنی کتاب خیار الاخیار قلمی مین یہ طعن اس عبارت سے درج فرمایا کہ جسکو مع ترجمہ ذیل مین لکھتے ہین اور نامناسب الفاظ کو ترک کرتے ہین تاریخ صغیر امام بخاری مطبوعہ مطبع انوار احمدی الہ آباد کے صفحہ (۱۱)

ثنا حماد عن ثابت عن انس قال لما ماتت رقیہ قال النبیؐ لا یدخل القبر رجل قارف اهله اللیلة فلم یدخل عثمان ایضاً حدثنی محمدؐ سنان ثنا فلیح بن سلیمان ثنا هلال بن علی عن انس شهدنا بنت رسول اللہ والنبی جالساً علی القبر فرایت عینیہ تدمعفقال ذاهل منکم من احد لم یقارف اللیلة قال ابو طلحة انا قال انزل فی قبرها فنزل فی قبرها۔	مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت کی بیٹی رقیہ نے انتقال کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ وہ شخص قبر مین آتارے کہ جسنے آجکی رات اپنی اہلیہ سے مقاربت نہ کی ہو پس عثمان قبر مین نہ اترے دوسری روایت انس سے یہ ہے کہ جب دختر رسول اللہ کا انتقال ہوا تو آنحضرت قبر پہ بیٹھے تھے اور اون کی آنکھون سے مینے دیکھا کہ آنسو جاری تھے اوس وقت آنحضرت نے فرمایا کوئی تم مین ایسا ہے کہ جسنے آجکی رات اپنی

اہلیہ سے مقاربت نہ کی ہو ابو طلحہ نے کہا مین ہون پس اون سے فرمایا تو ہی قبر مین اوتار پس انھون نے قبر مین اتارا انتہی محصلاً یہ۔ روایت صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۴۲ مین بلفظہ موجود ہے۔ ان مضامین کی احادیث کی شرح مین حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول صفحہ (۶۶۷) مین لکھا ہے کہ

قوله لم یقارف زاد للمصنف فی مابعد	مصنف نے لفظ مقارف کے آگے فلیح

من فليواراه لا يبغ الذنب وفي رواية
ثابت لا يدخل القبر احد قارف اهله
البارحة فتنحى عثمان وحكى عن
الطحاوي انه قال لم يقارف تصحيف
كانه استبعد ان يقع لعثمان ذلك لحرصه
على مراعات الخاطر الشريف ويجاب
عنه احتمال ان يكون مرض المراة
طال واحتاج عثمان الى الوقوع ولم
يظن عثمان انها تموت تلك الليلة
وليس في الخبر ما يقتضي انه واقع
بعد موتها ولا حين احتضارها والعلم
عند الله .

بن سلیمان کی روایت کے بعد اتنا اور بڑہا دیا
کہ آنحضرت کی مراد اس سے جماع معیت
تھا ثابت کی روایت مین یون ہے جس
شخص نے رات کو اپنی اہلیہ سے جماع نہ کیا
ہو وہ قبر مین اتارے (یہ سنکر) عثمان پیچھے
ہٹ گئے اور طحاوی سے منقول ہے کہ
لفظ مقارف مین تصحیف یعنی غلطی ہے
گویا کہ طحاوی عثمان سے اس فعل کو اچنبھا
سمجھے (کہ عثمان اور اون سے ایسی حرکت)
کیونکہ اونکے نزدیک تو عثمان پیغمبر خدا کے
پاس خاطر کے بڑے حریص تھے . ممکن ہے
کہ مرض کو طول ہوا اسلئے عثمان کو جماع کی
حاجت ہوئی ہو اور عثمان کو اس کا خیال نہ رہا کہ (بنت رسول) آج ہی مرجائیگی اور حدیث
مین کوئی بات ایسی نہین (جس سے یہ معلوم ہو سکے) کہ یہ جماع موت کے بعد واقع ہوا
یا جانکنی کے وقت اسکا علم خدا کو ہے انتہی محصلاً .

الجواب . جماع میت مین اسم مبارک عثمان بن عفان تو حضرات شیعہ کو کہان مل سکتا
تھا مگر بنائے قیاس اول حضرت عثمان کا قبر مین نہ اترنا دوم آنحضرت کے سوال پر حضرت
عثمان کا ہٹ جانا اور طول مرض اور احتیاج جماع عثمان کے الفاظ سے رونق قیاس
سمجھ کر وقت احتضار یا بعد موت جماع کے واقع ہونے پر جو حضرات شیعہ جمے ہین تو وہ
بس علاوہ کہ حضرت عثمان عورتون کے بڑے حریص تھے چنانچہ سیوطی نے خصائص
کبری جلد اول صفحہ ۱۳ مین وجہ قبول اسلام مین بروایت ابن عساکر لکھا ہے کہ عثمان

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن عفان
قال کنت رجلا مستهترا بالنساء فانی

بن عفان کہتے ہین کہ ہمکو عورتون کا عشق
بہت تھا ایک روز خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے

ذات بناء الكعبة قاعد فی رهط | تھے کہ کسی نے کہا کہ محمدؐ نے اپنی بیٹی رقیہ کا
من قریش اذ اتینا فقال لنا ان محمد | عقد عتبہ بن ابولہب سے کردیا اس خبر نے
قد نکح عتبۃ بن لهب من رقیہ ابنتہ | عجب کام کیا کہ دل میں حسرت آنے لگی کہ
وکانت رقیۃ ذات جمال رائع فدخلتنی | کیون نہین مینے سبقت کی کہ یہ ہمکو ملجاتی
الحسرة لم لا اکون سبقت الی ذلک۔ | کیونکہ رقیہ نہایت حسین و جمیل تھین انتہی محصلاً

اور ابن حجر مین احتفدار ہا دا العلم عند اللہ جو لکہدیا ہے تو اس سے حضرات شیعہ اپنے
اعتراض ناواجب کو واجب سمجھے ہین مگر مقام غور ہے کہ جسکی نسبت پیغمبر خدا بقسم فرماتے ہین کہ
والذی نفسی بیدہ لو ان عندی مائۃ | اگر سو بیٹیان میرے پاس ہوتین اور یونہین
بنت تموت واحدۃ بعد واحدۃ زوجتہ | مرتی رہتین ایک کے بعد دوسری تو ارسے
اخری (مسند ابو حنیفہ مرویہ حصفکی ص۱۸۲) | عثمان) مین بیاہتے جاتے اونکا نکاح کرتا رہتا انتہی

محصلاً اور بعض احادیث سے ظاہر ہے کہ بعد انتقال رقیہ حضرت ام کلثوم سے آپ کا
نکاح پیغمبر خدا نے جو کیا ہے تو وہ بحکم خدا ہوا جسکی خبر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دی تھی
پس جو ایسے فضائل و مناقب کے ہوا کرتے ہین اون سے ایسے افعال صادر نہین ہوا
کرتے اور میزان ذہبی مین جو جناب کلبی کی روایت سنی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے
دونون بنات رسول کو جماع کے ہی عذاب سے مار ڈالا تو یہ خبر محض لغو ہے کیونکہ
اگر آپ ایسے ہوتے تو کوئی نہ کوئی تو اور بھی ایسا لکھتا اور حضرت عثمان کی ایسی شہرت
سے نہ کوئی اونکو بیٹی دیتا اور نہ کوئی عورت اونکی زوجہ بننے کی خواہش کرتی ان
قیاسات پر احتمالات شیعہ محض فضول ہے۔

(۴) جماع وطی بہایم۔ جہلا کو اس فعل کی بھی عادت تھی اور اس عیب کا
بھی سلسلہ صدیون چلتا رہا جسکے سبب فقہا کو انسداد حدود کیلئے ایسے اجتہادات
کرنے پڑے کہ جن سے مضطرب الحال لوگ محفوظ رہین چنانچہ فتاوی قاضی خان
جلد اول کتاب الصوم فصل اول صفحہ ۵۱ مین ہے۔
ان اولج بھیمۃ او میتۃ ولم ینزل | کہ اگر کوئی بہایم یا میت سے جماع کرے مگر

لا یفسد صومه ولا یلزمه الغسل | انزال نہو تو اوسکا روزہ فاسد نہین ہوتا اور غسل لازم ہوتا ہے انتہی محصلاً۔

(۵) جماع با مرد (۶) حلق و مساحقہ۔ بکثرت کتب فقہ مین جماع کی نسبت مین جو اجتہادی احکام ہین اون سے قومی عادت پائی جاتی ہے یہہ بنظر اسقاط حدود اجتہادات کیے گئے کہ جدید الاسلام لوگ خوف سزا سے اپنے آبائی مذہب کی طرف عود کر کے امن مین خلل انداز نہون اور ترک اسلام نہ کردین ورنہ ظاہر ہے کہ ان ناپاک افعال کے صدور پر وضو بھی ساقط ہو جاتا ہے اور غسل بھی لازم آتا ہے۔

(۷) جماع موسوم بہ لف حریر۔ یہہ ترکیبی جماع عورات کے امراض خبیثہ سے بچنے کے لئے کیا جاتا تھا یا حرمت مصاہرت ثابت نہونے کی غرض سے چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق زیلعی کتاب النکاح مین بحوالہ خلاصہ لکھا ہے کہ اگر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر

لو جامعها بخرقة على ذكره لم يثبت الحرمة | جماع کیا جائے تو اوس سے حرمت مصاہرت ثابت نہین ہوتی مراد یہ کہ جیسے بغیر کپڑا لپیٹے موطوءہ کی ماں۔ بہن۔ خالہ وغیرہ واطی پر حرام ہو جاتی ہین تو کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے موطوءہ کی ماں بہن خالہ سب حلال رہتی ہین فتاوی عالمگیری جلد اول فصل ثالث فی المعانی موجب الغسل مین ہے۔

ولو لف على ذكره خرقة واولج ولم ينزل قال بعضهم يجب الغسل وقال بعضهم لا وهو لا صح ان كانت الخرقة رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل والا فلا

اگر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا جائے اور انزال نہو تو اوسکی نسبت بعض نے کہا ہے کہ غسل واجب ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہین واجب ہوتا اور صحیح بات یہ ہے کہ باریک کپڑا اس طرح لپیٹا جائے کہ جس سے فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہو ورنہ غسل واجب نہین ہوتا انتہی محصلاً جامع الرموز شمس الدین قہستانی کی مبحث غسل مین بحوالہ جلالی لکھا ہے

ولو لفت الحشفة بثوب او غيره لم يجب الغسل۔ | کہ اگر سر ذکر پر کپڑا یا اور کوئی چیز لپیٹی جائے تو غسل واجب نہین ہوتا انتہی۔

اور اسی کتاب کی بحث سوم مین بحوالہ منیہ لکھا ہے کہ اگر ذکر پر اس طرح کپڑا لپیٹا جاے

و لف ذکرہ من خرقۃ مانعۃ للحرارۃ ... جو یکفر -

کہ مقام مخصوص کی حرارت محسوس نہو تو دو دار پر کفارہ نہین انتہی محصلاً -

الغرض فقہاء کے ایسے اجتہادات جہلاے عرب کے ان قسم کے جماع کے عادی ہونیکا پتا دیتے ہین جن سے آیہ اباۂم غافلون کی صداقت ثابت ہے -

فصل چہارم اقسام مجہول و معیوب الانساب مین

اقسام نکاح اور خانہ ساز جماع مذکورہ کے علاوہ برزنی و بازاری جماع تھے جسکے سبب نسب کی چند قسمین تتبع کتب سے پائی جاتی ہین ازانجملہ بعض لوگ ایسے تھے کہ جنکے پدر حقیقی نہ معلوم ہونے سے وہ اپنی ماؤن کے نام سے مشہور رہتے . اگرچہ بعد ہجرت حکم ہوچکا

ادعوہم لاباۂم ہو اقسط عند اللہ

تھا کہ لوگون کو انکے باپون کے نام سے پکارو اللہ کے نزدیک یہ انصاف کی بات ہے (احزاب) مگر بعض کے نسب نہ معلوم ہونے سے اس حکم کی پوری تعمیل نہو سکی -

لیکن یہ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی ماؤن کے صفات ایمانی یا شجاعت یا اور اخلاق فاضلہ کے سبب مشہور تھے تو وہ مجہول الانساب نہین ہوسکتے جیسے ابن ام عبد موسوم بہ عبد اللہ بن مسعود اور ابن حنتمہ یعنی حضرت عمر فاروق وغیرہ (مسند امام ابو حنیفہ مرویہ حصکفی کتاب الفضائل)

بعض ایسے تھے جو باختیار نسب پکارے جاتے تھے جیسے زیاد بن عبید چنانچہ وفیات الاعیان ابن خلکان ترجمہ یزید بن ربیعہ مین ہے کہ حارث بن کلدہ حکیم

وان الحارث بن کلدۃ الثقفی زوج عبید المذکور سمیۃ فولدت زیاد علی فراش عبید فکان یقال لہ زیاد بن عبید و زیاد بن سمیہ و زیاد

نے عبید کا نکاح سمیہ سے کردیا تھا اور اوسی زمانہ نکاح عبید مین سمیہ نے زیاد کو جنا اوسکو لوگ زیاد بن عبید و زیاد بن سمیہ و زیاد بن ابیہ و زیاد بن امہ کہتے تھے اور کہا گیا ہے

نسب زیاد و ولادت

ابن امه وزیاد بن ابیه وقبل ذلک
یستلحقه معاویه۔

کہ ان چارون اضافات سے زیاد کی شہرت
الحاق نسب ابوسفیان تک رہی انتہی محصلاً

مراد یہ کہ الحاق نسب کے بعد یہی زیاد بن ابوسفیان مشہور ہو گیا۔ اس الحاق نسب
ابوسفیان کا واقعہ تاریخ کامل ابن اثیر جزری بیان سنہ ۴۴ ہجری صفحہ ۱۷۳ مین اسطرح

داعی معاویه ان یشق زیاد و استلحقه
موجدته باستلحاقه فاتفقا علی ذلک
واحضر الناس من یشهد لزیاد وکان
فی من حضر ابو مریم فقال انا اشهد
ان اباسفیان حضر عندی طلب
منی بغیا فقلت له لیس عندی الا
سمیه فقال ائتنی بها علی قذرها
ووضرها فاتیت بها فخلا معها ثم
خرجت من عندها وان اسکتیها
لیقطر ان منیا فقال الزیاد مهلا
یا ابامریم انما بعثت شاهدا ولا
تبعث شاتما فاستلحقه معاویه

پر ہوا کہ معاویہ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ زیاد
کو اپنی طرف مائل کرے اور اوسکے نسب
کو ملالے پس دونون اس الحاق نسب
پر راضی ہوے اور لوگون کو کوفہ مین جمع کیا
جنھون نے زیاد کے ابن ابوسفیان ہونیکی
گواہی دی اون مین ابامریم نامی (خمر فروش
قرمساق تھا جو بعض احادیث صحاح کا
راوی بھی ہے) معاویہ نے اوس سے کہا
کہ اے ابامریم تو کس بات کی گواہی دیتا ہے
اوسنے کہا کہ ایک دن ابوسفیان میرے
پاس آیا اور مجھ سے رنڈی طلب کی مینے
کہا کہ میرے پاس بجز سمیہ کے اور کوئی نوچی
نہین ابوسفیان نے کہا ہر چند کہ وہ رنڈی غلیظ وکثیف ہے مگر کیا کیا جاے خیر اوسی کو
لاؤ۔ مینے سمیہ کو حاضر کیا بعد الفراغ جب سمیہ جانے لگی تو اوسکے جسم سے منی ٹپکتی تھی
یہ سنکر زیاد نے کہا کہ اے ابامریم تم گواہی دینے پر مامور ہو گالیان دینے پر مامور نہین پس
معاویہ نے زیادہ کا نسب الحاق کر لیا انتہی محصلاً عرب لوگ[۱] ایسی ناجائز اولاد کا دعوی
نہ کرتے تھے لیکن اگر لڑکا بہادر یا کسی ہنر مین لائق نکلتا تھا تو اوسکی ابنیت کا دعوی کیا
کرتے تھے مگر یہ دعوی بھی باپ کی طرف سے ہوتا تھا اور وہ بھی سترہ اٹھارہ سال کی

۱؎ گر سب رسوم جاہلیت۔

عمر تک اور یہ الحاق نسب زیاد کا ۴۴ھ سالہ عمر بن ابو سفیان کے مرنیکے بعد برادر نے
کیا ہے اسی سبب سے عرب میں یہ الحاق بری نظر سے دیکھا گیا اور اس زیاد کے برادران
حقیقی اس سے بہت ناراض ہوئے اور اسکو ترک کر دیا تھی کہ اسکی اولاد نے بھی اس
الحاق کا رنج کیا تو اس زیاد نے انساب عرب کے مثالب تالیف کرکے اپنی اولاد کو دی
اور کہا کہ اب کوئی عرب تمھارا مقابلہ نہ کریگا زیاد کی اس تالیف کا حال فہرست ابن
ابن الندیم میں تھا جو زمانہ عبد الملک میں زندہ تھے (رسالہ البیان عبد اللہ عمادی لکھنوی)
یہ زیاد بن عبید سنہ ۱ھ ہجری میں پیدا ہوا اور خلافت فاروق میں ابو موسی اشعری
حاکم کوفہ کا کاتب مقرر ہوا اور پھر مغیرہ بن شعبہ حاکم بصرہ کی کتم شہادت زنا
کے صلہ میں بزمانہ فاروق اسکے عہدہ کی ترقی ہوئی جسکا آئندہ ذکر آئیگا اور یہی زیاد
میں ابن ابو سفیان بنا یہی زیاد وہ شخص ہے کہ جسپر جناب امیر علیہ السلام نے یہ کرم فرمایا
تھا کہ امارت بصرہ سے حضرت ابن عباس کو ہٹا کر اسکو حاکم بصرہ بنایا تھا (فتح الباری)
یہی زیاد وہ ہے کہ جسکے فرزند عبید اللہ نامی نے جناب امام حسین علیہ السلام کو عمر بن سعد
بن ابی وقاص کے ذریعہ سے کربلا میں شہید کرایا لعنت اللہ علیہ وعلی اعوانہ دار القرار

بعض کتب سے جناب معاویہ بھی چار نسب سے منسوب ہوتے پائے جاتے
ہیں جیسا کہ حصہ دوم سے معلوم ہوگا۔

بعض ایسے تھے کہ وہ اپنا نسب خود تجویز کر لیا کرتے تھے ان باپ کا مجوزہ ہونا
تھا اس انتقال و تبدیل نسب کی نظیر عفان بن العاص ہیں جنکا حال حصہ دوم نسب
حضرت عثمان میں بیان کیا جائیگا لیکن یہ خیال رہے کہ بعض ولد الحلال حضرات بھی
ذلیل قبائل سے اپنے تئیں جدا کرکے عزت دار قبائل سے منسوب کرکے شہرت دیدیا
کرتے تھے جیسے سعد بن ابی وقاص جو کہ بنی عذرا بن قحطان سے تھے اور بنی زہرا
سے اپنے تئیں مشہور کر رکھا تھا اسی طرح حضرت زبیر بن العوام قبطیان مصر سے تھے اور
اپنے تئیں بنی اسد بن عبد العزی سے مشہور کر رکھا تھا پس یہ حضرات منسوب الانساب میں
ہیں۔

بعض ایسے مولود تھے کہ ابتداءً جن کی ولدیت سے مشہور تھے اور بعد مین نامعلوم الاسم نسب سے قرار پائے تھے جیسے حضرت سیف اللہ خالد کے باپ ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزومی۔ چنانچہ تفسیر کشاف مین ہے۔

وکان ولید دعیا فی قریش لیس من سنخهم ادعاہ ابوہ بعد ثمانین عشر سنة من مولدہ قیل بغت امہ ولم یعرف اب۔

کہ یہ ولید ایسا حرامزادہ تھا کہ اسکی چلن کا کوئی قریش مین نہ تھا اس ولید کے اٹھارہ سال ہوجانے کے بعد اسکے باپ مغیرہ نے دعوی کیا کہ میرا بیٹا ہے اور کہا گیا ہے کہ ولید کی مان رنڈی تھی اور ولید کا باپ نہین پہچانا گیا کہ کون تھا انتہی محصلاً تفسیر مدارک سورہ نون تحت آیہ ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم کے شان نزول مین لکھا ہے کہ جب ولید مذکور کے حق مین آیہ موصوفہ نازل ہوا تو ولید نے اپنی مان سے پوچھا کہ محمد علیہ السلام نے میرے دس وصف بیان کئے ہین تو نو صفات سے تو مین واقف ہون مگر ولد الزنا ہونے سے واقف نہین ہون سچ بتا ورنہ مار ڈالونگا اوسکی مان نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ تیرا باپ نامرد تہا اور تو ایک چرواہے کا ہے انتہی محصلاً تفسیر زاہدی مین ہے کہ یہ ولید غلام زادہ تھا۔

تفسیر کشاف سے حضرت سیف اللہ کے باپ کی نسبت جو فقرہ لم یعرف اب ابہی لکھ چکے تو ایسے اور بھی تھے چنانچہ مروان بن الحکم ابن عم حضرت عثمان طرید رسول کی نسبت بھی سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ مین لم یعرف اب لکھا ہے جو اسی باب کی ضمن نجم مین لکھا جائیگا۔ اسکے علاوہ ایسے صفات کے حجاز بلکہ ملک عرب مین اور بھی بکثرت تھے جنکے حالات کتب رجال سے ظاہر ہین ازانجملہ مقدمہ سنن ابی حنیفہ مرویہ حصفکی کے صفحہ ۳۰ مین ہے۔

ابو درداء ھو عویمر بن زید بن قیس الانصاری مختلف فی اسم ابیہ ایضاً ابو بکرہ بزیادة الھاء الثقفی الصحابی

کہ ابو درداء انصاری کا نام عویمر بن زید بن قیس ہے مگر انکے باپ کے نام مین اختلاف ہے اور اسی مقدمہ کے اسی صفحہ مین ہے کہ ابو بکرہ ثقفی صحابی

اسمه نفیع بن الحارث بن کلدة (الی ان قال) ولم یعرف والد ابی بکرة

کا نام نفیع بن الحارث ہے لیکن ابی بکرہ کا باپ نہین پہچانا گیا انتہی ۔

ان سب صاحبون سے عجیب تر حضرت ابوہریرہ کا نسب ہے جیسا کہ حصہ دوم سے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالی ۔

بعض مفلس عرب اپنی ازواج یا اولاد کو رہن رکھتے تھے تو غالباً انفکاک رہن تک جو اولاد ہوتی ہوگی وہ راہن کی شمار ہوتی ہوگی کیونکہ بعض کتب فقہ مین الساہی اجتہاد ابوحنیفہ ہے جو حصہ دوم سے معلوم ہوگا ۔ اور ازواج و اولاد کے رہن کا پتہ حدیث جابر مندرجہ صحیحین سے ملتا ہے جو کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے بارہ مین ہے (تخلیص الصحاح جلد ۴ صفحہ ۱۹۶)

بعض ایسے تھے کہ جنکی صحیح ابنیت التباس ام کے سبب اونکی اولاد پر مستور تھی جن مین سے بعض کی ابنیت کا انکشاف بارگاہ نبوت سے ہوا چنانچہ معارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۹۸ مطبوعہ مصر مین ہے ۔ آنحضرت نے ایک دن حاضرین صحابہ سے فرمایا کہ تم

قال لا تسئلونی عن شیء الا اخبرتکم به فقال عبد الله بن حذافة من ابی یا رسول الله قال حذافة بن قیس فرجع الی امه فقالت له ما حملک علی الذی صنعت فقال انی کنت لا احب ان اذکر او لا اعلم من هو ابی

کہ تم کوئی سوال ایسا نہ کروگے مگر یہ کہ مین اوسکا جواب دونگا پس عبداللہ بن حذافہ نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ بن قیس پس اسنے جا کر اپنی مان سے پوچھا اوسکی مان نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے (جو تونے مجھ سے ایسی بات پوچھی) کیونکہ ہم جاہلیت مین تھے پس عبداللہ نے کہا کہ

مین اپنا نسب دریافت کرنا پسند نہین کرتا اور مین جانتا ہون جو میرا باپ ہے انتہی ملخصاً اس سند سے معلوم ہوا کہ عبداللہ سائل اپنی نسبت جس حذافہ کا سمجھے ہوئے تھے اوسکا نطفہ نہ تھے بلکہ حذافہ بن قیس کا نطفہ تھے اور دوسرے حذافہ کے ہوتے تو مان سے دریافت کی ضرورت نہوتی اور نہ سائل کی مان زمانہ جاہلیت کا عذر کرتی یہی روایت

امتحان نسب بعض قوم

بخاری کتاب العلم باب الغضب والموعظہ والتعلیم جلد اول مین حضرت ابوموسی اشعری سے مروی ہے

فلما سئل النبی صلعم عن اشیاء کرھہا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم قال رجل من ابی قال ابوک حذافہ فقام آخر من ابی یارسول اللہ فقال ابوک سالم مولی شیبہ فلما رای عمر فی وجہہ قال یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ عزوجل۔

کہ ایک روز رسول خدا کے بعض اصحاب نے بہت بے ادب سوال کیے جسنے آنحضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا اچھا جو چاہو پوچھو پس ایک نے پوچھا یارسول اللہ میرا باپ کون ہے آپنے فرمایا حذافہ دوسرے نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہی آپنے فرمایا سالم شیبہ کا غلام پس حضرت فاروق نے آثار غضب دیکھکر کہا کہ ہم خدائے عزوجل کی درگاہ مین (ایسے آزمایشی مکروہ سوالات کرنے سے) معافی مانگتے ہین انتہی محصلاً معالم التنزیل بغوی ولمعات شرح مشکوۃ وغیرہ مین اس حدیث مین لفظ فتن آیا ہے بایں وجہ لفظ آزمایش کا ترجمہ مین اضافہ کیا ہے۔ بخاری کی حدیث مذکور کے آگے باب من برک علی رکبتیہ عند الامام مین انس بن مالک سے جو روایت ہے وہ بھی ایسی ہی آزمایشی مکروہ سوالات کے باب مین ہے اور اوس مین حضرت فاروق نے اس ترکیب سے معافی مانگی ہے۔

فبرک عمر علی رکبتیہ فقال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فسکت۔

کہ حضرت فاروق نے بادب دوزانو بیٹھکر کہا کہ ہم خدا کے رب ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے سے راضی ہوئے پس آنحضرت چپ رہ گئے انتہی محصلاً۔

الغرض بعض انساب ایسے مجہول تھے کہ جنکے نسب کا معمہ بغیر صاحب وحی والہام کے حل ہونا محال تھا

نکتہ

وجہ امتناع سوال از نسب

مجموعہ احادیث ہذا پر قرینہ پایا جاتا ہے کہ نسب کے یہ امتحانی سوالات بکثرت قبائل عرب کے بھڑکا دینے والے تھے کہ جن میں حضرت فاروق بھی شریک اور معین تھے کیونکہ عرب میں مجہول الانساب بکثرت تھے اور ایسے رازہائے سربستہ کے کھلنے سے معیوب الانساب کی بیحد دل شکنی اور برافروختگی ہوتی اور فوراً جنگ وجدال شروع ہو جاتا جسکے سبب مومنین موقنین کو کہیں پناہ نہ ملتی اسلئے استفسار نسب کی ممانعت میں آیہ یا ایھا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الخ نازل ہوا چنانچہ ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر سورہ مائدہ صفحہ ۱۳۵ میں انس بن مالک سے

اخبرنی موسی بن انس قال سمعت انس بن مالک قال رجل یا رسول اللہ من ابی قال ابوک فلان فنزلت یا ایھا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوءکم۔	روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے پس یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ باتیں ظاہر کیجائیں تو وہ تمکو ناگوار ہونگی انتہی محصلاً

مولود منبوذ

بعض مولود منبوذ تھے یعنی وہ بچے جو جن کر شاہراہوں پر ڈالدیے جاتے تھے جنکے ماں باپ دونوں کا پتہ نہیں۔ اونکے لئے یہ دستور تھا کہ لوگ اونکو پالکر غلام بنا لیا کرتے تھے (موطا مالک)

بعض باندی بچے مجہول الانساب ایسے تھے کہ بعض لوگ اپنی یا کسی کی باندی کو حمل رکھا کر مکر جاتے تھے اور پھر اوس باندی سے بے تعلق ہو جاتے تھے اس خوف سے کہ باندی کے بطن کی اولاد ہماری ملک وجائداد میں وارث ہو جائیگی پس ایسے فریبوں سے تنگ آکر حضرت فاروق نے فرمایا تھا کہ اگر اب کوئی باندی اپنے مولود کو کسی سے منسوب کریگی تو میں اوسی مرد سے مولود کا نسب ملادونگا (موطا امام مالک صفحہ ۲۸۲)

زرقانی کی شرح موطا سے پایا جاتا ہے کہ کثرت ولادت ولد الزنا کے سبب حضرت فاروق نے موالید مجہول الانساب کیلئے ایک محکمہ نیا نہ اور اوسکا کچھ

عملہ مقرر فرما دیا تھا اور اوسکا عہدہ دار قائف سنان نامی کو بنایا تھا پس اس محکمہ کا فرض تھا کہ وہ موالید منبوذ اور مجہول الانساب کے نسب لوگون سے بذریعہ قیافہ ملایا کرتا تھا (مترجمہ موطا مالک القضا فی المنبوذ والحاق الولد بابیہ صفحہ ۴۷۹)

بعض امیر عرب اپنی باندیون کی خرچی مقرر کر کے اپنے اپنے دروازون پر بٹھاتے تھے اور جو اولاد اونکے بطن سے ہوتی تھی اوسکے نسب کا الحاق ہر قوم وقبیلہ کا قائف کیا کرتا تھا جیسا کہ مولوی انشاء اللہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور نے اپنے ترجمہ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی کے حصہ دوم صفحہ ۹۰ ہ میں لکھا ہے ہمکو یقین ہے کہ مجہول ومعیوب الانساب موالید کے اور بھی اقسام ہونگے کیونکہ زنا عام تھا اسی وجہ سے قبول اسلام کے وقت ترک زنا کا اقرار عورتون سے لینا شرط تھا چنانچہ سورہ احزاب میں ہے

یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین	اے پیغمبر جب مومنات بیعت کیلئے تمہارے پاس حاضر ہون تو اون پر فرض ہے کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین

اور نہ چوری کرین نہ زنا کرین انتہی محصلاً - غالباً اہل حجاز نے جو ہر شخص کے نام کے ساتھ اظہار نسب لازم کر لیا تھا تو وہ اسی ضرورۃ سے کہ انساب صحیح نادر تھے اور اسی ندرت کے سبب سے بعض صحیح الانساب فخر نسب کیا کرتے تھے جیسا کہ سرور کائنات اور بعض صحابہ کا فخر نسب کرنا مشہور ہے اوسکی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر منکوحات اور محصنات بھی بغیر اقدام ورنگاب اتفاقاً مبتلائے زنا ہو جایا کرتی تھیں چنانچہ چند امثال اونکے پیش ہین

سفاحات شیوخ با محصنات

۱ (سمرہ بنت غفار الغفاری) نے ایک باکرہ لڑکی سے نکاح کیا تو وہ حاملہ

پایا پس آنحضرت سے یہ حال عرض کیا گیا تو آپ نے تفریق کر دی (اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۲۵۰)

(ب) عمرو بن حمزہ بن سنان صحابی صلح حدیبیہ میں آنحضرت کے ساتھ تھے جب مدینہ پہنچے تو آنحضرت سے اپنے جنگل جانے کی درخواست کی اور بعد اجازت مدینہ سے روانہ ہوئے جب مقام صوعقہ میں پہنچے جو مدینہ سے ایک منزل تھا تو وہاں نہایت حسین ایک لونڈی انکو ملی پس یہ اسپر چڑھ بیٹھے۔ پھر یہ واقعہ آنحضرت کی بارگاہ میں پیش کیا تو آنحضرت نے انکے سو کوڑے مارے۔ انتہی محصلاً (اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۱۳۵)

(ج) بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ صحابی کی جورو شریک ابن سحما سے حاملہ ہوئیں اور ہلال نے وقوع زنا کا دعوی بارگاہ نبوت میں کیا اور بیوی نے زنا سے انکار کیا اوسپر آیہ لعان نازل ہوا اور تفریق کر دی گئی آنحضرت کو دریافت سے معلوم ہوا کہ ملعونہ ہلال کے ہاں جو مولود ہوا ہے وہ شریک بن سحما کی صورت کا ہے اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ اگر آیہ لعان نازل نہوا ہوتا تو میں اس عورت کو رجم کرتا۔ انتہی محصلاً اسد الغابہ جلد ہفتم ترجمہ عویمر ابن ابیض عجلانی انصاری صفحہ ۱۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ واپسی تبوک ماہ شعبان سنہ ۹ ہجری میں واقع ہوا۔

(د) ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر سورہ ہود میں ہے کہ ابو الیسر صحابی سے ایک صحابیہ کھجوریں خریدنے گئیں ان صاحب نے کہا کہ میرے گھر میں ان سے بہت زیادہ عمدہ کھجوریں ہیں پس اس بہانہ سے گھر لیجا کر من مانا کام کیا اور پھر خوف زدہ ہو کر حضرت ابوبکر و عمر سے نجات کا رستہ پوچھا اور پھر آنحضرت سے عرض کیا اسپر آنحضرت نے فرمایا کہ تو مجاہد فی سبیل اللہ کی جورو سے بھی ایسا کرتا ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی ان الحسنات یذھبن السیئات انتہی ملخصاً اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۱۰ میں عمرو بن غزیہ انصاری بدری کا بھی ایسا ہی قصہ لکھا ہے اور آیہ موصوفہ کا ان ہی کے

خوات بن جبیر

حق مین نازل ہونا ظاہر کیا ہے۔

(ھ) مقامات حریری مولفہ محمد قاسم بن علی الحریری کے مقامہ ۲۰ مین ہے

واما ذات النحیین فھی امرأۃ من تیم الله بن ثعلبہ حضرت السوق عکاظ ومعہا نحیا سمن فاستخلی بھا خوات بن جبیر الانصاری لیبتاعہما منہا ففتح احدھما فذاقہ ودفعہ الیہا فاخذتہ باحدی یدیہا ثم فتح الآخر وذاقہ ودفعہ الیہا فامسکتہ بیدہا الاخری ثم غشیہا وھی لا تقدر علی الدفع من نفسہا لحفظہا فم النحیین وضنہا علی السمن فلما قام عنہا قالت لا ھنأک فضربہا المثل فیمن شغل۔

کہ مسماۃ ذات النحیین قبیلہ تیم بن ثعلبہ سے تھی وہ ایک دن مکہ کے بازار عکاظ مین دو مشک گھی بیچنے گئی اتنے مین حضرت خوات بدری انصاری جو سواران بدر سے تھے اوسکے پاس پہنچے اور تنہائی مین گھی خریدنے کے بہانہ سے گئے۔ پس خوات نے ایک مشک کا دہانہ کھول کر گھی چکھا اور کھلی مشک ذات النحیین کے ہاتھ مین دیدی پھر فوراً دوسری مشک سے گھی چکھا اور دہانہ مشک دوسرے ہاتھ مین دیدیا اس طرح جب ذات النحیین کے دونون ہاتھ رک گئے تو حضرت خوات بدری رضی اللہ عنہ اوسپر چڑھ بیٹھے اور من مانا کام کیا اور جب فارغ ہوے تو ذات النحیین نے بہت کوسا پس اوس وقت سے وہ مثل مشہور ہو گئی انتہی محصلاً اسد الغابہ جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲۵ مین ہی ذات النحیین کا یہ قصہ ہو گر اچھوان او سانہی حضرت خوات کا ایک واقعہ اسی قسم کا اور بھی اس مین ہے جس مین یہ زنانہ لباس پہنکر عورتون کو گھور رہے تھے اتفاقاً آنحضرت جو اودہر تشریف لائے تو آنحضرت سے انہون نے بہانہ کیا کہ میرا شتر گم ہو گیا اس وجہ سے یہان آیا ہون۔ تو آنحضرت ان کے خیالات سے واقف ہو گئے اور براہ مزاح بار بار چھیڑ کر فرماتے تھے کہ ہان خوات پھر وہ شتر کیا ہوا انجام کے طور سے انہون نے آنحضرت کے پاس حاضری کچھ دنون کیلئے ترک کر دی تھی۔ انتہی ملخصاً یہ قصص تو قرب زمانہ جاہلیت کے تھے اب دو قصے خلفاء راشدین

کے زمانہ کے بھی پیش کئے جاتے ہین جنکے مرتکب صحابہ مشہورہ ہے تھے۔

(۹) مراۃ الزمان سبط ابن جوزی مین ہے۔ ابو ریاش نے کہا کہ لیلی بنت

قال ابو ریاش دخل المدینة ومعه لیلی بنت سنان زوجة مالك فقام عمر فدخل علی علی فقال ان من حق الله ان یقاد من هذا لمالك قتله وکان مسلما ونزاعلی امراته علی ما یتروا الحام ثم قام فدخل علی سعد بن ابی وقاص وطلحه بن عبید الله فتابعوا علی ذلك ودخلوا علی ابی بکر وقالوا لابد من ذلك فقال ابو بکر لا اغمد سیفا سله الله۔

سنان زوجہ مالک بن نویرہ کو ہمراہ لیکر حضرت خالد مدینہ مین داخل ہوئے پس حضرت عمر جناب امیر کے پاس گئے اور کہا کہ یہ کام حق اللہ سے ہے با بوجہ اسکا تعاقب کیا جائے یعنی خالد کو سزا دلوائی جائے کیونکہ اوس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا جو مسلمان تھا اور پھر اوسکی جورو پر چڑھ بیٹھا اور اوسکے مال پر قبضہ کیا پھر حضرت عمر اور جناب علی مرتضیٰ اور تھے اور سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ کے پاس گئے تو اونھون نے بھی سزائے خالد پر اتفاق کیا اور یہ سب ملکر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا کہ ضرور خالد بن ولید کو سزا دیجائے لیکن ابوبکر نے انکار کیا اور کہا کہ مین اوس تلوار کو نیام نہین کرتا جسکو خدا نے کھینچا ہے انتہی مجملاً اس قصہ کو اسد الغابہ مین ابن اثیر جزری نے طبری نے اپنی تاریخ کبیر مین ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین ابن عبد البر نے استیعاب مین جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب ذکر قتل مالک بن نویرہ جلد دوم خلافت ابی بکر مین بیان کیا ہے۔

(۱۰) وفیات الاعیان ابن خلکان اربلی شافعی نے ترجمہ یزید بن زیاد مین اس قصہ کو بہت شرح وبسط سے لکھا ہے نظرا ختصار اصل عبارت ترک کرکے خلاصہ لکھ دیتے ہین وہ یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ مہاجر نے اپنی امارت بصرہ مین ام جمیل بنت افقم زوجہ حجاج بن عتیک سے جو قبیلہ ثقیف والی بنی ہلال بن عامر سے تھی اوس سے زنا کیا جسکو حضرت ابوبکرہ و شبل بن معبد وغیرہ صحابہ نے اپنی کھڑکی سے بچشم خود دیکھا اور زیاد

بحرین بنائے گئے تھے اور جناب طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ سے ہین اور حضرت
عثمان کے قتل کے زمانہ مین بلوائیون مین شریک اور حضرت عائشہ کو مکہ سے اپنے
ساتھ لاکر جنگ جمل قائم کرائی تھی وہ ان ہی صعبہ کے بطن سے تھے انکی سند
حصہ دوم مین مع ذکر رایت زنا لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالی ۔

ابتک پانچ صاحبان رایات جیسوا اون کے نام نامی بیان ہوے ہین چھٹی
ام ولید ابن المغیرہ یعنی حضرت خالد سیف اللہ کی دادی ہین جنکا حال فصل چہارم مین
لکھ چکے ساتوین کاہلیہ جدہ حضرت زبیر بن العوام اغانی جلد اول صفحہ ۹ مطبوعہ
بیروت مین ہے کہ عبد اللہ بن فضالہ شاعر نے عبد اللہ ابن زبیر کو ابن الکاہلیہ لکھا ہے
اور ابن زبیر کو بھی اپنے نسب مین کاہلیہ کے ہونے سے کاہش و شرمندگی تھی اور
بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام جب ابن زبیر مکہ مین خلیفہ تسلیم ہوگئے اور
حضرت عبد اللہ بن عباس اور محمد حنفیہ کو انکار بیعت پر کوین مین قید کر دیا اور
ان دونون صاحبون کو جلا کر مار ڈالنے کی تجویز کی گئی اور اس سانحہ کی خبر مختار
ثقفی کو دی گئی تو اوسنے بھی ابن زبیر کو ابن الکاہلیہ کہا تھا (دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر
جزری جلد ۴ صفحہ ۹۷) ان ثبوتون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی فاحشہ تھین ۔

آٹھوین حمینہ ام سعد ابن ابی وقاص یہ بھی مشاہیر فاحشہ سے ہین تاریخ الرسل
والملوک یعنی تاریخ کبیر طبری مین ہے کہ حضرت ابن ابی وقاص نے سنہ ۱۷ ہجری مین
بایمائے حضرت فاروق مقام کوفہ کو فوجی ہیڈ کوارٹر بنایا اور تین سال مین کوفہ کو
اسقدر آباد کیا کہ ہر ایک قبیلہ عرب کے نام سے جدا جدا محلے آباد ہوگئے لیکن جب
رعایائے کوفہ نے یہ شکایت پیش کی کہ ابن ابی وقاص کو نہ نماز پڑھنے آتی ہے اور
نہ پڑھانے آتی ہے اس شکایت پر یہ معزول کئے گئے پھر حضرت عثمان کے زمانہ مین
بھی ابن ابی وقاص امیر کوفہ اور ابن مسعود داروغہ بیت المال مقرر ہوے اور
ابن ابی وقاص نے بیت المال سے رقم کثیر قرض لی اور ادا کرنے مین حیلے حوالے
دینے لگے تو حضرت ابن مسعود بگڑے پس انھون ابن مسعود کو لونڈی بچہ کہا اور انھون

تبصرہ در وجہ منسوخیت آیہ رجم

فتح الباری جلد ششم صفحہ ۲۰۳ شرح حدیث آیہ رجم الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ لکھا ہے حضرت عمر نے خطبہ مین فرمایا رجم مین شک نہ کرو کیونکہ

ان عمر خطب الناس فقال لا تشکوا فی الرجم فانہ حق ولقد ھممت ان اکتبہ فی المصحف فسالت ابی بن کعب فقال الیس اتنی انا استقرئہا رسول اللہ صلعم فدفعت فی صدری وقلت استقرئہ آیۃ الرجم وھم یتسافدون تسافد الحمر۔ رجالہ ثقات وفیہ اشارۃ الی بیان السبب فی رفع تلاوتھا (الی ان قال) فقال عمر الا تری ان الشیخ اذا زنی ولم یحصن جلد وان الشباب اذا زنی وقد احصن رجم فیستفاد من ھذا الحدیث السبب فی نسخ تلاوتھا

وہ حق ہے اور مینے یہ قصد کیا تھا کہ آیہ رجم کو قرآن مین لکھدون لیکن (اتفاقاً) ابی بن کعب سے پوچھا تو انھون نے کہا کہ ہم آنحضرت سے آیہ رجم پڑھ رہے تھے تو اے عمر تُنے میرے) سینہ مین مارا اور کہا آنحضرت سے تم آیہ رجم پڑھ رہے ہو حالانکہ صحابہ مثل حمار تسافد کرتے ہین یعنی جیسے گدہا بغیر شرم ولحاظ گدہی پر چڑہتا ہے ویسے ہی یہ بھی چڑہ بیٹھتے ہین (صاحب شرح لکھتے ہین) اس حدیث کے راوی ثقہ ہین اور اس حدیث مین آیہ رجم کی موقوفی کا اشارہ ہے (یہان تک کہا) عمر نے کسی اور ہی موقع پر) کہا تو نہین دیکھتا کہ جب بڈھا زنا کرے تو اوس پر رجم کیا جائیگا (ابن حجر صاحب شرح کہتے ہین) کہ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ آیت رجم کی تلاوت کی منسوخیت کی یہی وجہ ہے انتہی ملخصاً (الامامۃ صد ۲۲)

الغرض جب ملک مین اس کثرت سے زنا ہوتا ہو کہ مدبران اسلام مسلمانون کی جانون کے اتلاف واہلاک کے خوف سے بعد انقطاع وحی حکم خدا کو مجبوراً منسوخ کردین اور اسکے سوا چارہ کار نہ جانین تو اوس ملک کے فحش وعصیان وطغیان

کا اندازہ نہین ہو سکتا لیکن اسپر بھی ہم بجبر کہہ سکتے ہین کہ تمام عرب اور بالخصوص حجاز مین کثرت ولد الحلال اور نجیب الطرفین تھے جیساکہ آئندہ معلوم ہوگا۔

فصل پنجم مخزنان صاحب رایات

فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۹ مین ہے۔ اور طریق مجاہد سے ہے کہ آیہ الزانی

ومن طريق مجاهد في هذه الآية قال هن بغايا كن في الجاهلية معلومات لهن رايات يعرفن بها ومن طريق عاصم بن المنذر عن عروة بن الزبير مثله وزاد ذكر رايات البغايا وقد ساق هشام بن الكلبي في كتاب المثالب اسامي صواحب الرايات مشهورات تركت ذكرهن اختيارا۔

لا ینکحها الا زان الخ سے مراد وہ عورتین ہین جو زمانہ جاہلیت مین مشہور زناکار تھین اور اپنے مکانون پر جھنڈا لگا رکھا تھا جس سے پہچانی جائین اور عروہ بن زبیر کی روایات جو طریق عاصم سے ہے وہ بھی ایسا ہی مروی ہے اور بغایا فاحشہ کا ذکر زیادہ کیا ہے اوس کے نیچے ہشام بن کلبی نے اپنی کتاب مثالب مین صاحب رایات رنڈیون کے نام لکھے ہین جو جاہلیت مین تھین اون مین دس رنڈیان زیادہ مشہور تھین جنکے اسماء اور ذکر ہمنے قصداً ترک کر دیا۔ انتہی محصلاً۔

بعض محسنان اسلام نے تحفظ آبروے صحابہ کے خیال سے مقامات توہین سے وہ اسماء اور اون کے پتے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات سے عمداً خارج کر دیے تاکہ خلافتون یا عام فرق اسلامی کے تعصب سے امن ملے لیکن متفرق طور پر کے دو کے کے نام اور پتے کسی سلسلہ حدیث یا عام عبارات مین آگئے ہین وہ یہان پیش کیے جاتے ہین۔

تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی مثالب ہے کہ جناب معاویہ کی حمامۃ داملحمامۃ فی بعض جدات معاویۃ دادی تھین کہ جنکے ہان رایت زنا تھا اور

وکان لہ رایت بذ المجاز من ذا بغایات اور وہ بیسوا اُن سے تھی انتہی محصلاً فی الزناء۔

مگر شیخ شہاب الدین الشہی کی مستطرف کے صفحہ (۱۲۱) مین جناب معاویہ کی دادی کا نام قبلہ لکھا ہے اور بعض محققین نے زرقا لیکن جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بعض فرامین مین معاویہ کو صرف ابن ہند فرمایا ہے (از عقد الفرید) قبلہ۔ زرقا سے خطاب نہین فرمایا۔

نوٹ۔ اکثر بدکار لوگ اپنی فاحشہ ماؤن کی اہنیت سے پکارے جاتے تھے لیکن تذکرہ موصوف کی سند مین لفظ بذ المجاز آیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فاحشہ اپنے مکان پر جھنڈا لگانیکی مختار نہوتی ہوگی بلکہ قوم جسکو رایت زنا لگانیکی اجازت دیتی ہوگی وہ لگا سکتی ہوگی۔

تذکرہ موصوف کے صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ طہران مین اصمعی سے مروی ہے کہ امام حسن

قال الاصمعی اما قول الحسن یا ابن الداعیۃ الی نفسہا فذکر ابن اسحق ان ام مروان اسمہا امیّہ وکانت من البغایا فی الجاہلیۃ وکانت دانت مثل السبطا اتعرف بھا و کانت تسمی ام حبتل الزرقا وکان مروان لایعرف ابٌ وانما نسب الی الحکم کما نسب عمرو بن العاص

مجتبی علیہ السلام کا وہ قول جو عمرو عاص کی نسبت ہے اے زن بازاری کے بچے تو اس قول امام کی شرح مین محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے لکھا ہے کہ مروان کی ماں کا نام امیّہ تھا اور اوسکے ہان مثل سطا رایت زنا تھا زمانہ جاہلیت مین جس سے وہ پہچانی جاتی تھی اور وہ ام حبتل الزرقا یعنی نیلی آنکھ والی ام حبتل کے نام سے مشہور تھی اور مروان کا باپ نہین پہچانا گیا کہ کون تھا اور مروان کا نسب حکم سے ایسا ہی ہے جیسے عمرو کا عاص بن وائل سے انتہی محصلاً۔

صعبہ بنت الحضرمی صاحب رایت زنا تھین جیسا کہ حصہ دوم سے معلوم ہوگا یہ حضرمی وہ بزرگ رضی اللہ عنہ ہین کہ جو زمانہ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ مین امیر

بنا چکید جسکو معاویہ نے اپنی خلافت مین ابن ابو سفیان بنایا تھا اور اوس نے بھی دیکھا تھا اوسکی جھوٹی گواہی پر صحابیون کو سزا اور مغیرہ کو بری کر دیا گیا اور مغیرہ کو پھر بحال کرکے امارت بصرہ پر واپس کیا گیا طبری نے اپنی تاریخ بیان ۱۷ھ ہجری مین سیوطی نے کنز العمال کتاب الثانی فصل اول فرع رابع بیان حد زنا باب لباسہ بن زبیر مین اس قصہ کو لکھا ہے پس ایسی صورتون سے جو اولادین ہوئی تھی اونکے معیوب الانساب ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہے۔

نوٹ ان کا یہ قصہ اگر صحیح ہو تو تعجب نہین ہے کیونکہ انکے اور اعمال سے بھی پایا جاتا ہے کہ یہ غیر متقی اور حریص جماع تھے چنانچہ اسد الغابہ جلد ہشتم صفحہ ۲۰۰ مین ہے کہ یہ پہلے شخص اسلام مین ہین کہ انھون نے حضرت عمر کے غلام یرفا نامی کو رشوت دی اور اسی صفحہ مین ہے کہ ان ہی مغیرہ نے بحالت اسلام تین سو عورتون سے نکاح کیا تھا اور تاریخ الخلفا سیوطی مین ہے کہ یزید ابن معاویہ کی ولیعہدی کی بیعت مین انھون نے پہلے پہل تدبیر آغاز کی تھی جو معاویہ کے وہم و خیال مین نہ تھی اور انہی کی کوشش سے کامیابی ہوئی اور خوشنودی معاویہ کے لئے کوفہ مین انھون نے جناب امیر علیہ السلام پر سب و شتم جاری کرایا تھا۔ اور شرح نہج البلاغہ جزء ثانی قصہ مغیرہ مین طبری و واقدی اور مالک بن اوس ابن الحدثان

عن مالک بن اوس ابن الحدثان قال قدم المغیرہ علی عمر فتزوج فی طریقہ امراۃ من بنی مرۃ فقال لہ عمر انک لفارغ القلب شدید الشبق طویل الغرمول۔
اور ... ہے انتہی ملخصاً۔

سے روایت ہے کہ یہی مغیرہ بصرہ سے مدینہ حسب الطلب فاروق جاتے تھے راستہ مین بنی مرہ کی ایک لڑکی پسند کی اسسے نکاح کیا جب حضرت فاروق نے سنا تو فرمایا بیشک تو بڑا بیفکرہ کثرت جماع کا حریص

حضرت فاروق نے تعجب سے بایں وجہ کہا کہ جرم زنا پر انکو رجم کیلئے طلب کیا گیا تھا اور باوجود خوف رجم انکو نکاح سوجھا۔

نے ابن ابی وقاص کو ابن حمامہ کہا۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حمامہ بھی فاحشہ ہوگی کیونکہ اوس زمانہ مین عورتونکی ابنیت سے ولد الزنا ہی خطاب کئے جاتے تھے

نوین ام مہزول زانیہ تھی خلاصۃ التفاسیر مولوی فتح اللہ نائب شاگرد مولوی عبد الحی لکھنوی کی تفسیر جلد سوم سورہ نور صفحہ ۲۰۹ مین بحوالہ ابن کثیر لکھا ہے کہ ایک صحابی نے ام مہزول سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ وہ اپنا معمولی زنا کرتی رہیگی لیکن جب آنحضرت کو اس شرط کا حال معلوم ہوا تو آپنے اس شرط کو موقوف کرایا انتہی **فتح الباری** جلد ۵ صفحہ ۹ مین ہے کہ ایک صحابی نے ام مہزول سے نکاح کیا تو اوسکی ممانعت مین آیہ الزانی لا ینکحہا الا زان او مشرک نازل ہوا انتہی۔ — ام مہزول

اور تلخیص الصحاح جلد اول صفحہ ۹۰ مین عمرو بن شعیب کے پردادا سے جو روایت ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیہ موصوف **عناق** فاحشہ سے نکاح کی ممانعت مین نازل ہوا تھا اوسکا قصہ کتاب مذکور مین اس طرح لکھا ہے کہ حضرت مرثد ابن ابی مرثد رضی اللہ عنہ مسلمان قیدیونکو کفار قریش کی قید خانون سے نکال نکالکر مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے ایک رات ایک قیدی کو رہا کرنے کیلئے جو گئے تو اتفاقاً عناق وہان پہنچ گئی اور چاندنی رات مین بجہت تعلق سابق اوسنے حضرت مرثد کو پہچان لیا اور کہا کہ مجھسے مقاربت کرو انھون نے کہا کہ زنا حرام ہے پس عناق نے غل مچایا کہ لوگو دوڑو تمھارے قیدیونکو جو بھگا دیا کرتا ہے وہ یہی مرثد ہے پس حضرت مرثد وہان سے بھاگ کر مدینہ پہنچے اور وہان پہونچکر عناق سے اجازت نکاح کی درخواست بارگاہ نبوت مین کی اور اس نکاح کی ممانعت مین آیہ موصوف نازل ہوا انتہی محصلاً۔ — عناق

حجلہ نشین ذکی دس فاحشہ عورتون کا حال جو کچھ میسر ہوا وہ یہان لکھ دیا اور باقی رفقا ام ابو موسی اشعری اور ام الخیر والدہ حضرت ابو بکر کی نسبت بھی بعض لوگ فاحشہ ہونا لکھتے ہین لیکن انکے اسناد نہ کتب سنیہ مین نظر پڑے اور نہ کتب شیعہ مین۔ غالباً بلکہ یقیناً ان مستورات ممدوحہ پر جاہلونکا بہتان ہوگا **الغرض** جملہ فاحشہ عورتین بھی معین زنا اور باعث کثرت ولد الزنا تھین پس جس ملک مین چند در چند طرح کے نکاح و جماع ہون اور

اونپر یہ پیسا ہین مزید برآن اور بعض قبائل مین ایسا فحش رسم ورواج ہوتا ہو تو اوس ملک کے اکثر انساب مین اسلامی تہذیب و شایستگی کے قیود ڈھونڈنے سوائے حضرات شیعہ کے کسی عقلمند کا کام نہین۔

فصل ششم خلاف وضع فطرت

کتب طب بیان امراض مقعد تعلل علت ابنہ سے ظاہر ہے کہ جن عورتون سے لواطت کی جاتی ہے اونکے بطن کی اولاد ذکور اکثر ابون ہوا کرتی ہے اور فصل دوم کے عنوان مین بحوالہ تفسیر ابن جریر کتاب رسوم جاہلیۃ لکھ چکے ہین کہ جہلائے عرب حالت حیض مین اپنی عورتون سے لواطت کیا کرتے تھے چونکہ جنگلی وحشی عرب صدیون سے اس فعل کے عادی تھے لہذا ضرور ہے کہ اس عادت کی بدولت قبل از وقت بیکار ہو جاتے ہونگے اور بکثرت ابون بھی پیدا ہوتے ہونگے جس وجہ سے عورتین کم منتفع ہوتی ہونگی باین سبب مرد وعورت دونون کا فحش عام تر ہو گا اسی خیال سے آنحضرت نے بعض صحابہ کو نظارہ امرد سے منع فرمایا اور حضرت فاروق نے بھی تنبیہ فرمائی چنانچہ ابن جوزی کی تلبیس ابلیس کے صفحہ ۲۹۰ سے چند احادیث نقل کی جاتی ہین۔ انس

عن انس قال قال رسول اللہ صلعم لا تجالسوا ابناء الملوک الیھم لاشتاق الی الجواری العواتق۔

نے کہا آنحضرت نے فرمایا تم ابنائے ملوک کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ اونکا فتنہ دوشیزہ لڑکیون کے فتنہ سے زیادہ ہے انتہی محصلاً

چونکہ آنحضرت مجسم خلق عظیم اور واقف کار عرب تھے بانوجہ آپنے نہایت مہذب الفاظ سے یہ تعلیم فرمائی وہ یہ کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا بادشاہون کے لڑکون کو

عن ابو ہریرہ عن رسول اللہ صلعم قال لاتملؤا اعینکم من ابناء الملوک فان لھم فتنۃ اشد من فتنۃ العذاری وعن ابی ہریرہ قال نہی رسول اللہ صلعم ان یحد

نہ گھورا کرو اون کے رخسارون کا فتنہ اور اور فتنون سے زیادہ سخت ہے اور آنحضرت نے ایک صحابی کو امرد کی طرف گھورتا ہوا پایا تو آپنے منع فرمایا اور حضرت عمر نے فرمایا مجھکو

ابن جوزی

الرجل النظر الی الغلام الامرد وقال عمر بن الخطاب ما انا علی عالم من سبع ضار بأخوف علیہ من غلام امرد۔

کسی عالم پر ایذا رساں درندیکا خوف نہیں جتنا امرد کی طرف سے ڈر ہے انتہی محصلاً

ان احادیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہی کہ صحابہ میں بعض جنگلی وحشی ایسے مذاق کے بھی تھے جن سے ایسے جرم کے ارتکاب کا اندیشہ آنحضرت اور حضرت فاروق کو تھا اسی سبب سے حکم خدا ہوا کہ جو دو مرد تم میں سے آتے ہیں پس ان کو تکلیف دو اور جو

واللذان یاتیانھا منکم فاذوھما وان تابا واصلحا فاعرضوا عنھما

وہ توبہ کرلیں اور راستی پر آجائیں تو ان سے چشم پوشی کرو انتہی (سورہ نساء)

اگرچہ اس فصل کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وطی فی الدبر نسوان کا بیان اس فعل کی عادت ہونے کا کافی ثبوت ہی لیکن مخالفین کی قطع حجت کیلیے باضافہ اسناد اور بھی کچھ لکھ دیتے ہیں تاکہ مخالفین کتم عیوب کا الزام نہ دے سکیں۔

مجمع الامثال میں میدانی نیشاپوری نے ایک مثل مشہور المخنث من مصفر است لکھی ہے جسکا حاصل یہ ہی ھذا مثل من امثال الانصار کانوا یکیدون المھاجرین من بنی مخزوم وحکی ابن جعدہ وزعم انھم کانوا یعنون بھذا المثل اباجھل بن ھشام یروع استہ بالزعفران لبرص کان ھناک فادعت الانصار انہ انما کان یطلیھا بالزعفران تطیبا من کان یعلوہ لا انہ کان مشوھا وقد ضرب اھل مکۃ قبل الاسلام فی التخنث برجل اخر من مشرکی مکۃ لا احب ذکرہ وزعموا انہ کان معروفا۔

کہ فلاں شخص دبر کو زرد رنگنے والے سے بھی زیادہ مخنث ہی۔ اس مثل کی تحقیق اور شرح میں لکھا ہی کہ یہ مثل ان صحابہ انصار کی اصطلاح ہے جو بنی مخزوم کے مہاجرین پر طعن کیا کرتے تھے ابن جعدہ نے ان کا ذکر کیا ہی کہ انصار کی مراد من مصفر است سے ابوجہل بن ہشام خال فاروق ہی جو بنی مخزوم سے تھا چونکہ اسکی دبر پر برص کے نشان تھے اسلیے وہ اپنی مقعد کو زعفران سے رنگین رکھا کرتا جو اسکے سرین کو اونچا کرے تو اسکو کراہت نہ ہو اہل مکہ نے یہ مثل اسلام سے پہلے مشرکین مکہ میں سے ایسے شخص کے مخنث ہونے میں استعمال کیا ہی جسکا ذکر مناسب نہیں وہ اہل مکہ کے نزدیک مشہور شخص تھا انتہی محصلاً

میدانی نیشاپوری وہ علامہ ہیں کہ جن سے بہت سے علما اور شبلی نعمانی نے الفاروق میں

سند لی ہی اور ابن جبر بعض احادیث صحاح کا مشہور راوی ہی۔

ابو المنذر ہشام نے اپنی سیرۃ کے باب مثالب بنی امیہ میں لکھا ہی کہ حضرت عثمان کے باپ عفان بن العاص سے لوگ مخنث کا کام لیتے تھے۔ اور ایسا ہی حضرت طلحہ کے باپ عبید اللہ کی نسبت لکھا ہی جنکے اسناد حصہ دوم میں لکھے جاوینگے انشاء اللہ تعالی الغرض بعض جاہل عرب اس صفت کے بھی تھے اور یہ جہل آگے بڑھا اور بعض خلفا و مروانیہ میں سے ایسے عامل ہوئے چنانچہ تاریخ الخلفا سیوطی بیان ولید بن یزید بن عبد الملک صفحہ ۸۵ میں ہی کہ ذہبی نے

قال الذہبی لم یصح عن الولید کفر ولا زندقۃ بل اشتہر بالخمر والتلوط۔	کہا کہ ولید کے کافر یا زندیق ہونے کی تصحیح نہیں بلکہ وہ شراب خواری اور لونڈے بازی میں مشہور تھا

انتہی مصلحاً چونکہ بعض اسلاف اس فعل کے عادی اور بعض خلیفہ اس فعل کے مرتکب تھے جیسے عبد اللہ بن مبارک شاگرد امام ابو حنیفہ اور یحیی بن اکثم قاضی القضاۃ مامون رشید وغیرہ دوم بعض حدید الاسلام بھی تھے پس ایسے تصورات واقعات سے بعض مجتہدین نے اس فعل کو فعل عبث قرار دیکر لواطت کے حدود کے ترک اسقاط میں بہت جانفشانی کی چنانچہ ہدایہ کے صفحہ ۴۹

ومن اتی فی الموضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط فلا حد علیہ عند ابی حنیفۃ ومن وطی بہیمۃ فلا حد علیہ	میں ہی جو شخص عورت یا مرد سے لواطت کرے پس امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسپر حد یعنی سزا نہیں ہی اور جو چوپایہ سے کرے اسپر بھی حد نہیں انتہی

غرض مجتہدین سلف و خلف نے اسی باب خاص میں بکثرت ایسے اجتہادات کیے جنکے سبب وہ غریب بدعلم ہوگئے از انجملہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہ جنکی حکایت کا قصہ ابن حجر عسقلانی نے نظام شاعر کی زبانی لسان المیزان ترجمہ ابو یوسف میں ابو اسحاق شیرازی (استاد خطیب بغدادی) کی کتاب لقاب سے نقل کیا ہی وہ یہ ہی کہ جب یعقوب یعنی امام یوسف دفن ہو چکے تو انکی قبر پر نظام شاعر نے تکبیر کہ یہ اشعار پڑھے جن کا حاصل یہ ہے۔

سلہ بعض دہلی کے واعظین وہ احناف امام ابو حنیفہ سے سنا کہ امام صاحب ایک خوب صورت لڑکے کو جو ان طلبا سے علیحدہ ستون کی آڑ میں بٹھا کر سبق دیا کرتے تھے پس امام صاحب کا یہ فعل محمل بخوف و احتیاط اعلام ہے۔

وقال الشیرازی فی الالقاب سمعت
عبد الملک بن محمد الهواری یقول
لما دفن ابو یوسف وقف النظام علی
قبره فقال ؎ سقی جدثا به
یعقوب امسی + من الوسمی منبجس
رکام + تلطف فی القیاس لنا
فاضحت + حلالا بعد حرمته
المدام + ولولا ان مدته تناهت +
وعاجل عنیة الحمامی + لاعمل مجملا
فی القیاس الفکر حتی + یحل لنا
الخریدة والغلام

دفن ہوچکے تو اُن کی قبر پر نظام شاعر نے
کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے جن کا حاصل یہ ہی
ابو یوسف نے اپنے قیاس سے شراب کو
حلال کیا قیاس کی طرف اس قدر عنایت
کی کہ ہمارے لیے حرمت مدام کے بعد اس کا
حلال ہونا ثابت کردیا اگر ابو یوسف کو جلد
موت نہ آتی تو وہ زنا اور غلاموں کی لواطت
کو ہمارے لیے حلال کرجاتے انتہی

پس عجب نہیں کہ فقہ میں جوان مرض والوں کی رنائیں ہیں وہ ایسے ہی اسباب سے ہوں واللہ عالم بالصواب۔

تبصرہ در تکذیب علّت ابنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ

اگرچہ بعض بازاری جنگلی وحشی حجازیوں میں خلاف وضع فطرت کی عادت کے ہم خود ناقل ہیں لیکن حضرات شیعہ نے بعض جو فروش گندم نما اہل سنت کی کتب ضعیفہ و نامعتبر سے ہمارے پیشوائے دین متین یعنی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی ایسا ہی الزام لگایا ہے لہذا اس کذب صریح و بہتان قبیح کی بخوبی تردید معہ نقل اعتراض کی جاتی ہے۔

سید محمد المخاطب سلطان العلماء لکھنوی نے فاضل رشید شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی شوکت عمریہ کے رد میں ضربت حیدریہ لکھی ہے اُسکے صفحہ

در حدیث وارد شد لاتبل قائما ونقل عن
جلال الدین السیوطی فی حاشیہ

۲۳ میں ہی۔ اور حدیث میں جو آیا ہے
کھڑے ہو کر پیشاب نہ کر تو حاشیہ علی القاموس

على القاموس والقانون وكان المخانيث كثيرا فى الجاهلية منهم سيدنا عمرؓ وان حاء الا بنة كانت فى كثير اهل الجاهلية كابى جهل وغيره والرافضية يقولون ان سيدنا عمر كان به هذا الداء الا يعلمون انه كان به داء ولم يكن دواءه الا ماء الرجال۔

والقانون مین جلال الدین سیوطی سے نقل کی گئی ہے کہ زمانہ جاہلیت مین بہت مخنث تھے اُن مین ہمارے سردار حضرت عمرؓ بھی تھے اور بیشک زمانہ جاہلیت مین مرض اُبنہ بہت لوگون کو تھا جیسے کہ ابی جہل وغیرہ اور رافضی کہتے ہین کہ سیدنا عمر کو بھی یہی مرض تھا تو وہ جانتے نہیں کہ اُن کو ایسا مرض تھا کہ جس کی دوا ماء الرجال کے سوا اور کچھ نہ تھی انتہی محصلا۔

سلطان العلماء موصوف نے عبارت مذکور کے آگے حدیث مشہور الولد الحلال یشبہ بالخال بھی لکھی ہی جس سے اُنکا یہ ایما ہے کہ ابوجہل چونکہ حضرت فاروق کا حقیقی ماموں ہی اور اسکو مرض ابنہ تھا تو بسیاق حدیث موصوف حضرت فاروق بھی اپنے ماموں کے ہم مذاق ہونگے معاذ اللہ۔ اس ناپاک خیال ہونے کی یہ وجہ سنی گئی ہے جو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ مین ابن عباس سے مروی ہی کہ آنحضرت نے ایکدن ایک انصار کے لڑکے کو

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم ارسل غلاما من الانصار الى عمر بن الخطاب وقت الظهر ليدعوه فدخل فراى عمر على حالة كره عمر رؤيته عليها فقال يا رسول اللہ وددت لو ان اللہ امرنا ونهانا فى حال الاستيذان فنزلت يا ايها الذين امنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم الخ

حضرت فاروق کے بلانے کے واسطے ظہر کیوقت بھیجا پس وہ غلام یا لڑکا بیت عمر مین داخل ہوا پس عمر کو اُسنے ایسی حالت مین دیکھا کہ حضرت عمر کو ایسی حالت کا دیکھنا ناگوار ہوا پس آنحضرت سے عرض کیا کیا اچھا ہوتا کہ اجازت لیکر گھر مین داخل ہوے پس یہ حکم نازل ہوا کہ اے ایمان والو سزا ہے کہ تمہارے غلام تم سے اجازت لین انتہی محصلا۔

ہم نے بکثرت کتب مناظرہ سنی و شیعہ دیکھین لیکن کسی کتاب مین اس خبیث شبہ کا رد

نہین دیکھا حیرت اور علما پر افسوس ہی کہ کسی نے بحقیقت حضرت فاروق اس عیب سے بری تھے پس شریفانہ طور پر محققانہ دندان شکن جواب کیون نہ دیا گیا وا دریغا وا حسرتا۔

الجواب

اول تو حاشیہ علی القاموس والقانون کتاب یا رسالہ غیر مشہور جس سے ہمارے علما ناواقف ہونگے اور اُس کا راوی اول اور سیوطی کی نقل کا منقول عنہ نامذکور ہی پس ایسی مجہول سند سے طعن داب مناظرہ کے خلاف ہی دوم یہ اعتراض سیوطی کے اصول مذہب کے خلاف ہے اس صورت سے سیوطی پر بہتان ہے سوم بالفرض سند مذکور مین حضرت عمر کی نسبت علت ابنہ کا ذکر ہے تو سیوطی نے روافض کا بیان کیا ہی کہ راے اور اجتہاد سے حضرت فاروق مین اس مرض کے ہونے کا حکم نہین لگایا نہ اسکی تصدیق کی چہارم سیوطی نے حضرت فاروق کی نسبت علت ابنہ کو تسلیم نہین کیا بلکہ بجاے اسکے کوئی دوسرا مرض قبول کیا ہی جسکی دوا ماء الرجال لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ قدیم سے کسی مرض کی دوا وہ چیز سمجھی جاتی ہی جو مزیل مرض ہو اور ماء الرجال مورث مرض ابنہ ہے لہذا اوسکو علت ابنہ کی دوا نہین کہا جا سکتا جس سے ثابت ہوا کہ سیوطی نے علت ابنہ ہونے کو تسلیم نہین کیا پس ماء الرجال کے نام پر علت ابنہ کا قیاس دلیل حماقت ہی دیکھو علم خواص الحیوانات سے ثابت ہی کہ اکثر حیوانات کے جگر و دل و براز و عرق و بال و کھال وغیرہ سے انسان کے بکثرت امراض دفع ہوتے ہین پس عجب نہین کہ ماء الرجال کسی مرض کی دوا بھی ہو پنجم سیوطی نے بالفرض لفظ سیدنا عمر بھی لکھا بھی ہے تو اُسنے التباس اسماء متفق الابنیت سے دھوکا کھایا ہوگا کیونکہ روات پیغمبر مین سات اشخاص عمر بن الخطاب گذرے ہین چنانچہ شرح نخبۃ الفکر فصل المتفق والمفترق ۳۲۲ مین ہی۔ سخاوی نے کہا ایسے اشخاص کے بیان مین جو باپون کے نام مین

قال السخاوی من امثلۃ ایوب بن سلیمان ستۃ عشر وابراہیم بن یزید ثلثۃ عشر وابراہیم بن موسی اثنا عشر

متفق تھے جیسے ایوب بن سلیمان سولہ شخص اور ابراہیم بن یزید تیرہ اور ابراہیم بن موسے بارہ اور علی ابن ابیطالب نو شخص اور ابراہیم

وعلی ابن ابی طالب سبعۃ وابراھیم بن مسلم ثمانیۃ وعمر بن الخطاب سبعۃ وانس بن مالک ستۃ وابان بن عثمان خمسۃ ویحیی بن یحیی اربعۃ وابراھیم بن بشار ثلثۃ وعثمان بن عفان اثنان۔

بن مسلم آٹھ اور عمر بن خطاب سات شخص اور انس بن مالک چھ اور آبان بن عثمان پانچ اور یحیی بن یحیی چار اور ابراہیم بن بشار تین شخص اور عثمان بن عفان دو انتہی محصلا۔

چونکہ سیوطی کی سند مزبور میں نہ روات کا نام ہی جو ان کا ثقہ وعادل ہونا یا نہ ہونا معلوم ہو سکے اور نہ عمر بن خطاب ملقب بہ فاروق عدوی کے سلسلہ نسب کے ساتھ علت ابنہ کا ذکر ہے ان وجوہ باہرہ سے متعلق نہیں ہوا جاتا ہے کہ ان سات اشخاص عمر ابن خطاب میں سے کون سا ہوگا کہ جس ابن خطاب کا مرض ابنہ سیوطی نے بلا اظہار اسناد نقل کیا ہو اس دعوے کے ثبوت میں ہمارے پاس شواہد بکثرت ہیں۔

شاہد اول حضرت فاروق کا حلیہ وبشرہ ہی ایسا تھا کہ کسی ناپاک سی ناپاک طبیعت کو بھی آپ کی طرف رغبت نہیں ہو سکتی چنانچہ **تاریخ** خمیس دیار بکری کے صفحہ ۲۴۲ میں ہے۔ کوفیوں کے روایت حضرت عمر کا رنگ نہایت سیاہ تھا اور

الکوفیون یروون ان عمر ادم شدید الادمۃ واھل الحجاز یروون انہ ابیض امھق والامھق یشبہ لونہ لون الجص لا یکون لہ دم ظاھر۔

اہل حجاز اس رنگ کو امہق کہتے ہیں اور امہق وہ رنگ ہی جو گچ کے مشابہ ہو اور خون نہ معلوم ہوتا ہو انتہی محصلا۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت عمر دراز قد اور اصلع واجلح تھے آنکھیں نہایت

کان عمر طوالا اصلع اجلح شدید حمرۃ العینین خفیف العارضین والاجلح ھو الذی ینحسر شعر مقدم رأسہ

سرخ اور گال پچکے ہوئے اور اجلح وہ کہ جس کے دونوں طرف کے بال سر کے اڑے ہوئے ہوں اور اصلع وہ کہ جسکے سامنے کے بال نہوں انتہی

اس عبارت سے جناب موصوف کے گنجے ہونیکا احتمال ہوتا ہی اور حضرت عمر کبھی

اعسر یسر ھو الذی یعمل بیدیہ جمیعا وسبلتہ[1] کثیر الشعر فی اطرافھا صہبۃ۔

دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور مونچھوں کے بال گھن دار اور ان کے اطراف بھوراپن تھا۔

وکان عمر احول یعنی حضرت عمر بھینگے تھے، اور یہ بات محاضرات الابرار ابن العربی میں بھی موجود ہے کہ ایکدن مامون رشید نے حضرت فاروق کے قول متعتان انا احرمھما پر طعنہ کر کے کہا تھا کہ

من انت یا احول تنھی عما فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اے بھینگے تو کون ہے کہ جسکو پیغمبر خدا نے کیا تو منع کرتا ہے انتہی محصلا

اور حضرت عمر اروح تھے یعنی معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوار ہیں اور لوگ پیادہ چلتے ہیں

وکان عمر اروح کانہ راکب والناس یمشون قال الجوھری ھو الذی تتباعد صدور قدمیہ وتتدانی عقباہ وکل نعامۃ روحاء محصلا از تاریخ کامل۔

جوہری نے کہا کہ اروح وہ ہے جسکا صدر قدم دور پڑتا ہو اور گھٹنے نزدیک ہوں انتہی

اگر ان چار عبارات کے مطابق کسی کی تصویر کھینچی جائے تو ایسے حلیہ و بشرہ کا انسان عجیب الخلقت سمجھا جائیگا

دوسرا حلیہ استیعاب ابن عبد البر جلد ثانی صفحہ ۴۳۹ میں ایسا لکھا ہے

وکان شدید الادمۃ طوالا کث اللحیۃ اصلع اعسر یسرا کان شدید الادمۃ

حضرت عمر کا رنگ نہایت کالا لمبا قد ڈاڑھی گھندار گنجا کھبا لنگڑا انتہی محصلا

[1] مجمع بحار الانوار جلد اول صفحہ ۹۲ میں ہے وذکر لہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المجوس یوفرون سبالھم ویحفون لحاھم فقال خالفوھم فکان بعضھم یجزہ (قال) الغزالی لا باس بترکہ فعلہ عمر یعنی آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ آتش پرست ڈاڑھی منڈاتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں آنحضرت نے فرمایا تم انکے خلاف کرو پس بعض صحابہ نے ڈاڑھی بڑھانا اختیار کی غزالی نے فرمایا کہ مونچھیں بڑھانی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ فعل حضرت عمر کا ہے انتہی۔

الا دمة وو صفہ ابو رجاء العطاردی وکان معقلا۔

بعض محققین نے جناب ممدوح کے لنگڑے ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے آپ کی ٹانگ توڑ ڈالی تھی چنانچہ انسان العیون فی سیرۃ الماموں علی بن برہان الدین یمنی شافعی مین ہو کہ اصلی دشمنی خالد بن ولید سے حضرت عمر کی یہ ہی

اصل العداوۃ بین خالد وسیدنا عمر علی ما حکاہ الشعبی (الی ان قال) وکان اقوی فکسر خالد ساق عمر فعولجت وجبرت۔	جسکو امام شعبی نے لکھا ہے کہ یہ دونون بچپن مین کشتی لڑے چونکہ خالد قوی تھے انھون نے عمر کی ٹانگ توڑ دی پس علاج کیا گیا ٹانگ جڑ گئی انتہی محصلاً

یہ دونو حلیہ حضرت فاروق کے شہنشاہی زمانہ کے مین کہ جب بے فکری اور تعیش کے ساتھ بسر ہوتی تھی اور بچپن مین بجہت محتاجی آپ اونٹ چراتے تھے (صحیح بخاری وغیرہ) **یا** بقول عمرو عاص اپنے باپ کے ساتھ لکڑیان پہاڑ سے کاٹ کر بیچتے تھے (ازالۃ الخفا مقصد دوم) **یا** حضرت سیف اللہ کے باپ ولید بن مغیرہ کے ہان چوکیداری دہالی پر نوکر تھے (شرح نہج البلاغہ) **یا** گدھے بیچتے تھے (نہایت المطلب حنبلی) **یا** دلالی کرتے تھے (روضۃ الاحباب دمراح) تو ان مصیبت کے ایام مین اور بھی چہرہ مبارک پر نور برستا ہوگا **پس** ان بناؤن پر وثوق سے کہا جاتا ہی کہ معترض کا خیال محض یکہ معترض کا خیال محض لغو ہے انکی جانب ایسی ناپاک نظر سے کسی نے دیکھا بھی نہوگا۔

شاہد دوم تندخوئی و بدمزاجی آثار شہوت سے ہی اور حضرت فاروق مغلوب الغضب و فظ غلیظ مشہور تھے جیسا کہ صحیحین مین ہی اور آپ کے مزاج کی کیفیت ابتدائے عمر سے مرتے دم تک رہی چنانچہ قبل قبول اسلام بہن بہنوئی سے جوتی پیزار کی اور بعد قبول اسلام آنحضرت سے بکثرت مواقع پر تکرار اور بالخصوص صلح حدیبیہ مین آنحضرت سے ان کی بدمزاجی صحیحین مین مشہور ہے اور یہ بدمزاجی اپنے زمانہ خلافت مین اور بھی بڑھ گئی تھی چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ مین ہے واقعہ عایشہ علیہا ما علیہا جب حضرت عایشہ نے اپنے باپ کا ماتم مقرر

دوم اور حضرت فاروق بانظر

فنهاهن عن البكاء عمر فابى فقال لهشام ابن الوليد ادخل فاخرج الى ابنة ابى قحافة فاخرج اليه ام فروة بنت ابى قحافة فعلاها بالدرة ضربات فتفرق النوائح حين سمعين ذلك۔

مقرر کرنا چاہا تو حضرت عمر نے منع کیا اور حضرت عائشہ نے نہ مانا تو حضرت عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ اندر گھسکر ابو بکر کی بہن کو پکڑ لا پس ہشام ام فروہ بنت ابی قحافہ کو باہر پکڑ لایا اور چند کوڑے مارے اور رونے والیان بھاگ گئیں انتہی محصلاً

مقام غور ہے کہ ناموس پیغمبر کا لحاظ نہ کیا غیر مرد سے انکی پردہ دری کرائی اور ان کی بہن کو مردانہ میں غیر مرد سے پٹوایا پس ایسے امور سلیم المزاج جمود الطبیعت سے سرزد ہونے محال ہیں خطا حضرت عائشہ کی اور پٹیں ام فروہ اخت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

بخاری جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں ابن عمر کی حدیث ہے کہ ایک دن آنحضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور ان کا ردی حال معلوم کر کے رونے لگے پس اسی حدیث میں

وكان عمر يضرب فيه بالعصاء ويرمي بالحجارة ويحثي بالتراب۔

یہ قصہ بھی ہے کہ حضرت عمر میت پر رونے والون کو لکڑی اور پتھر سے مارتے تھے اور اسکے منھ میں خاک بھرتے تھے انتہی محصلاً۔

اغاثۃ اللہفان ابن قیم صفحہ ۱۸۱ میں مسند عمر مولفہ حافظ ابو بکر اسمعیلی سے یہ روایت

قال عمر بن الخطاب ما ندمت على شئ ندامتي على ثلث ان لا اكون حرمت الطلاق وعلى ان لا اكون نكحت الموالي وعلى ان لا اكون قتلت النوائح۔

منقول ہے حضرت عمر فرماتے تھے کہ ہم کسی بات پر اسقدر نادم نہیں ہیں جتنا تین باتوں پر اے کاش ہمنے تین طلاقون کو حرام نہ کیا ہوتا اور غلامون کا نکاح نہ کیا ہوتا اور رئیس زادگان متوفی کے رونے والون کو قتل نہ کیا ہوتا انتہی محصلاً۔

تاریخ خمیس دیار بکری جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں ہے کہ حضرت فاروق نے سعد بن ابی وقاص کو اس خطا پر درہ مارا کہ وہ تعظیم خلیفہ کے لیے نہ اٹھتے تھے اور ابی بن کعب کو اس خطا پر مارا کہ اور لوگ تو بحبت ادب خلیفہ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور یہ خلیفہ سے آگے بڑھ جاتے تھے انتہی محصلاً۔

پس قتل واطلام نوحین اور توہین مساوی المرتبت صحابہ سے شدید المزاجی اور رعونت

ظاہر ہے اور یہ سب صفات رجولیت پر دال ہین۔

شاہد سوم بعد ہجرت ۱۲ یا ۲ھ مین صوم رمضان کا حکم ہوا تو ان دنون مین ازواج سے مخارجت کا علم نہ تھا لیکن بجہت رجولیت ایکماہ تک حضرت فاروق بغیر عورت کے نہ رہ سکے چنانچہ فتح الباری کتاب التفسیر صفحہ ۱۳۶ مین بخاری کی حدیث اور اسکا مطلب بقدر ضرورت یہ ہے کہ جب صوم رمضان کا حکم ہوا تو رمضان بھر عورتون کے پاس جانے کا حکم نہ تھا لیکن بعض

لما نزل صوم رمضان كانوا لا يقربون النساء رمضان كله وكان رجال يخونون انفسهم فانزل الله تعالى علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم۔

صحابہ اپنی جانون پر خیانت کرتے تھے یعنی اپنی جورون سے مخارجت کرتے تھے پس اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی کہ جان لیا خدا نے کہ تم لوگ اپنے نفسون پر خیانت کرتے ہو پس تمھاری توبہ قبول کی اور معاف کیا انتہی۔

اس حدیث کی شرح مین حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہی کہ ان خائنون مین حضرت مسمی منهم عمر وکعب بن مالک رضی اللہ عنہم عمر اور کعب بن مالک تھے انتہی محصلاً

پس حضرت فاروق کی یہ خیانت رجولیت پر دال ہی۔

شاہد چہارم ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ مین ابن عباس سے مروی ہی

عن ابن عباس قال جاء عمر الى رسول الله صلعم فقال يا رسول الله هلكت قال وما اهلكك قال حولت رحلي الليلة قال فلم يرد عليه رسول الله شيئا قال فانزلت على رسول الله هذه الآية نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم۔

فرماتے ہین کہ حضرت عمر نے آنحضرت کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ مین ہلاک ہوا آپنے فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا انھون نے عرض کیا رات مین نے اپنی سواری کو اوندھا کر لیا تھا پس آنحضرت نے انپر کچھ عتاب نہ فرمایا۔ ابن عباس نے کہا کہ آنحضرت پر یہ آیہ نازل ہوا کہ عورتین تمھاری کھیتیان ہین کہ جدھر سے چاہو انکے پاس جاؤ انتہی محصلاً اگر حضرت فاروق نے وطی فی الدبر نہ کی ہوتی تو ہلکت یارسول اللہ کہنے کی ضرورت نہوتی لیکن بغلبہ رجولیت آپسے فعل خلاف وضع فطرت صادر ہوگیا جسکے

سب آپکو معافی مانگنے کی ضرورت ہوئی چونکہ آپکا فعل اضطراری بغیر عمد تھا بایں وجہ خدانے مغلوب شہوت جان کر بکرم خاص ایسے لوگون کو وطی فی الدبر نسوان کی اجازت دیدی ہو تو کوئی عجب نہین کیونکہ مرویات ابن عمر سے اباحت وطی فی الدبر نسوان فصل سوم مین ثابت ہو چکی ہے۔

پس ایسے سند یافتہ مغلوب شہوت کو بابون سمجھنا حضرات شیعہ کا جہل ہے۔

شاہد پنجم آیات کثیر مثل یسئلونک عن المحیض اور نساءکم حرث لکم اور انکم کنتم تختانون انفسکم وغیرہ حضرت فاروق کی شان والا شان مین نازل ہوئین اور انکے علاوہ اور بھی آیات نازل ہوئین۔

ازانجملہ بالخصوص آیات حرمت خمر ہین جنمین سے ہر ایک آیت کے نزول پر جناب موصوف کو ہی بلاکر حکم امتناعی سنایا جاتا تھا اور آپ انکے جواب مین دعا کیا کرتے تھے۔ اللھم بین لنا فی الخمر بیان شفاء یعنی اے خدا حرمت خمر مین اور واضح حکم نازل فرما (دیکھو ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲) اگرچہ چوتھی آیت کے نزول پر آپ نے شرما شرمی سے توبہ تلا کی یعنی انتھینا انتھینا کی صدا بلند کی کہ ہم باز آئے مجتنب ہوے لیکن چونکہ طبع وقاد فاروق بوجہ رجولیت لذات عیاشی پر مفتون تھی اس سبب سے آپ کی ترک خمر توبہ قائم نرہی اور آپنے کبھی اسکو ترک نہ فرمایا ہان خمر کی حرمت گھٹانے کے خیال سے ٹھنڈا پانی ملاکر آپ اسکو نوش فرمایا کرتے تھے چنانچہ مولوی نواب محمد حسین خان صاحب خان بہادر حنفی تعلقدار ریانوان ضلع پرتاب گڑھ ملک اودھ کی دقایق المذہب کے صفحہ ۲۹ مین ہے۔ امام نسائی نے سعید ابن المسیب سے روایت کی ہے انھون نے کہا کہ ثقیف

واخرج النسائی عن سعید بن المسیب یقول تلقت ثقیف عمر بشراب فدعا به فلما قربه الی فیه کرهه فکسره بالماء فقال هکذا فافعلوا۔

کے لوگون نے حضرت عمر فاروق کی تواضع شراب سے کی آپنے طلب فرمایا جب منہ کے پاس لیگئے تو ابکائی آئی پس اسکی تیزی کو پانی سے توڑا اور فرمایا ایسا ہی تم بھی کر لیا کرو انتھی محصلا۔

جناب موصوف کا یہ شوق اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ آپ سفر حج مین بھی ترک نہوتی تھی **مسند** امام ابوحنیفہ اور **فتح الباری** جلد پنجم صفحہ ۱۴۳ مین ہے سعید

قال النسفی اشار الی رویۃ سعید بن ذی لعوہ انہ شرب من سطیحۃ عمر فسکر فجلدہ عمر قال انما شربت من سطیحتک قال اضربک علی السکر۔

بن ذی لعوہ نے حضرت فاروق کے سطیحہ یعنی سفری صراحی سے پانی پیا تو مست ہوگیا حضرت عمر نے اسکو مارنا شروع کیا تو ابن ذی لعوہ نے کہا کہ ہمنے تو تمہارے ہی سطیحہ سے پانی پیا تھا عمر نے کہا کہ ہم نے تجھے مست ہوجانے کے

سبب سے مارا ہے انتہی محصلا چونکہ اس مردانہ نشہ کا ذوق وشوق اکثر مردون ہی کو ہوا کرتا ہے لہذا حضرت فاروق بھی مرد تھے جو شرب خمر کے عادی تھے حتی مرتے دم تک ایسے ترک نہوئی (دیکھو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی)۔

شاہد ششم حضرت فاروق کی چند ازواج تھین جو آپنے اپنی عمر کے مختلف سنون مین کی تھین اور آپ صاحب اولاد بھی تھے ان شواہد مردی کے علاوہ بڑھاپے مین آپ ایسے مغلوب شہوہ تھے کہ روزہ مین کنیزون کو نہ چھوڑتے تھے چنانچہ کنز العمال کتاب الصوم ترجمۃ المبیح والمفسد مین حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت فاروق ایک دن صحابہ کے پاس آئے اور فرمایا تم مجھے کیا فتوی دیتے ہو اس مین جو مین نے

عن سعید بن المسیب قال خرج عمر ابن الخطاب علی اصحابہ فقال افتونی فی شئی صنعتہ الیوم فقال ماھو یا امیر المومنین قال مرت بی جاریۃ فاعجبتنی فوقعت علیہا وانا صائم فعظم علیہ القوم

آج فعل کیا ہے صحابہ نے پوچھا یا امیرالمومنین وہ کیا فعل ہے آپنے فرمایا کہ میرے پاس سے ایک باکرہ یا کنیز نکلی اسنے مجھے لبھا لیا پس مین اسپر چڑھ بیٹھا حالانکہ مین روزہ دار ہون پس صحابہ کو سن تعجب ہوا انتہی محصلاً۔

دوم تاریخ الخلفا سیوطی بیان قضایائے عمر صفحہ ۹۷ مین جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر گھر سے باہر جاتے تو آپکی ازواج کہا کرتی تھین کہ تم فلان قبیلہ کی

چھوکریوں کو گھورنے جاتے ہو انھی سو حضرت فاروق نے اٹھاون سال کی عمر مین پانچ سات برس کی لڑکی ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق پیغام نکاح دیا تھا جیسا کہ صحاح وغیرہ مین ہی ان تمام واقعات سے آپ کی رجولیت ثابت ہی **الغرض** اگر حضرت فاروق کو علت ابنہ ہوتی تو جو زمانہ تلت مشائخ کا ہی اوس مین اس جوش کے خلاف جمود حین ہوتا اور عورتون کی طرف بڑھاپے مین ایسی افراط سے رغبت ہوتی کہ روزہ کی حرمت کا خیال بھی نہ رہتا نہ ایمان کا پاس نہ اسلام کا لحاظ پس ثابت ہوا کہ سیوطی کی سند مین جو لفظ سیدنا عمر ہے وہ بجہت التباس و اشتراک ابنیت یا سہوا ہے تحقیقی ہرگز نہین۔ اور بعض احادیث سے جو حضرت فاروق کو کوئی ایسا مرض پایا جاتا کہ جس سے علت ابنہ کا احتمال ہوتا ہے تو اسکی ہم تنقید کر دیتے ہین تاکہ آیندہ ایسے ناپاک الزام کا مخالف کو منھ نہ رہے۔

تنقید امراض حضرت فاروق رض

بفرض محال اگر حضرت فاروق کی نسبت اس عیب کو تھوپا جاے تو حقیقۃ حال یہ ہی کہ بعض کتب معتبرہ علماء و صحاح وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت فاروق رض کو استرخاء شرج تھا یا مرض خروج المقعد کیونکہ استرخاء شرج مین بے ارادہ فضلہ و ریاح کا نکلنا لازم ہے اور ایک آدھ موقع یہ آپ سے صادر ہوا ہی۔ چنانچہ محاضرات مین امام ابو القاسم راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔

روی عن عمر رضی اللہ عنہ	روایت کی گئی ہے کہ بیشک حضرت عمر
فصعد المنبر یخطب فقطع خطبتہ	ایک دن خطبہ فرما رہے تھے منبر پر کہ یکایک
فقال ایها الناس انی مثلت	آپ نے خطبہ موقوف فرمایا اور کہا کہ اے
بین اخاف اللہ فیکم او	لوگو مین کھڑا ہو گیا ہون اسلئے کہ مین متردد ہون
اخافکم فی اللہ فکان خوف	خدا سے ڈرون یا تم سے تو اللہ کا خوف تمھارے
اللہ اولی وان قد خرج	(شماتت) سے اچھا ہی میرا گوز نکل گیا ہے

مني ظرطته وانا اعيد الوضوء ثم اعود۔

مین ابھی وضو کر کے واپس آتا ہون انتہی محصلًا۔

استرخاء شرج ہونیکے اور واقعات بھی ایسے ہین کہ جن پر اس مرض کے ہونے کا احتمال ہو سکتا از انجملہ تاریخ خطیب بغدادی مین عکرمہ غلام ابن عباس سے مروی ہے

عن عكرمة ان حجاما كان يقص عمر بن الخطاب وكان رجلا مهيبا فتنحنح فاحدث الحجام فامر له باربعين درهما

کہ ایک دن حضرت عمر کی اصلاح حجام بنا رہا تھا اور حضرت عمر مہیب شخص تھے انھون نے کھنکارا پس از خوف ان کے حجام کا گوز نکل گیا حضرت عمر نے چالیس درہم انعام کا حکم دیا انتہی محصلًا

اس روایت پر یہ قیاس صریح ہے کہ جناب فاروق استرخاء شرج کی مصیبت سے واقف بلکہ مبتلاے مرض تھے اور حجام کے بے ہنگام احداث سے آپکو استرخاء شرج کا یقین ہوا اسپر آپکو پہلے سے علم ہو گا یا دریافت فرمالیا ہو گا پس آپنے رحم فرماکر بہر علاج حجام کو چالیس درہم عنایت کیے ورنہ جناب موصوف کی جزرسی مسلمہ اور ماشبہ بخل تھی۔

دوم بسیار خواری کو سوء ہضمی اور سوء ہضم کو برودت لازم اور برودت سے استرخاء شرج پیدا ہوتا ہے چونکہ حضرت فاروق اکول یعنی بسیار خوار مشہور تھے اس بنا پر قیاس ہوتا ہے کہ اسی کی بدولت آپکو استرخاء شرج پیدا ہو گیا ہو تو تعجب نہین۔ چنانچہ آپکی بسیار خواری کے بعض اسناد یہان کتب صحاح وغیرہ سے درج کیے جاتے ہین۔

از انجملہ موطاء امام مالک مین انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے

عن انس بن مالك قال رأيت عمر بن الخطاب يطرح له صاع من تمر ياكل حتى ياكل حشفه۔

دیکھا حضرت فاروق کے لیے ایک صاع (یعنی بوزن حالیہ انگریزی دو سیر ۸ چھٹانک) کھجورین لائی جاتی تھین اور آپ اوس کا

---

[1] تاریخ الاذان (؟) مین ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان سے بھی اثناء خطبہ مین گوز صادر ہوا تو اُنھون نے فورًا یہ خطبہ اختیار کیا الحمد لله الذي جعل خروج الريح راحة یعنی شکر خدا کہ جس نے خروج ریح کو راحت بنایا اور بہتیرے نے جو شکر کیا کہ ولکن على المنبر فباحة و وقاحة ۱۲

حشفہ تک کھا جاتے تھے یعنی جملہ تر و خشک کھا جاتے تھے انتہی (ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۴۹
اسیطرح ایک صاع کھجور کے ناشتہ کا ذکر خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ مختصر مین کیا ہے جو ابن عباس سے مروی ہے پس ظاہر ہے کہ مٹھاس مضر معدہ اور چھٹانک کم تین سیر کا جو ناشتہ کرے تو اسکی معمولی غذا کیا کچھ ہوگی پس عجیب نہین کہ اس بسیار خواری کی بدولت رطوبت بڑھتے بڑھتے استرخار شرج پیدا ہوگیا ہوگا۔ ان قیاسون پر احتمال ہے کہ حضرت فاروق کو مرض مذکور پیدا ہوگیا ہوگا لیکن سند مذکور مین مرض مزبور کیلیے صریح لفظ نہین جسکے بل پر بدرست کہا جاسکے کہ حضرت فاروق کو یہی مرض تھا ہان مرض خروج المقعد کے اسناد قوی اور بعض اسناد مین الفاظ کی دلالت صریح مرض مذکور پر ہوتی ہے لہذا باطمینان کہہ سکتے ہین کہ آپ کو خروج المقعد ہی تھا چنانچہ اس دعوے کے ثبوت مین ہم چند اسناد پیش کرتے ہین۔

اسانید خروج المقعد

سند اول کنز العمال کتاب الطہارت من قسم الافعال جلد پنجم صفحہ ۱۲۶ مین زید

عن زيد بن وهب قال رأيت عمر بن الخطاب يبول قائما۔

بن وہب سے روایت ہی وہ کہتے ہین کہ مین نے عمر بن خطاب کو استادہ پیشاب کرتے

انتہی محصلا۔ سند دوم اسی کتاب کی فصل باب اول صفحہ ۱۲۷ مین حضرت فاروق کا

قال عمر بن الخطاب البول قائما احصن للدبر والبول جالسا ارخى للدبر۔

قول ہی کہ ایستادہ پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہے اور بیٹھکر پیشاب کرنے سے دبر ڈھیلی ہوتی ہے انتہی محصلا۔

سند سوم فتح الباری شرح بخاری مین ہی بیشک عمر ابن خطاب ایستادہ

ان عمر ابن الخطاب كان يبول قائما و يبول على عقبيه وكان يقول البول قائما احصن للدبر۔

پیشاب کرتے تھے اور کبھی ایڑی پر بیٹھکر اور فرماتے تھے ایستادہ پیشاب کرنے سے دبر کی حفاظت ہوتی ہی انتہی محصلا۔

سند چہارم ازالۃ الخفا مقصد دوم ذکر سنن آداب الخلا عمر صفحہ ۸۰ مین ہے

اخرج البغوی وغیرہ هو من مشاهیر المحدیث عن عمر قال رانی النبی صلعم ابول قائما فقال یا عمر لا تبل قائما ابو بکر عن یسار بن کان عمر اذا بال مسح ذکرہ بحایط او حجر ولم یمسه ماء قلت اجمع علی ذالک علماء اهل سنتہ ولیس فیها حدیث مرفوع وانما هو مذهب عمر قیاسا علی الاستنجاء من الغایط ۔

بغوی وغیرہ جو مشاہیر المحدیث سے ہین انھون نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے مجھے استادہ پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا ای عمر ایستادہ پیشاب نہ کر ابو بکر ابن یسار سے روایت ہی کہ حضرت عمر پیشاب کرتے تو ذکر دیوار سے یا پتھر سے چھواتے تھے اور پانی سے استنجا نہ کرتے تھے (قول شاہ ولی اللہ) مین کہتا ہون اس پر اجماع ہے علماء اہل سنت کا اور کوئی حدیث مرفوع (ایستادہ پیشاب یا دیوار وپتھر سے مسح کرنے کی) نہین ہی اور اس طرح مسح کرنا عمر کا قیاسی مذہب ہے انتہی محصلا۔

ان چارون سندون سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر ایستادہ پیشاب کرتے تھے اور پانی سے استنجا نہ کرتے تھے اسکی وجہ تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ مرض مذکور کی حالت مین اگر حضرت عمر بیٹھکر استنجا کرتے تو خوف خروج المقعد تھا اور جو کھڑے کھڑے استنجا کرتے تو تمام ٹانگین اور پانون نجاست سے آلودہ ہو جاتے پس باین لحاظ آپ دیوار و پتھر وغیرہ سے استنجا کرتے اور اسکو طہارت کافی سمجھ لیتے غالبا ہمارے ہان جو خلاف قرآن پانون دھونے کا وضو مین جو رواج ہو گیا ہے کہ بغیر ضرورت پاک پانون بھی دھوتے ہین اور مسح نہین کرتے تو یہ اسی سنت فاروقی کا سبب معلوم ہوتا ہے ۔

سند پنجم اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی مین ہے بول کردن ایستادہ یا از بقایای عادت جاہلیت بود یا بجہت عذری کہ او را عارض شدہ بود. و در عذر عمر وجہی دیگر گفتہ اند کہ وی گفتہ ایستادہ بول کردن نگاہ دارندہ است دبر را پس تواند بود کہ در آن وقت او را علتی عارض بود کہ بدان ملاحظہ داشت کہ چیزی از طرف دیگر بدر آید و باوجود یکہ نہی کرد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عمر را در حدیث وارد شد

یا عمر لا تبل قائماً انتھی بلفظہ فقرہ کا چیزے از طرف دیگر بدر آمد کا دوسرا ثبوت ملاحظہ ہو۔ سند فضل اللہ بن محمد بن احمد ابو المکارم تورپشتی کی شرح مصابیح مین ہی صاحب کتاب فرماتے ہین۔ بیشک ہم نے دوسری حدیث مین دیکھا ہے کہ حضرت عمر

قد وجدنا فی حدیث آخر ان عمر رضی اللہ عنہ بال قائماً وقال البول قائماً احصن للدبر فلا بد ان یکون فعلہ ھذا مقترناً بعذر لانہ جمل رواۃ حدیث النھی عن رسول اللہ صلعم فلم یکن یخالفہ فنحمل ماروی عنہ انہ بال قائماً علی انہ کان علی حال لو یامن معھا استرخاء مقعدہ ترویدل علی ما ذکرناہ قولہ البول قائماً احصن للدبر۔

استادہ پیشاب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ استادہ پیشاب کرنیسے دبر کی حفاظت ہوتی ہی پس بدیہی امر ہی کہ انکا یہ فعل کسی مرض کے سبب سے ہوگا کیونکہ وہ بھی توروات پیغمبر سے ہین پس اُن سے آنحضرت کا خلاف نہین ہو سکتا کہ وہ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہون۔ پس ہم گمان کرتے ہین کہ وہ اُن کا حال ہوگا کہ وہ کانچ باہر نکلنے کے خوف سی مامون نہونگے اور اسکی دلیل حضرت فاروق کا قول البول قائماً احصن للدبر ہے

جو خروج المقعد پر دلالت کرتا ہے انتھی محصلاً۔

پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت فاروق کو علت ابنہ نہ تھی بلکہ مرض خروج المقعد تھا ان تمام شواہد و اسناد سے قطع نظر کرکے ختم حجت کیلیے ہم ایک حدیث مرفوع پیش کرتے ہین جسکا ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم نے بکثرت طرق سے اخراج کیا ہی وھو ھذا۔

عن حذیفہ قال کنا جلوساً عند النبی صلعم فقال انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار الی ابوبکر و عمر رمسند ابی حنیفہ

حاشیہ صفحہ ۸۰

حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا مجھے نہین معلوم مین تم مین کب تک رہونگا پس انکا اقتدا کرو جو ابو بکر عمر ہین انتھی محصلاً۔

اور بعض طرق سے اس حدیث مین اهتدوا بهدی عمار وتمسکو بعهد ام عبد
بھی ہے یعنی عمار کے طریق پر چلو اور عبداللہ ابن مسعود سے دین مین سند لو اگرچہ
بعض حدیث کا یہ فقرہ بھی ہمارے استدلال کا معین ہے کیونکہ دونون صاحب بھی مقلد
شیخین تھے اور بالخصوص حضرت ابن مسعود لیکن ہمارا استدلال حدیث مرفوع کے
اتنے ہی حصہ سے ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اقتدوا بالذین بعدی ابوبکر وعمر
کیونکہ آنحضرت نے اپنے آخر زمانہ مین اقتدار شیخین کا حکم دیا پس اگر حضرت فاروق کو
علت ابنہ ہوتی تو یقینا آنحضرت ایسے شخص کے اقتدا کا حکم نہ دیتے لہذا حضرات
شیعہ کی منصف مزاجی سے امید ہے کہ آیندہ ایسا ناپاک بھونڈا بے سر و پا اعتراض
نہ فرماینگے۔

تکملہ در تکذیب لواطت ابن عمر رضی

ایک پیر صاحب نے اثنار تلاش لغت مین تاج العروس قاموس لغت نزول
کی یہ عبارت مجھے دکھائی جسکا حاصل یہ ہی حدیث مین ابن عمر کی روایت ہی کہ انھون

وفی الحدیث عن ابن عمر انہ نظر الی غرامیل رجال فی الحمام فقال اخرجی۔	نے حمام مین لوگون کے بڑے بڑے ذکر دیکھے تو فرمایا مجھے یہان سے نکالو انتہی محصلاً۔ اور یہ عبارت کہا کر مصرعہ پڑھا سہ

اگر بر متوان دید تمام کند لیس من غیظ مین بھر گیا تاہم سنبھل کر معقول جوابات سے
اُن کا ناطقہ بند کر دیا پس بصیرت ناظرین کیلیے یہان اُن جوابات کو بھی قید قلم
کیا جاتا ہی۔

وجہ اعتراض شیعہ تو وہی ہی کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایتان النساء
فی ادبارہن مین بکثرت احادیث مروی ہین جن سے اس فعل کا جواز پایا جاتا ہے جیسا
کہ فصل سوم مین ہم لکھ چکے اور اسی فصل مین عمل وطی فی الدبر نسوان حضرت فاروق کا
لکھا گیا دوسرے حاشیہ علی القاموس والقانون سیوطی سے جو بے سند عبارت اوپر کے

تبصرہ مین لکھی گئی ہے اور بیر حضرات شیعہ نے یہ قیاس مع الفارق کیا ہے کہ اگر حضرت ابن عمر حمام مین آزاد ہوتے تو خود حمام سے نکلکر بھاگ جاتے اور دوسرے لوگون سے اخرجوا کی فریاد نکرتے چونکہ باپ کیطرح معاذاللہ یہ بھی اس فعل کے عادی تھے اسلیے لوگون سے اہل جانکر پکڑا ہوگا جوانھون نے اخرجنی کی فریاد و فغان بلند کی لعنۃ اللہ علے ھذہ الھفوات ۔

الجواب اول تو شرح الشرح نخبۃ الفکر سے معلوم ہوچکا کہ رواۃ احادیث مین سات شخص عمر بن خطاب گذرے ہین پس نہین معلوم ہوسکتا کہ وہ عمر بن خطاب کون سے خاندان مین کا تھا اور یہ ابن عمر کون سے ہین غالبا اسمار متفق الابنیہ سے صاحب تاج العروس کو دھوکہ ہوا ہے یا معترض صاحب کی نافہمی ہے دوم معاذاللہ اگر حضرت موصوف اس فعل کے عادی ہوتے تو اخرجونی کہنے کی ضرورت نہوتی سوم اسی تاج العروس کی عبارت مذکورہ کے آگے صاحب شرح نے لکھا ہے وکانو مختتنین من غیر شک یعنی صاحب شرح نے اخرجونی کہنے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ حمام مین وہ لوگ ختنہ کیے ہوے تھے اور یہ عذر قابل قبول ہے کیونکہ ابن عمر ایسے بے حیا نہ تھے کہ بے حجاب ستر دیکھ کر کراہت نہ کرتے چہارم آپ کمسن نہ تھے آپنے کبھی مختون لوگون کو دیکھا نہ ہوگا اور نہ بازاری شخص تھے جو ایسی بیحیائی کو گوارا فرماتے پنجم شریعت اسلامی مین حمام یا کہین بے ستر و حجاب ہونا منع ہے اسلیے آپنے اخرجونی کہا تھا لہذا معاند کا خیال محض غلط ولغو ہے ششم حضرت عبداللہ ابن عمر کی شان مین پیغمبر خدا نے رجل صالح فرمایا ہے اور مرد صالح کے ایسے اعمال نہین ہوا کرتے پس ان دلائل سے معترض کا اعتراض مہمل ہے ۔

بازآمدم برسر مطلب

الغرض گیارہ قسم کے نکاح اور بدزنی و بازاری خانہ سازی جماع اور اقسام مجہول الانساب وغیرہ کی تفصیل سے واضح ہے کہ بعض قبائل عرب مین سے بعض افراد کے انساب

صحیح نہ تھے بلکہ قانون شریعت غرا کے خلاف۔ لہذا اگر ایسے لوگون کو معدوم النسب کہا جائے تو بالکل درست اور مولوی شفیع احمد صاحب نے اپنے رسالہ تذکرۃ الانساب صفحہ ۱۶ مین مسیح الانساب سے یہان تک لکھدیا ہے کہ جملہ مہاجرین اصحاب صفہ سے تھے اور انکے انساب نامعتبر تھے۔

خیر کچھ بھی ہو لیکن اب یہ امر تنقیح طلب ہے کہ بعض حجازی ان اخلاق باطلہ وعادات کریہہ کو اخلاق انسانی جانتے تھے اور انپر یہ اضافہ تھا کہ وہ اپنی مان بہنون پھوپھی خالہ بھانجی بھتیجی ساس انا کو کا۔ ربیبات حتی کہ بہو تک کو نہ چھوڑتے تھے جیسے عبد العزی ابن رباح نے بطن صہاک سے نفیل کو جنوایا اور پھر اسی صہاک جدہ فاروق نے اپنے بیٹے نفیل سے خطاب کو جنا اور نفیل کے مرنے کے بعد اسی صہاک نے اپنے پوتے عمر سے زید کو جنا اور نفیل وخطاب کی مان ایک تھی (سیرۃ حجاج) جسکے اسناد حصہ دوم باب اول مین لکھے جاوینگے انشاء اللہ تعالی جسکی ممانعت مین آیۂ مندرجہ حاشیہ نازل ہوا

حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامہاتکم اللتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامہات نساءکم وربائبکم اللتی فی حجورکم من النساءکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف الخ

جس سے ملوث ہونا بعض قبائل مین قبل اسلام بھی شنیع ومعیوب تھا تو ایسے افعال شنیعہ کے اسباب حقیقی اور وجوہ تحقیقی کیا کیا ہین پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسباب جہلاے عرب کی خرابی اخلاق وعادات کے وجوہ باب آیندہ مین لکھکر ان غریب عربون کی سچی حمایت اور جرائم وذمائم مذکورہ سے بطور روحی بری کیا جاے انشاء اللہ تعالی۔

تنبیہ الغافلین

ھم نے اپنے بعض معتقدین وپیشواؤن کے عیوب بکوشش تنقیح وتتبع کرکے بیشتر از بیش

ظاہر کر دیے ہیں تاکہ حضرات شیعہ یہ طعن نہ کر سکیں کہ بجہت رعایت مذہب و تعصب مؤلف کتاب ہذا نے فلان فلان عیب چھپایا ہے پس ہماری اس صداقت دیانت پر حضرات شیعہ کو بھی انصاف کرنا چاہیے اور ہم نے جس عرق ریزی سے عیوب ظاہر کیے ہیں اسی محنت و دیانت و صداقت سے ان کے استحقاق واجبی اور فضائل تحقیقی بھی باب آیندہ میں لکھتے ہیں اُن کو بھی کالوحی من السماء سمجھنا چاہیے ورنہ ویومئذ للمکذبین کا مصداق بننا پڑے گا۔

باب دوم اسباب خرابی اخلاق عرب

تتبع کتب سیر و تاریخ و احادیث و شرح و تفاسیر و فقہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ عرب اور بالخصوص اہل حجاز کے اخلاق صدیوں سے رذیل ہو گئے تھے پس اُسکے دو وجوہ تحقیقی ہیں۔ اوّل افلاس و ناداری کہ چوہا۔ گھونس۔ خون۔ بکریوں کا پیشاب تک کھائی جاتی تھے اسی وجہ سے یہ ناپاک اشیا اوائل اسلام میں اُن غربا کیلیے حلال تھیں پھر رفتہ رفتہ اُنپر حرام ہو گئیں اور چونکہ ٹیلے بیابان اور پہاڑ کہ جن کے سبب زراعت دشوار ہوتی ہو حجاز میں تھے اور پانی نایاب بایں وجہ کسی حکومت عالی نے حجاز کو اپنا دار الخلافہ قرار نہیں دیا۔ چونکہ اسکی بحث موضوع کتاب سے جدا ہے اسلیے اُسکو قلم انداز کیا جاتا ہے دوسری وجہ وجیہ جو اہل حجاز میں کمینہ حکومت کے قوانین رذیل و آئین بیجا سے اُنکے اخلاق حسنہ تباہ ہو گئے تھے پس اُن کو فصل اول میں لکھا جاتا ہے اور فصل ثانی میں اُنکے مختص فضائل مشہورہ اور عفو جرائم و دنائم کے بعض اسناد قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں بحول اللہ و قوتہٖ

فصل اوّل در تاثیرات مجاورت حکومتہائے اراذل

کمینہ حکومتوں کے کئی دور گذرے ہیں جو زمانہ آغاز اسلام سے متصل تھے پس اُنکے ہر ایک دور کا مختصر حال موضوع کتاب کے مطابق بغیر لحاظ ترتیب تحقیق پیش کیا جاتا ہے۔

دورِ اوّل در تاثیر حکومتِ یہودیان

ذونواس یہودی نے بعض قطعاتِ حجاز و عرب فتح کر کے بکثرت قبائلِ عرب کو یہودی بنا لیا تھا حتی کہ بنی تمیم و عکی و ماسیہ تک یہودی ہو گئے تھے اس بات کا پتہ بعض صحابہ کی رغبت توریت اور الفت یہود سے لگتا ہے جیسے یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری وغیرہ یہی وجہ تھی کہ حضرت فاروق کو توریت سے رغبت تھی

اگرچہ پیغمبر خدا نے توریت کے میلان و رغبت سے حضرت فاروق کو تنبیہ فرمائی تھی لیکن وہ آبائی خیال حضرت فاروق سے جدا نہوا تھا چنانچہ **اتقان** سیوطی صفحہ ۱ مین ہی کہ

ان عمر کان یاتی الیہود فیسمع منہم التورات۔	حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت مین یہود کے پاس توریت سننے جایا کرتے تھے۔

چونکہ الناس علی دین ملوکہم مسلمات سے ہی پس خلافت ثلثہ مین بکثرت صحابہ کی رغبت توریت کی طرف بڑھ گئی تھی چنانچہ زمانہ فاروق مین جب کعب احبار عالم یہود مشرف باسلام ہوے تو بکثرت صحابہ اُنسے علم دین سیکھتے تھے اور کعب معروف اُنسے اسلام سیکھتے تھے **اور** حضرت عثمان غنی نے تو اپنے زمانہ خلافت مین توریت کا ترجمہ عربی مین کیا تھا اور اسکا مبیضہ زید بن ثابت کاتب قرآن سے کرایا تھا اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص اس خیال کے خاص شخص تھے (رسالہ اثر ابن عباس مولوی عبد الحی لکھنوی) یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عباس قرآن کی طرف توجہ دلا کر توریت کی رغبت سے روکتے تھے (بخاری)

یہ اُسی یہودیت کی تاثیر تھی کہ حضرت فاروق غنی کو بعض محرمات ابدی کی حرمت مین شک رہا جیسا کہ حصہ دوم سے معلوم ہوگا اور ہمارے زمانہ مین ایسا ہی سنا جاتا ہی۔

ہم نے خود کسی کتاب مین نہین دیکھا مگر بعض دہلی و لکھنؤ کے واعظین سے خود سنا ہی کہ ایک دن حضرت ابو بکر حضرت عائشہ کے پاس تنہا بیٹھے تھے اور آنحضرت باہر سے تشریف لاے تو فرمایا کہ اے ابو بکر کیا تو شیطان کو ونے سے دور سمجھتا ہے اگرچہ پیغمبر خدا کا یہ ارشاد بجہت تعلیم امت ہوگا لیکن حضرت ابو بکر اور بکثرت اور صحابہ قبل اسلام یہودی تھے اور یہود کے ہان

بت جیتی بسلاح جسکی خبر آنحضرت کو تھی پس اس بنا پر آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو خلوت بت
جیتی سے منع فرمایا ہو تو کوئی عجب نہین ۔

دور دوم در تاثیر حکومت بت پرستان

پیغمبر خدا کی بعثت سے تین سو سال قبل عمرو بن لحی خزاعی برا قتدار خانہ کعبہ کا
متولی گذرا ہی جسکے خاندان مین کئی صدی تک خانہ کعبہ کی تولیت رہی پس اُسنے بکثرت
قبائل عرب کو بت پرست بنایا جسکے بکثرت نقلا آنحضرت کے زمانہ تک تھے بلوغ العرب
فی احوال العرب جلد دوم صفحہ ۲۰۱ مین خانہ کعبہ کے بت خانہ کا بانی اسیکو لکھا ہے اسکا
خلاصہ واقعہ یہ ہی کہ عمرو مذکور بہت بڑا عامل تھا اسکا مسخر ایک جن تھا اس جن نے یہ صلاح دی
کہ تو تہامہ سے سفر کرکے جدے پہونچ وہان تھے چند بت ملین گے پس تو انکی پوجا شروع کرادے
اور کسی سے خوف نکر اس حیلہ سے تمام حجاز بلکہ تمام عرب تیرا مطیع ہو جائیگا پس اس مشورہ
کے بموجب ابن لحی جدہ گیا لیکن طوالت زمانہ کے سبب وہ بت زمین مین دبگئے تھے پس مسخر
جن کے پتہ دینے سے وہ مل گئے ۔

کہتے ہین کہ ابن لحی بلقان سے صنم ہبل کی صورت مکہ مین لایا تھا اور پانچ بت سرزمین
جدے سے برآمد ہوے جنکے نام قرآن مجید مین اس ترتیب سے ہین لا تذرن الہتکم و لا
تذرن ودا و لا سواعا و لا یغوث و یعوق و نسرا ۔ پس ابن لحی نے ود ۔ سواع یغوث
یعوق نسر کو زمانہ حج مین مختلف قبائل عرب کے سامنے پیش کیا چونکہ اس زمانہ مین حاکم حجاز خانہ
کعبہ کا متولی مانا جاتا تھا بوجہ اسکی حکومت کے دباؤ اور اسکے عامل جن ہونے کے خوف سے
بعض قبائل عرب نے اُن بتون کی پرستش اختیار کرلی پھر ایک زمانہ کے بعد وہ لوگ
بت پرستی کے ایسے عادی ہوگئے کہ جب مکہ سے باہر کہین جاتے تو مکہ کی شاہراہ سے سنگ ریگان
اُٹھا کر اپنے ساتھ پوجا کیلیے رکھ لیا کرتے تھے جنکو صنم کہتے تھے چونکہ بعض بت پرستون مین
رسم نیوگ ابتک جاری ہے جیسا کہ اسی حصہ کے باب اول فصل دوم مین لکھ چکے پس اس بنا پر
قیاس ہوتا ہی کہ عرب مین بھی یہ بت پرستی کی بدرسم پھیلی ہو تو کوئی تعجب نہین ۔

دوم تکذیب براہین احمدیہ قادیانی جلد دوم مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کے صفحہ ۳۰۰ مین ہو کہ باممارگی فرقہ (صوفیہ بت پرست) کہتا ہو کہ ہم کو مان بہن سے جماع کرنا اور شراب نوشی خدا کا حکم ہی انتہی بلفظہ (معاذ اللہ) الغرض اس دور سے بھی بکثرت قبائل عرب کے اخلاق ناپاک ہو گئے تھے جیسے کہ بت پرستان ہند کے ہین۔

تبصرہ در تنزل مذہب حنیف

مذاہب باطلہ کے علاوہ مذہب براہیمی تھا جسکے خال خال لوگ ہوا کرتے تھے اور وہ بھی مدت مدید سے ایسا طرفہ معجون ہو گیا تھا کہ یہودیت و نصرانیت و بت پرستی و ستارہ پرستی کے بعض رسوم مذہبی بعض اہل مذہب براہیمی مین جاری ہو گئے تھے غالبا محققین اسلام جو اس زمانہ کو زمانہ جاہلیہ کہتے ہین تو اسکی وجہ وجیہ یہی ہوگی ورنہ قرآن و تفاسیر و احادیث سے ظاہر ہے کہ بعض عالم اہل معانی و بیان حجاز مین بروقت شیوع اسلام موجود تھے اور جو موجود نہوتے تو بھلا انکے مقابلہ مین آیہ فاتوا بسورۃ من مثلہ [51] اور لا یاتون بمثلہ [52] ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کے دعاوی نہ پیش کیے جاتے الغرض مذاہب براہیمی کے بعض آوارہ مزاج ایسے خود سر ہو گئے تھے کہ انھون نے رسالت کو خیر باد کہکر صرف توحید کو ذریعہ نجات سمجھ لیا تھا چنانچہ صاحب تفسیر حقانی نے ایک جائی لکھا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ مین دس موحد تھے اور عبد الرحمن سبط ابن جوزی نے تلبیس ابلیس مین موحدین کے یہ اسماء لکھے ہین عبد المطلب قیس بن ساعدہ عامر بن الظرب۔ زہیر بن ابی سلمی جسکا قصیدہ سبعہ معلقہ مین ہی کلس بن امیہ الکنانی واعظ۔ زید الفوارس بن حصین انتہی اور کتب صحاح وغیرہ سے ورقہ بن نوفل عمزاد حضرت خدیجۃ الکبری کا موحد ہونا بھی پایا جاتا ہی اسیطرح بخاری کتاب الذبائح باب الذبائح علی النصب و الاصنام کی حدیث سالم سے زید بن عمرو [53] بن نفیل کا

---

[51] سورہ بقرہ۔ لاؤ ایک سورہ اس جیسی [52] نہ لاسکیں گے ایسی (آیتین) اور اگرچہ بعض کی مدد بعض کریں انتہی [53] یہ زید بن عمرو دادی کے رشتہ سے حضرت فاروق کے چچا ہین اور عمرو بن نفیل کے رشتہ سے بنی عم ہین جیسا کہ حصہ دوم سے معلوم ہوگا۔

موحد ہونا پایا جاتا ہی اسکا قصہ یہ ہی کہ جب آنحضرت نے زید مذکور کے سامنے دسترخوان پر گوشت رکھا تو زید نے اسکے کھانے سے انکار قال انی لا اکل مما تذبحون علی نصابکم ولا اکل الا ما ذکر اسم الله علیہ – کیا اور آنحضرت سے کہا کہ جو تم لوگ اپنے بتون پر قربانی چڑھاتے ہو مین اسے نہین کھاتا اور مین وہ ذبیحہ کھاتا ہی نہین کہ جسپر خدا کا نام نہ لیا جائے انتہی محصلا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ قبل بعثت آنحضرت بتون پر قربانی چڑھاتے ہونگے جب زید نے اس گوشت کے کھانے سے انکار کیا اور پیغمبر خدا طعن سنکر چپ ہو رہے کوئی انکار نہین کیا یا امام بخاری کی حماقت ہی کہ اس جھوٹی حدیث کی تردید نہ کی۔

الغرض اس زمانہ کے موحدین مین سے اکثر پابند رسوم مذاہب باطلہ تھے جسکے سبب قبل بعثت کے زمانہ کو جمہور نے زمانہ جاہلیت کہا ہی۔

دورِ سوم در تاثیر و مجاورت حکومت زردشتیان

اس مذہب کے پرتوے حکومت سے خاص طور پر عرب مین بیحیائی پھیلی تھی اور بالخصوص حجاز مین حجاز کی بیحیائی کی انتہائی قوت کے عروج کا زمانہ نوشیروان کے باپ کیقباد کا زمانہ تھا جسکا زمانہ حکومت پیغمبر خدا کی پیدائش کے قریب تھا تلبیس ابلیس ابن جوزی کے صفحہ ۲۹ مین ہی کہ اس زمانہ مین مذہب زردشت کا رکن اعظم مزدک نامی کیقباد شہنشاہ کا گرو تھا۔ اس مردود نے قلمرو کیقباد مین قانون جاری کیا تھا کہ اولاد پر ان کی رانڈ ماؤن کی مستی بجھانی واجب ہے اور اولاد پر مائین حلال ہر ایک مرد ہر ایک عورت سے بلاقید نکاح و عقد جماع کر سکتا تھا پس ان زبردست پڑوسی سلطنت کے ایسے آزاد قوانین نے عرب کی بیحیائی کو چار چاند لگا دیے تھے اور بحجت جہل و افلاس بعض قبائل عرب اس سہل و آسان تر قانون کے گرویدہ ہو گئے تھے جن کا رفتہ رفتہ اثر حجاز مین پہونچا۔

مذہب زردشت کی فقہ بھی ایسی گندی اور شرمناک تھی کہ جسمین پیشاب سے

منہ دھونا جائز تھا۔ اور ہمارے زمانہ مین آتش پرستون کی زچائین کالڑکے پیشاب سے نہلے بغیر پاک نہین سمجھی جاتین اور ایسے ہی عادات و رسم و رواج بت پرستان ہند مین پائے جاتے ہین کتاب مذکور مین یہ بھی ہی کہ جب حائضہ غسل کرنا چاہتی تو ہیربد یعنی داروغہ آتش خانہ کو کچھ نقد دیتی تھی اور وہ داروغہ اُس حائضہ کے چارون ہاتھ پانون زمین پر رکھوا کر حائضہ کے اندام نہانی مین انگلی جلد جلد ڈالتا اور نکالتا تھا جسکے بعد وہ حائضہ پاک سمجھی جاتی تھی صـ ۳۹ اسی سلسلۂ عبارت صفحہ (۱۰۳) مین لکھا ہے کہ نوشیروان کی حقیقی مان سے ایکدن مزدک نے اپنے ضابطہ کے مطابق جماع کرنا چاہا تھا لیکن نوشیروان کے پانون پڑنے اور کیقباد کی سفارش سے اُسکی آبرو بچ گئی انتہی محصلاً پس مذاہب باطلہ کے وہ رسم و آئین اور حکومت زردشتیون کے بیحیا قوانین عرب جیسے پر شہوت ملک کے لوٹنے پر سہاگہ ہو گئے تھے اور اس ناپاک حکومت کے دور طویل نے عرب کی نسلون مین بیحیائی بسا دی تھی چنانچہ اُن ہی بیحیا رسم و رواج کا یہ اثر تھا کہ بعض خلفاء راشدین کو بعض محرمات ابدی کی حرمت مین شک تھا اور اپنی ناواقفیت کے سبب تا زیست قرآن مین تعارض بتاتے رہے چنانچہ درمنثور سیوطی جلد دوم صفحہ ۱۳۶ مین ہے کہ کچھ لوگون نے حضرت عثمان سے جمع بین الاختین

ان رجلا سئل عثمان بن عفان عن الاختین فی ملك الیمین هل یجمع بینهما فقال احلتهما آیه وحرمتهما آیه وما کنت لا صنع ذلك

کے جائز و ناجائز ہونے کا استفتا کیا آپ نے فرمایا ایک آیہ سے حلت اور ایک سے حرمت معلوم ہوتی ہی اور ہم ایسا فعل نہین کرتے انتہی محصلاً۔

دوسرا واقعہ حضرت فاروق کا ہی حالانکہ صحابہ مین آپ سے بڑھکر کوئی حق پژوہ نہ تھا چنانچہ آپکا یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر کے اشتیاق مین زنانہ اشعار گا رہی تھی آپنے پوچھا تیرا خاوند کہان ہے اُسنے کہا کئی ماہ سے جہاد پر گیا ثم دخل علی حفصه فقال انی سائلك ہی آپنے فرمایا اپنے تئین سنبھالے رہ وہ آتا ہی عن امر قد اهمنی فافرجیه یہ کہکر حضرت عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے

عنی کم تشتاق المرأة الی زوجها فخفضت راسها استحیت قال فان الله لا یستحیی من الحق فاشارت بیدها ثلثة اشهر والا فاربعة اشهر

اور فرمایا کہ میں ایک ضروری بات پوچھتا ہوں بتاؤ کہ عورت کتنی مدت میں مرد کی مشتاق ہوجاتی ہے حفصہ نے شرما کر سر نیچا کر لیا حضرت فاروق نے فرمایا خدا تعالی حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا پس حضرت حفصہ نے انگلیوں سے اشارہ کیا کہ تین ماہ یا چار ماہ انتہی محصلا (تاریخ الخلفا سیوطی بیان عمر صفحہ ۹۷) حالانکہ یہ بات جوان بالغہ بیٹی سے پوچھنے کی نہ تھی اپنی ازواج سے پوچھتے مگر جن شرم ہی کے وفور نے تمیز نہ کرنے دیا لیکن ان حق پژوہ سے بھی رہ گئی کہ نہ پیغمبر خدا سے محرمات ابدی کے تمام پوچھے اور نہ قرآن میں تدبر کیا نہ تفحص اور ایک شخص نے جو استفتا کیا کہ ہماری

ابو بکر عن ابی نضرة جاء رجل الی عمر فقال ان لی ولیدة وابنتها وانهما قد اعجبتانی افاطاء قال آیة احلت وآیة حرمت اما انا فلم اکن اقرب هذا (ازالة الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۱۱)

ایک جاریہ ہے اور اوسکی ایک بیٹی اور دونوں نے مجھے لبھا لیا ہے کیا ہم دونوں سے مقاربت کریں تو حضرت فاروق نے فرمایا ایک آیہ سے حلت اور ایک سے حرمت معلوم ہوتی ہے لیکن ہم ایسے فعل کے قریب بھی نہیں جاتے انتہی۔

پس جب ایسے صاحبان علم وفضل کو برسوں کی تعلیم اسلامی کے بعد بھی پیش پا افتادہ اسلامی کلیات میں شبہ رہے حتی کہ وہ کلام خدا میں تعارض وتباین ثابت کرنے میں کوتاہی نہ کریں تو اور جاہل عرب کس شمار وقطار میں آسکتے ہیں۔

مگر ایسی خرابیاں وہی قریب العہد بالکفر واثر یہودیت کی تھیں کہ ایسے لوگ بھی قرآن میں تدبر نہ کر سکے ورنہ صاف فرمادیتے کہ جمع بین الاختین اور بعد صحبت ربیبات حرام ہیں اب بھی ملک یمین کی جہت تو بقول ابن مسعود گھوڑا اونٹ خچر وغیرہ بھی ملک یمین ہوگئے تو بایں جہت ان سے بھی وطی جائز وحلال ہوجائے گر وہ حرام مطلق ہے۔

الغرض اُن بیحیا رسم و رواج اور کمینہ حکومتون کے دور کے اثرات سے اکثر قبائل عرب کی عقلین ایسی ماری گئیں تھین کہ قبول اسلام کے بعد بھی صدیون مین درست ہوئین جس سے آیہ ابائھم فھم غافلون کی صداقت ثابت ہے۔

فصل دوم در فضائل صحابہ و عفو جرائم عرب

جس وقت زمانہ مین حرکات باطلہ و اخلاق ذمیمہ مباح و حلال سمجھے جاتے تھے اور شب و روز کی خانہ جنگیون اور فسادون سے عاجز ہو کر حلیف بنانے اور عقد مواخات کا طریقہ بیا نمکی میراث و ترکہ جاری تھا جسکی گواہ آیہ والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم (سورہ نساء) اور بعض قبائل عرب نے بنظر حصول جنین و یا ور بیانتک بیحیائی اختیار کرلی تھی کہ بہادر و شجیع اولاد ہونے کے لالچ سے اپنی جورون کو نکاح استبضاع کی اجازت دیتے تھے اور اکثر اہل عرب اپنے دروازون پر باندیون کو بٹھا کر زنا کرانے مین حیا نہ کرتے تھے اور مستورات کو نکاح خمسہ و جماعت و عاریت و بدل و متعہ حلال تھا اُس جاہل و ناپاک زمانہ مین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اور بسرعت تمام اُن ہی بیحیا حجازیون کے فعال قبیح و کردار قبیح کی آپ نے اصلاح فرمائی اور چند سال کے بعد اُن ہی ناپاک رسم و رواج کے شیدا حجازیون کے بعض افراد نصائح پیغمبر اور صحبت پیغمبر سے ایسے لائق ہو گئے کہ جن کی اعلیٰ لیاقت اُن ہی کی حیات مین مشہور عالم ہو گئی اور پھر رفتہ رفتہ وہی حرامکار محرمات ابدی کے شہسوار فضل عن الملک ہو گئے اور وہ فضائل و مناقب بکثرت کتب اسلامی مین درج اور مشہور عالم ہین مثلاً معراج شریف مین حضرت بلال کی چپل کی آواز کو پیغمبر خدا کا آسمان ہشتم پر سننا یا حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین حضرت جبرئیل کا آنحضرت کے پاس حاضر ہونا یا بعض مہاجر و انصار کا شہدا فی سبیل اللہ سے بیداری مین ملاقات کرنا اور شہدا کا اپنے مرئی ہونے پر تعجب ظاہر کرنا یا حضرت صدیق اکبر کے خوف و خشیہ خدا سے ہمسایہ والون کا کباب کی بو سونگھنا اور جناب کی

وفات کے بعد اس بوکا نہ پایا جانا یا حضرت صدیق اکبر کی خاطر تمام قرستگان مقرب کا
کمل بوش ہو جانا یا حضرت زید بن حارثہ کے سینہ سے بعد موت بجہت ذکر الٰہی گھنٹہ
کی سی آواز کا پیدا ہونا یا اسود عنسی مرتد کا حضرت ابو مسلم کو بھڑکتی آگ مین ڈالنا
اور بفضل خدا انکا اُس آگ سے صحیح سالم نکل آنا یا حضرت سعد بن ابی وقاص کا بواسطہ
عدل فاروق دریاے ذخار سے مع لشکر سلامتی سے پار ہو جانا اور کسی کا موزہ تک نہ
بھیگنا یا حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری کی اذان پر کوہ حلوان سے حضرت زریب
بن برثملا وصی حضرت عیسی علیہ السلام کا ظاہر ہو کر حضرت فاروق کو سلام کہلا بھیجنا
اور پھر بدستور غائب ہو جانا یا مشتمل دو رقعہ فاروق حضرت عمرو عاص کا دریاے
نیل کی چڑھائی کو روک دینا یا معاویہ بن ابی سفیان کے واسطے حضرت جبریل کا
عرش سے قلم زر لانا اسلیے کہ وہ اس سے آیۃ الکرسی لکھین یا حضرت فاروق کی نداے
یا ساریہ الی الجبل کا کئی منزل پر سے ساریہ کا سن لینا اور پہاڑ کی طرف ہو کر
دشمن سے محفوظ رہنا اور پھر فتح پانا یا حضرت فاروق کا بر وقت زلزلہ کوڑے
مار کر زمین کو ساکن کر دینا اور زلزلہ کا موقوف ہو جانا یا حضرت فاروق کا شعلہائے
جبل کہف کو حضرت ابو موسی اشعری یا تمیم مرازی کے ہاتھون کپڑے کی چادر سے
گھر واکر اُسی جبل کہف مین داخل کرا دینا اور پھر کبھی اُسکا نہ نکلنا یا ایک عجمی شخص کا حضرت
فاروق کو تنہا ویرانہ مین پاکر قتل کا ارادہ کرنا اور فوراً دونون بازون کی طرف سے
دو شیرون کا پیدا ہو جانا اور عجمی کا قتل فاروق سے باز رہکر کلمہ شہادت پڑھ لینا
وغیرہ وغیرہ۔

الغرض ایسے بلکہ ان سے بڑھکر اور صدہا فضائل و مناقب اُن بزرگون کے
ازالۃ الخفا مسند فردوس دیلمی تفسیر واقدی ریاض النضرہ فتوحات واقدی وغیرہ مین
درج ہین جو کئی ضخیم جلدون مین نہین سما سکتی پھر اُن ہی مہاجر و انصار کے بعض تلمیذان
با وقار یعنی تابعین و تبع تابعین مین بھی اُن ہی کی تقلید و اتباع کے تصدق سے
ایسے ایسے عارف باللہ پیدا ہوے کہ جنکو مخالف و موافق دونون نے اہل اللہ اور

روشن ضمیر مان لیا اور اُن ہی مہاجر و انصار کی برکات کا سلسلہ موسوم بہ نسبت الٰہی بعض اہل دل مین جاری ہونا اور ایسے استحکام سے جاری ہونا کہ جو معجزات انبیاء و رسل کے مانے جاتے تھے وہ باسم کرامات اُنکے غلامون سے صادر ہونے لگے اور بکثرت خدا کے بندون نے بچشم ظاہر سے اپنے حیات مین دیدار خدا دیکھ لیا اور اُن ہی کے طفیل سے آج تک اُنکے مقلدون مین وہ اثرات و کرامات پائے جاتے ہین جو گروہ شیعہ مین مطلق نہین اگر خدا توفیق دے تو اُن حجازیون کے نور یقین کا جلوہ آج بھی نظر آسکتا ہے بشرطیکہ طلب صادق ہو۔

اہل حجاز کے بعض قبائل کے افراد کے انساب و عام حالات جو کچھ ہمنے لکھے وہ صحیح ہین کیونکہ بعض خرابیون کی شہادت صحاح و قرآن مجید سے پیش ہوئی ہین لیکن جملہ قبائل کے انساب و اخلاق معیوب و مجہول نہ تھے بلکہ بعض افراد حجازی ایسے صحیح النسب و کریم الاخلاق تھے کہ جن کی خوبیون اور اُنکے اصلاب طاہرہ و ارحام زکیہ کا دعویٰ اُنکے دوست اور دشمن دونون کو تھا اور اپنے مخالفین تک مین وہ حضرت عفت مآب و عصمت جناب مشہور تھے اور وہ ایسے شریف النفس و باحیا تھے کہ فطرتی ناجائز جماع اور بداخلاقی نامعقول نکاح سے محفوظ و مجتنب تھے اور وہ ہر طرح کے غصب حق اللہ و حق عباد کو بیحد ممنوع و حرام مطلق جانتے تھے اکثر بنی ہاشم اور بعض بنی تیم و عدی وغیرہ اور بعض حجازی ضرورۃ سے زیادہ ایسے غیرت دار تھے کہ داماد بنانے کی غیرت سے بیٹیون کو زندہ درگور کر دیتے تھے چنانچہ خلاصۃ التفاسیر جلد ۴ تفسیر سورۂ تکویر مؤلفہ مولوی فتح اللہ تائب تلمیذ مولوی عبد الحی لکھنوی مین لکھا ہے کہ حضرت قیس بن عاصم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ مین نے اپنی آٹھ بیٹیون کو زندہ درگور کر دیا ہے پس ایسے ہی بے ضرورت نافہم غیورون کی اصلاح کے واسطے یہ وعید شدید نازل ہوئی کہ قیامت مین زندہ درگور لڑکیون سے پوچھا جائیگا کہ تم کس گناہ پر ماری گئین۔ | واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت

اور ایسا ہی بعض نفوس کو مقاربات ممنوعہ سے اجتناب تھا جنکو خدا نے سورہ
معارج مین مستثنیٰ فرمایا کہ جو لوگ اپنی فروج کی حفاظت کرتے ہین مگر اپنی ازواج یا
والذین ہم لفروجہم حافظون لونڈیون پر وہ نہین ملامت کیے گئے انتہی
الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین۔

اس سند سے معلوم ہوا کہ قبل اسلام بھی بعض حجازی ایسے پرہیزگار و عفیف
تھے کہ جن کے یہ لوگ مقلد تھے اور جب اسلامی تہذیب و شائستگی اور جاہلون مین پہنچ گئی
تو پھر بالکل کایا پلٹ ہو گئی تھی یعنی بکثرت بن بیاہے مرد اور عورتین بغیر الزام
حرامکاری بسر کرتی تھین تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۴۳ مین ابو بکر رازی کا قول ہے
کہ آنحضرت اور صحابہ کے زمانہ مین بہت سے بن بیاہے مرد اور عورتین تھین مگر کسی نے انکے عقد نہ کرنے پر ملامت نہین کی انتہی

فلما وجدنا عصر النبی وسائر الاعصار بعدہ قد کان فی الناس ایامی الرجل والنساء فلم ینکروا عدم تزویجہم۔ انتہی

اسکی وجہ یہی تھی کہ اکثر مرد اور جملہ عورتین بجہت عبادت و عشق الٰہی
بالکل پارسا و عصمت مآب ہو گئی تھین چنانچہ حضرت اثیلہ کا واقعہ اس دعوے کا
شاہد ہے دیکھو ذرا۔

اسد الغابہ ترجمہ عامر ابن قریش ہذلی صفحہ ۱۲۶ جلد پنجم مین ہے کہ ایک رات
حمل بن مالک بن النابغہ ہذلی رضی اللہ عنہ اثیلہ بنت راشد انصاریہ کے پاس سے
ہوتے ہوئے گذرے اسوقت وہ اپنے چہرے سے برقع اٹھائے ہوئے اپنی بکریان چرا
رہی تھی پس حمل بن مالک انکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر شتر پر سے اتر اثیلہ
رضی اللہ عنہا کے پاس پہونچے اور بہ نیت بد دست درازی شروع کی حضرت اثیلہ نے
فرمایا اے حمل توقف کر پھر فرمایا کہ تم بھی شریف خاندان سے ہو اور مین بھی پس تم

ان معروضہ کو قبول کرتے پس انھون نے اثیلہ پر چڑھنے کی نیت کی پس حضرت اثیلہ نے حل کو دے مارا اور سینہ پر چڑھ بیٹھین اور اُنسے عہد لیا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا اسکے بعد سینہ پر سے اٹھکر چھوڑ دیا مگر حل کا نفس بے قابو ہو چکا تھا پھر یہ حضرت اثیلہ پر پل پڑے اور پھر اثیلہ نے پچھاڑ کر توبہ کرالی اور چھوڑ دیا اور پھر حضرت ابن مالک اثیلہ سے جا چمٹے پس تیسری بار حضرت اثیلہ نے حل کو پٹک کر پتھر سے سر کچل دیا اور اپنی بکریان لیکر اپنے گھر چلی آئین اسکے بعد حل کی قوم کے کچھ سوار اُسطرف سے گذرے تو انکو قریب مرگ پایا اور ان سے پوچھا کہ ایسی سخت بدسلوکی تمھارے ساتھ کسنے کی اُنھون نے جواب دیا کہ میری اُونٹنی نے ٹھوکر کھا کر مجھے گرا دیا اسپر لوگون نے کہا کہ اونٹنی تو تمھاری بندھی ہوئی ہے تو سر کیسے کچلا گیا حل نے کہا کہ مین تم سے سچ کہتا ہون لیکن اب تم مجھکو گھر لیچلو الغرض حل کو گھر لے گئے اور جب وہ مرنے لگے تو گھر والون نے پوچھا کہ تمھارے خون کا بدلا کس سے لیا جاوے تو حل نے کہا اثیلہ بنت ظالم المخاطب بہ راشدہ سے پس انکے مرتے ہی حضرت راشد کے پاس لوگ قصاص کے لیے پہونچے اور حضرت راشد ان سبکو لیکر سرور کائنات کی بارگاہ مین حاضر ہوے اور کہا یا رسول اللہ مین نے حل بن مالک کو قتل نہین کیا ورثار مقتول نے کہا کہ تم نے نہین تمھاری بیٹی نے قتل کیا ہے اور اثیلہ رضی اللہ عنہا بلائی گئین اور اُن سے کہا گیا کہ ہذیل کے لوگ کہتے ہین کہ حل کا خون تمھارے ذمہ ہی حضرت اثیلہ نے کہا کہ بھلا عورت بھی مرد کو قتل کر سکتی ہے پھر حضرت اثیلہ نے آنحضرت کی خدمت مین مفصل قصہ عرض کیا اور آنحضرت نے خوش ہو کر حضرت اثیلہ کو دعاے خیر و برکت دی اور حل بن مالک کا خون معاف کرا دیا انتہی ملخصاً۔

تاثیر صحبت پیغمبر سے عفت و عصمت گویا عورتون کی گھٹی مین پڑ گئی تھی اور شوق عبادت ایسا بڑھ گیا تھا کہ عورتین عقد ثانی کو جنجال اور معیوب جاننے لگی تھین چنانچہ حضرت ام المومنین **ام سلمہ** عقد ثانی پر پیغمبر خدا سے بمشکل راضی ہوئین اسیطرح جناب امیر علیہ السلام کی ہمشیرہ **ام ہانی** نے باوجود درخواست پیغمبر عقد نکیا

ثانیاً حضرت نضیلہ زوجہ عثمان غنی نے امیر معاویہ حاکم شام سے بلا نکاح ہونے کے بعد نکاح نہ کیا
اور ایسی صفات کی اللہ کی بندیان بکثرت پیدا ہوگئیں اور بکثرت مرد با حیا پیدا ہو گئے
کہ جن سے شرم و حیا کے سبق ایک جہان نے لیے اور ان ہی لوگون نے دنیا مین ایسی
عفت و عصمت پھیلا دی کہ اگر آج کسی سنی یا شیعہ کو ولد المتعہ کہو تو مار ڈالنے کو تیار ہو جاتا
ہے حالانکہ شیعہ کے ہان متعہ حلال ہے۔

ثالثاً ایسی ہی قابلیت کی مقدار پر عمدہ فر کر آنحضرت نے فضیلت عرب
من یبغض العرب فقد یبغضنی مین حضرت سلمان فارسی سے فرمایا ہو گا کہ
(ترمذی) اے سلمان جس نے عرب سے بغض کیا تو گویا
مجھ سے بغض کیا اور حضرت عثمان غنی کہتے ہین آنحضرت نے فرمایا جو کوئی عرب کو فریب
من غش العرب لم یدخل فی دیگا وہ میری شفاعت مین داخل نہو گا
شفاعتی ولم تنلہ مودتی (ترمذی) اور اسکو میری دوستی حاصل نہین ہوسکتی انتہی
جلد ۲ باب فضائل)

اور اسی جلد باب مین ہی کہ عرب کی ہلاکت قیامت سے یعنی قیامت کی
نشانی ہی انتہی محصلہ اقترب الساعۃ اہلاک العرب۔

(الغرض) عرب اور بالخصوص بعض افراد حجاز کے بکثرت فضائل و مناقب
مین جو پیغمبر خدا نے ارشاد فرمائے ہین جن پر قیاس ہوتا ہی کہ اُن کی اگلی پچھلی
کل خطائین معاف ہو گئی ہون تو کچھ تعجب نہین۔

فضائل عرب

فیصلہ در باب عفو مقاربات جاہلیہ

جن اہل ملک کی صدیان اقسام اقسام کے رذائل مین گزری ہون اور مذاہب
باطلہ کے قوانین اور جہال عرب کے گندے آئین کے اثرات اُن کی رگ و پے مین
سرایت کر چکے ہون اور وہ اہل باطل چالیس چالیس اور پچاس پچاس سال یہودی
بت پرست و ستارہ پرست و آتش پرست رہ رہ کر مسلمان ہوئے ہون تو اُنکے سے

یہ کبھی ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اُنکے انساب بھی اسلامی قوانین اور شرفاء کے آئین کے مطابق ہوں اور وہ اباً عن جدٍ ولد الحلال یا عصمت مآب بھی ہوں پس اُن جدید الاسلام حضرات کی نسبت اُنکے قبول اسلام کی شرط کے علاوہ اور اسلامی صفات سے متصف ہونے کے تقییدات بڑھانے انصاف کا خون کرنا ہے لہذا ہمارے نزدیک اُن حضرات کے لیے یہ فیصلہ ہونا چاہیے۔

(۱) وہ جماع وطی جو اخلاقاً مذموم یا قبل اسلام بھی معیوب تھی اور بعد اسلام اُسکا وقوع بعض صحابہ کے ابوین میں پایا جاوے تو اس صورت میں وہ صحابی قابل تقبیح نہیں اور نہ اُنکی اولاد قابل اہانت کیونکہ جسکا وبال اُسکے ذمہ۔ ایسا گناہ میراثی نہیں ہوسکتا اسکا یہ فیصلہ آیہ لاتزر وازرۃ وزر اخری کے مطابق ہے اور اس فیصلہ کی تائید آیہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے ہوتی ہے یعنی خدا نے فرمایا جب تک ہم رسول نہیں بھیج لیتے عذاب نہیں کرتے (سورہ ہود) لہذا یہ سند ان حضرات کی برات کیلیے کافی ہے۔

(۲) وہ جماع ممنوع کہ جسکے رسم و رواج بعض صحابہ عادی تھے اور حکم امتناعی کے قبل سے بعض محرمات ابدی بعض سے نکاح کر چکے تھے اور پھر ہدایت رسالت کے بعد وہ مجتنب ہوگئے تو وہ بھی حضرات قابل تقبیح نہیں کیونکہ اُنکا پہلا پروانہ معافی آیہ الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما ہے (نساء) دوسری سند معافی یہ ہے کہ خدا نے

ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم من سیأتکم وندخلکم مدخلا کریما (نساء)

اُنسے وعدہ فرمایا کہ اگر تم گناہ کبیرہ سے بچو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں دور کرینگے اور جنت میں داخل کرینگے یعنی محصلا

اب رہیں وہ احادیث مندرجہ دیباچہ کہ ولد الزنا اور اُسکا بیٹا پوتا داخل جنت نہ ہوگا جس سے ولد الزنا پر کفر کا اطلاق ہو سکتا ہے تو یہی جملہ احادیث جدید الاسلام لوگوں پر صادق نہیں آسکتیں دوم یہ حدیث بقول فریقین ہے کہ جو حدیث کے مطابق ہو فما وافق کتاب اللہ فخذوہ اُسے اختیار کرو اور جو مخالف قرآن ہو

وما خالف کتاب اللہ فردوہ اُسے رد کردو پس بجمیع ولد الزنا کی جملہ احادیث
آیات مرقومہ بالا سے بحق جدید الاسلام مردود ہوگئیں اور قرین عقل بھی یہی ہے کہ کلام پیغمبر
کلام خدا کے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو اب فرض کیا جائیگا تو پیغمبر کی نسبت تکذیب
خدا اور اظہار جہل خدا کا الزام تو الم ہوگا جو سراسر عادۃً عقلاً ممنوع ہے اور ان احادیث کے
ضعیف اور غیر قوی ہونے کی پوری بحث باب آیندہ میں لکھی جاتی ہے بحول اللہ وقوتہ

باب سوم در تنقید ولد الزنا

دیباچہ کتاب ہذا میں جو احادیث طبرانی و وفیات الاعیان و کشاف سے ہم لکھ چکے اُن پر اور اُن جیسی اور احادیث پر بعض علماء نے اجتہادات کر کر کے ولد الزنا کی برائی پر اضافہ کر دیا ہے پس اُن احادیث کے ساتھ وہ اجتہادات حضرات شیعہ کے سرمایہ ناز ہیں اس جہت سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان اجتہادات علماء کو لکھ کر اصل جواب کیطرف توجہ کیجائے اور پیش رخنہ بندی کی جلے تاکہ آیندہ کسی شیعہ کو ایسے ناپاک مطاعن کی جرأت نہو اور اسکے بعد باسناد کثیر بعض ولد الزنا کی انصافاً وہ سچی فضیلت بیان کیجائے جو عقل و نقل کے مطابق ہو پس ان جملہ مطالب کو ہم تین فصول میں لکھتے ہیں بحول اللہ وقوتہ۔

فصل اول در تقبیح ولد الزنا منجانب شیعہ

علقمی نے کوکب منیر شرح جامع الصغیر سیوطی میں جہاں حدیث ولد الزنا
شر الثلاثہ کی شرح کی ہے اوس مقام پر اپنے شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خطابی نے
قال شیخنا قال الخطابی اختلف کہا کہ حدیث مذکور کی تاویل میں لوگوں نے
الناس فی تاویل ہذا الکلام فذہب اختلاف کیا ہے کہ یہ حدیث ایک شخص کے
بعضہم الی ان ذلک انما جاء بارہ میں ہے جو شرارت میں مشہور تھا اور بعض
فی رجل بعینہ کان موسوماً بالشر نے کہا کہ ولد الزنا اپنے ابوین سے

وقال بعضهم انما صار ولد الزنا شر من والديه لان الحد يقام عليهما فتكون العقوبة تمحيصا لهما هذا علم الله لا ندري ما يصنع به وما يفعل في ذنوبه والى الله وقد روى عن عبد الله بن عمرو بن العاص في قوله تعالى ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس قال ولد الزنا ذرء جهنم۔

بدتر ہے اسوجہ سے کہ انپر تو کبھی حد پڑ جاتی ہے تو وہ سزا انکے گناہون کا کفارہ ہو جاتی ہے اور یہ خبر خدا کو ہے ہم نہیں جانتے کہ اسکے ساتھ کیا کیا جائیگا (یہان تک تمام ہوا) بیشک عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے خدا کے قول ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الخ مین روایت ہے انھون نے کہا کہ ولد الزنا ذرء جہنم ہے یعنی جہنم کا ایندھن ہے انتہی محصلاً۔

ریحانۃ الالبا فی ذکر ولد الزنا مین خفاجی مصری نے لکھا ہے کہ بحکم خدا سے

وقد يقال انه لخبث طينته ونطفته وفساد بذره يقدر الله ويكتب شقاوته في الازل بخلاف ولد الرشيدة ولا بعد في هذا او كونه من الاخبار من المغيبات

ولد الزنا کی طینت اور اسکا نطفہ خبیث کیا گیا اور اس کی شقاوت ازلی ہے بخلاف ولد الرشید کے اور ولد الزنا کا اخبار غیب سے ناری ہونا عقلاً بعید نہین انتہی محصلاً۔

مرقاۃ الصعود سیوطی مین ہے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ولد الزنا اصلاً و نسباً

وقد قال بعض اهل العلم انه شر الثلاثة اصلا ونسبا وعنصرا ومولدا وذلك لانه يعني ولد الزنا خلق من ماء الزاني والزانية خبيث۔

وعنصراً ومولداً شر الثلاثہ ہے کیونکہ ایسا مولود زانی و زانیہ کے خبیث پانی سے ہوتا ہے انتہی محصلاً۔

در منثور سیوطی مین ہے عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور نسائی و بیہقی نے

واخرج عبد الرزاق وابن ابي شيبة والنسائي والبيهقي عن

ابن عمر سے روایت کی ہے انھون نے کہا آنحضرت نے فرمایا مادر و پدر کا عاق کیا ہوا اور

پدر کا عاق کیا گیا ہو اور طعنہ دینے والا اور ولد الزنا
اور دائم الخمر اور قرابت قطع کرنے والا اور محرمات
ابدی سے زنا کرنے والا داخل جنت ہوگا
انتہی محصلاً

ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی
صلعم قال لا یدخل الجنۃ عاق
والدیہ ولا منان ولا ولد الزناء ولا
مدمن خمر ولا قاطع رحم ولا من
ذات محرم۔

تفسیر کبیر سورہ نون والقلم تحت آیہ کل حلاف مہین ہماز مشاء الخ لکھا ہے۔

المسئلۃ الثالثۃ قولہ عتل بعد
ذلک ومعناہ انہ بعد ما عد لہ
من المعائب والنقایض فہو عتل
زنیم وہذا یدل علی ان ہذین
الوصفین وہو کونہ عتلا زنیما
معائبہ لانہ اذا کان جافیا غلیظ
الطبع قسا قلبہ واجتراء علی کل
معصیۃ ولان الغالب ان النطفۃ
اذا خبثت خبث الولد ولہذا
قال علیہ السلام لا یدخل الجنۃ
ولد الزناء ولا ولدہ ولا ولد ولدہ۔

تیسرا مسئلہ خدا تعالیٰ کے قول عتل (یعنی جفا کار
شدید الخصومۃ بسیار خوار) ولد الزنا کے
معانی میں ہے کہ وہ ظالم اور سخت طبیعت کا
ہوتا ہے یہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ
دونوں صفتیں عتل اور زنیم اسکے عیب کی
ہیں کیونکہ جب وہ ظالم اور ولد الزنا ہے
تو اسکا دل سخت ہوا اور اسنے ہر معصیت
پر جرأت کی اور چونکہ اکثر ہوتا ہے کہ جب
نطفہ خبیث ہوتا ہے تو اسکا مولود بھی خبیث
ہوتا ہے اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا ولد الزنا
اور اسکا بیٹا پوتا داخل جنت نہوگا انتہی محصلاً

کشاف میں زمخشری نے تحت آیہ مذکورہ لکھا ہے۔ ولید بن مغیرہ یعنی حضرت

وکان الولید دعیا فی قریش لیس
من سنخہم ادعاہ ابوہ بعد ثمانی
عشر سنۃ من مولدہ وقیل بغت
امہ ولم یعرف اب حتی نزلت
ہذہ الآیۃ جعل جنابہ ودعوتہ اشد

خالد سیف اللہ کا باپ ایسا حرامزادہ تھا کہ
وہ نسل قریش سے نہ تھا اور اسکے
باپ مغیرہ نے ولید کے اٹھارہ سالہ ہوجانیکے
بعد اسکی ابنیت کا دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے
اور کہا گیا ہے کہ ولید کی ماں بیسوا اور بغی تھی

معاش ک۲۴ اذا جفا علیہ طبعہ قسا قلبہ اجترء

فلان الغالب ان النطفة اذا خبثت خبث الناشی منها ومن ثم قال رسول اللہ صلعم لا یدخل الجنة ولد الزناء ولا ولدہ ولا ولد ولدہ۔

اور نہیں معلوم اسکا باپ کون تھا حتی کہ اسکی نسبت آیۂ کل حلاف مھین الخ نازل ہوا اور اسکا ظلم و تعدی سخت تر سمجھا گیا کیونکہ جب اسنے جفا کی اور اسکی طبیعت سخت ہوئی تو اسکا دل بھی سخت ہوا اور اوس نے معصیت پر جرأت کی کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جب نطفہ خبیث ہوتا اور اس سے مولود نشوونما پاتا ہے تو وہ بھی خبیث ہوتا ہی اسی بنا پر آنحضرت نے فرمایا کہ ولد الزنا اور اسکا بیٹا پوتا داخل جنت نہوگا انتہی محصلاً۔

موطاء مالک باب العمل فی الصلوٰۃ الجماعة صفحہ ۹۲ مین یحیی بن سعید

عن یحیی بن سعید ان رجلا کان یؤم الناس بالعقیق فارسل الیہ عمر بن عبد العزیز فنہاہ۔

سے روایت ہے انھون نے کہا کہ حوالی مدینہ کے موضع عقیق مین ایک شخص امام مسجد تھا عمر بن عبد العزیز مروانی نے اُسے امام صلوٰۃ بننے سے منع فرمایا انتہی محصلاً۔

مولوی نواب وحید الزمان خان صاحب المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر نے اس حدیث کی شرح اُردو مین لکھا ہی کہ اس شخص کو امام صلوٰۃ بننے سے اسلیے منع کیا گیا تھا کہ وہ مجہول النسب تھا انتہی محصلاً الغرض ان اسناد قیاسی وہمی سے حضرات شیعہ نے بتوثیق احادیث مندرجہ دیباچہ ولد الزنا کی تقبیح و تفضیح کی ان ہی بنیادون پر ان غریب حجازیون کو ناری و مغضوب خدا سمجھکر بعض مجہول الانساب صحابہ کی تقلید و اتباع سے ہم کو روکنا چاہا ہے جو محض ناانصافی ہے لہذا اب ہم ان اسناد کی تردید کرتے ہین۔

فصل دوم در تنزیہ ولد الزنا

اجتہادات مزبور کی بنیادین تو وہی احادیث ہین جن کو ہم دیباچہ مین

لکھ چکے لیکن ان احادیث کی توہین میں مجتہدین نے جو کچھ دلسوزی کی ہے تو انکی
نیت وہ نہ تھی جو حضرات شیعہ نے کی سمجھ کیا یعنی کہ مجتہدین نے ولد الزنا کی نسبت جو کچھ
لکھا ہے وہ صرف اسی نیت سے کہ خلق خدا اس فعل بد سے مجتنب ہو تاکہ آئندہ اُنکے
تمدن و معاشرت میں فساد نہ پڑیں اور حضرات شیعہ ان احادیث کے توسل سے بعض
صحابہ کے انساب جاہلیہ پر طعن کر کے اُنکی تقلید و اتباع سے محروم کرنا چاہتے ہیں
اور یہ محال ہے کیونکہ وہ حضرات اور اُنکے ابوین ہمارے فیصلہ مقاربات جاہلیہ کی
رو سے بری ثابت ہو چکے دوم تمام اہلسنت شیدائے اسلام ہیں اور اسلام کی تقویت
اور اسکا کمال بعد رحلت سرور کائنات اُن ہی کے ہاتھوں ہوا ہے

اگرچہ بموجب حدیث متواتر انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ
وعترتی ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی عترت ہی سے دین لینا چاہیے
تھا مگر بقول حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مندرجہ ازالۃ الخفا ہم کو عترت سے
دین نہیں پہونچا بلکہ اکثر و بیشتر ان ہی بعض صحابہ کے ہاتھوں پہونچا جنکے سب و لعن کی
حضرات شیعہ مشق کرتے ہیں یہ ہمارے نزدیک ایسے محسنان اسلام سے کنارہ کشی
اخلاق و انصاف کے خلاف ہے دوم صحابہ کے زمانہ جہل و اسلام میں اتصال ہے
باین وجہ اُنکی تمام لغزشیں اور خطائیں ہمارے عام علماء کے نزدیک قابل گرفت
نہیں اُن میں خواہ غضب حق اللہ ہوں یا غضب حق عباد پر ایسی ہی انبیاء دون کے
ہمارے علما نے نہایت بیدار مغزی و بیجا مرضی سے تقبیح ولد الزنا کی حدیث کو عمداً
موضوع و جعل مانا ہے بلکہ برخلاف اسناد مذکور ولد الزنا کی پوری حمایت کی ہے تاکہ
بعض بزرگان دین مجہول و معیوب الانساب کی توہین نہونے پائے چنانچہ ملاحظہ ہو

موضوعات کبیر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے ولد الزنا لا یدخل
الجنۃ لا اصل لہ و زعم کردہ ابن طاہر و ابن جوزی کہ حدیث موضوع است
ولد الزنا لا یدخل الجنۃ انتہی بلفظہ

این قدر ہا کہ دیدہ جزو است + کار کلی ہنوز در قدر است

مستدرک میں حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا

عن عایشہ قالت قال رسول اللہ صلعم لیس علی ولد الزناء من وزر ابویہ شئی لا تزر وازرۃ وزر اخری هذا حدیث صحیح الاسناد

ولد الزنا پر اسکے ابوین کا کوئی گناہ نہیں کیونکہ خدا نے فرمایا بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں انتہی مختصراً۔

الاصول میں ابوبکر محمد سرخسی المخاطب بہ شمس الائمہ نے لکھا ہے بجب

ولما سمعت رضی عائیشہا باھریرۃ یروی ان ولد الزناء شر الثلاثۃ قالت کیف یصح هذا وقد قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔

حضرت عائشہ نے حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت سنی کہ ”ولد الزنا کو شر الثلاثہ کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے بیشک خدا نے فرمایا کہ بوجھ اُٹھانے والے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتے انتہی

کنز العمال۔ میں میمون بن مہران سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر

عن میمون بن مہران انہ شھد ابن عمر صلے علے ولد الزناء فقیل لہ ان ابا ھریرہ لم یصل علیہ وقال ابوھریرہ شر الثلاثۃ فقال هو خیر الثلاثۃ۔

ولد الزنا کے جنازہ کی نماز پڑھا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ ابوہریرہ ولد الزنا کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے اور اسکو شر الثلاثہ کہتے ہیں پس ابن عمر نے فرمایا وہ خیر الثلاثہ ہے انتہی محصلاً

تنقیص ابوہریرہ و ترجیح عائشہ و ابن عمرؓ

حضرت ابوہریرہ کا ولد الزنا کا جنازہ نہ پڑھنا یا اُسکو شر الثلاثہ کہنا جاہلوں کے نزدیک تو اُنکے کفر کی دلیل ہوگا لیکن محققین کے نزدیک حضرت عائشہ و ابن عمر ابوہریرہ سے بہت زیادہ فقیہہ و ثقہ اور معتبر محدث ہیں اور ابوہریرہ بہت سے علماء معتبر کے نزدیک جاہل و غیر فقیہہ۔ نامعتبر۔ بددیانت۔ لالچی۔ کاذب

پس بحکم لایستوی الاعمی والبصیر ابو ہریرہ کی لائے ولد الزنا کے باب بین بمقابلہ
حضرات موصوف لغو ہے اول تو یہ نہایت ادنی درجہ کے آدمی تھے چنانچہ تذکرۃ الحفاظ
احمد بن محمد ذہبی فصل الطبقۃ الاولی فی مشاہیر الصحابۃ ترجمہ ابو ہریرہ مین ہے کہ یہ
اصحاب صفہ سے تھے اور فاقون کا ذائقہ
چکھے ہوئے پھر آنحضرت کے انتقال کے بعد
انکی حالت بہتر ہو گئی اور انھون نے مال کثیر
جمع کیا اور یہ بہت عابد و ذاکر تھے زمانہ حاکم
مین ایکبار تو والی مدینہ کے نائب ہو گئے اسیطرح
زمانہ مروان مین اور یہ جب بازار مین نکلتے
توان کے سر پر بوجھ ہوتا۔ انتہی محصلاً۔

وکان من اصحاب الصفة فقیرا ذاق
جوعا وفاقة ثم بعد النبی صلعم صلح
حالہ وکثر مالہ وکان کثیر التعبد
والذکر ولی مرة المدینة وناب
ایضا عن مروان فی امرتها وکان یمر
فی السوق ویحمل الحزمة۔

اس سے معلوم ہوا کہ اعلی درجہ کے دنیا طلب اور ریاکار اور سبک مزاج
وخفیف الحرکات تھے یہی وجہ ہے کہ انھون نے ذلیل کنیت قبول واختیار کی تھی
کیونکہ ہریرہ بلی کو کہتے ہین اور یہ ابو ہریرہ تھے۔ اکمال فی اسماء الرجال مین
ہے کہ بھیڑ مجمع ومحل پر ہنستی چلتی بات کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ذوالوجہین تھے
دوم نہایت اکول یعنی بسیار خوار تھے چنانچہ استیعاب ابن عبد البر
باب الہاء من الکنیة صفحہ ۲۱ ترجمہ ابو ہریرہ مین ہے۔ انکے نام مین بہت

الاختلاف الکثیر فی اسمہ اسلم
ابوہریرة عام خیبر وشهدها
مع رسول الله صلعم ثم لزمه و
واظب علیه رغبة فی العلم راضیا
بشبع بطنه۔

اختلاف ہے یہ فتح خیبر کے سال مسلمان ہوئے
اور آنحضرت کے ساتھ رہے پھر پیغمبر خدا کی
خدمت کی حاضری اختیار کی ہمیشہ علم کی
طرف راغب اور پیٹ بھر دینے سے راضی
رہتے تھے انتہی محصلاً۔

سیرۃ حلبیہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی مین ہے کہ جب جناب علی
ولما وقع القتال بین علی ومعاویة اور معاویہ مین جنگ صفین قائم ہوئی

کان ابوھریرۃ یصلی خلف علی کرم اللہ وجھہ ویحضر طعام معاویۃ وعند القتال یصعد علی تل۔

تو ابوہریرہ جناب علی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور معاویہ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور بوقت جنگ ایک ٹیلے پر چڑھ کر سیر دیکھتے تھے۔ انتہی محصلاً

قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ کسی مالدار ولد الزنا نے جناب ممدوح کی تواضع نہ کی ہوگی اسلیے تو آپ نے چڑنیکے واسطے ولد الزنا کو شر الثلاثہ کہا ہوگا۔

سوم حضرت ابوہریرہ بددیانت تھے چنانچہ عقد الفرید معجم الادبا معجم البلدان وغیرہ میں ہے جن میں سے ہر ایک کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ امیر بحرین ہوئے تو انھوں نے بہت سا مال بیت المال سے غبن کیا جسکی خبر حضرت فاروق

قال عمر لابی ھریرۃ یا عدو اللہ وعدو کتابہ سرقت مال اللہ۔

کو ہوئی تو جناب ممدوح نے فرمایا اے دشمن خدا اور دشمن قرآن تو نے مال چرایا انتہی محصلاً۔

پس وہ مال حضرت فاروق نے اُنسے چھین لیا چونکہ حضرت فاروق کی صداقت مشہور ہے کہ وہ اپنی صداقت کے زعم پر پیغمبر خدا سے جھگڑ لیتے تھے بایں وجہ آپکا ابوہریرہ کو چور فرمانا جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

چہارم ابوہریرہ کاذب بھی تھے چنانچہ بخاری کتاب النفقات باب وجوب صدقہ اہل وعیال سے انکا کذب صریح پایا جاتا ہے وہ یہ کہ ابوہریرہ نے

قال قال النبی افضل الصدقۃ (الی ان قال) فقالوا یا ابوھریرۃ سمعت ھذا عن ابی القاسم رسول اللہ قال لا ھذا من کیس ابوھریرۃ۔

کہا آنحضرت نے فرمایا ہے بہتر صدقہ وہ ہے جو دل کھول کر دیا جائے لوگوں نے کہا اے ابوہریرہ کیا رسول خدا نے ان ہی الفاظ سے کہا ہے تو کہا نہیں یہ ابوہریرہ کی دانائی ہے انتہی محصلاً

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاوہ کذب کے آپ جہل مرکب میں بھی

مبتلا تھے۔

پنجم حدیث سازی میں ابوہریرہ کا فریب تو زمانہ رسولِ خدا سے پایا جاتا ہے چنانچہ اسی قیاس پر حضرت فاروق نے زمانہ رسولِ خدا ہی میں حدیث من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کے اعلان پر ابوہریرہ کو مارا تھا (صحاح وغیرہ)

اور پھر حضرت فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی حدیث سازی پر مار اور فرمایا کہ آیندہ ایسی حدیثیں بیان کریگا تو جلاوطن کردونگا۔ (رسالہ آثار ابن عباس مولوی عبدالحی لکھنوی) اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی وغیرہ سے ثابت ہے کہ ابوہریرہ و سمرہ بن جندب صحابی سرکار معاویہ میں خاص حدیث سازی پر مامور تھے اور اسی زمانہ میں ابوجہل کی بیٹی سے ارادہ نکاح پر جناب علی سے پیغمبر خدا کی بیزاری کی حدیث بنائی گئی اور اسیطرح وہ حدیث بنائی گئی جو بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے جناب علی سے تہجد کیلیے فرمایا اور انھوں نے اُسکی ادا سے انکار کیا۔ معاذاللہ۔ **اگر** یہ احادیث صحیح ہوتیں تو معاویہ و عمرو عاص و ناکثین و مارقین نہروانی وغیرہ انھیں معارضوں میں ضرور پیش کرتے۔

ظاہر ہے کہ ابوہریرہ ۷ھ ہجری میں مسلمان ہوے اور بعد فتح خیبر آنحضرت تقریباً تین سال زندہ رہے پس اس عرصہ قلیل والے سے جسقدر احادیث مروی ہیں اُونی نہ شیخین سے مروی ہیں اور نہ جناب امیر علیہ السلام سے بمقام غور ہے کہ جناب امیر رسولِ خدا کے ساتھ تقریباً تیس سال رہے اُن سے ہمارے ہاں کل (۲۰) احادیث مروی ہیں اور ابوہریرہ سے پانچ ہزار اور بعض نے ابوہریرہ کے صرف راویوں کی تعداد پانچہزار بیان کی ہے تو احادیث کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔

پس عیوب مذکورہ کی بنیاد پر ناقدین احادیث میں سے بالغ نظر محدثین نے ابوہریرہ کو نامعتبر قرار دیا ہے چنانچہ میزان الاعتدال ذہبی کے صفحہ ۸۷ میں ہے کہ علامہ عثمان مقسم بیری ابوہریرہ کو کاذب جانتے تھے اور اعلام الاخیار کفوی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ صحابہ کے

ثم قال ابو حنیفة اترکوا قولی
یقول الصحابة الا بقول ثلاثة
منهم ابو هریرة وانس بن مالک
وسمرة بن جندب۔

مقابلہ مین میرا قول چھوڑ دو الا تین صحابہ
کے مقابلہ مین ترک نہ کرو) ان مین ایک
ابو ہریرہ دوسرا انس بن مالک تیسرا سمرہ
بن جندب انتہی محصلاً۔

ان مختصر اسناد سے آپ کو ضرور معلوم ہو گیا کہ ابو ہریرہ کا قول و فعل معتبر نہین۔

ششم ابو ہریرہ گستاخ و بے ادب بھی تھے چنانچہ حاکم کی مستدرک جلد ثانی صفحہ ۵۱۳ باب المناقب ترجمہ ابو ہریرہ مین حضرت عائشہ سے مروی ہے انھون نے

عن عائشة انها دعت ابا هریرة
فقالت یا ابا هریرة ما هذه
الاحادیث التی بلغنا انک تحدث
بها عن النبی هل سمعت الا
ما سمعنا وهل رأیت الا ما رأینا
قال یا اماه انه کان یشغلک عن
رسول الله المرأة والمکحلة و
التصنع لرسول الله وانی والله
ما کان عنه شئ وهذا احادیث
صحیح لم یخرجاه الشیخان۔

ابو ہریرہ کو بلا کر فرمایا اے ابو ہریرہ
یہ کیسی حدیثین ہین جو ہم کو پہونچی ہین کہ
تم رسول اللہ سے منسوب کرتے ہو حالانکہ
تم نے وہی سنا جو ہم نے سنا اور تم نے وہی
دیکھا جو ہم نے دیکھا پس ابو ہریرہ نے کہا
اے اماں جان آپکو آئینہ و سرمہ دانی اور
بناؤ سنگھار (احادیث رسول سننے سے)
باز رکھتا تھا جو تم رسول خدا کیلیے کیا کرتی
تھین اور خدا کی قسم ہم کو کوئی چیز مانع نہ تھی
انتہی محصلاً۔

ہفتم کتب کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکثرت صحابہ اخبار یہود کیطرف راغب تھے۔ اور توریت کے مطالعہ کی کثرت زمانہ فاروقی و غنی مین جست تھی

لہ روض المناظر صفحہ ۱۳۲ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ مین ہے روی الشافعی انہ اسر الی الربیع ان اربعة من الصحابة لا یقبل لهم شهادة معاویة و عمرو عاص والمغیرة وزیاد پس شافعی کے نزدیک یہ لوگ قابل ترک ہین۔

کیونکہ حضرت فاروق تو یہود کے پاس توریت سننے جایا ہی کرتے تھے اور حضرت عثمان غنی نے خود اسکا ترجمہ عربی مین کیا تھا اور اسکا مبیضہ زید بن ثابت سے کرایا تھا (رسالہ البیان عمادی لکھنوی) پس ان دونون شہنشاہون کے زمانون مین توریت کیطرف لوگون کے میلان کا یہ عروج تھا کہ قرآن کی طرف کمی کے ساتھ تھا پس یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عباس صحابہ کو فہمایش کیا کرتے تھے کہ اے مسلمانو اہل کتاب

یامعشر المسلمین کیف تسئلون اهل الکتاب عن بشی وکتابکم الذی انزل الله علی نبیکم الخ (بخاری وغیرہ)

تم دین کی باتین کیون پوچھا کرتے ہو اور تمھارے رسول پر جو کتاب خدا نے تمھارے رسول پر نازل فرمائی ہے اسمین کیا کچھ نہین۔ اور اہل کتاب نے جانے جانے

توریت مین تحریف کردی ہو الخ انتہی محصلاً۔

ان اسناد کے علاوہ اور بکثرت اسناد ہین جن سے عموماً احبار یہود کی طرف رغبت بکثرت صحابہ مین پائی جاتی ہو تو چونکہ یہودی لوگ نصاری کے ذلیل کرنیکے واسطے حضرت عیسی علیہ السلام کو ولدالزنا اور شرالثلاثہ کہتے تھے پس حضرت ابوہریرہ نے باتباع مذہب آبائی یا بے سوچے سمجھے ہر ایک ولدالزنا کو شرالثلاثہ کہنا شروع کردیا اور بیوقوف مقلدین نے قول ابوہریرہ کو مان لیا جو عقل ونقل کے خلاف ہے جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔

بازآمدم بر تنزیہ ولدالزنا

قال الرافعی فی تاریخ قزوین رأیت بخط الامام ابی الخیر احمد بن اسمعیل الطالقانی سالنی بعض الفقہاء فی المدرسۃ النظامیہ ببغداد فی جمادی الاولی سنۃ بعض...

لآلی مصنوعہ سیوطی مین ہے رافعی نے تاریخ قزوین مین لکھا ہے کہ مین نے ابو الخیر احمد بن اسمعیل طالقانی کی تحریر دیکھی جس مین مدرسہ نظامیہ بغداد کے بعض فقہا نے جمادی الاولی سنہ ہجری مین

میلان بعض صحابہ کا احبار یہود

عما ورد فی الخبر ان ولد الزناء
لا یدخل الجنة وهذا الموضع من
الفقهاء فقال بعضهم هذا لا یصح
ولا تزر وازرة وزر اخری
وذکرت بعضهم قال فی معناه
انه اذا عمل عمل سیئة وارتکب
الفاحشة لا یدخل الجنة وضعف
بان ذلک لا یختص فی ولد الزناء
بل حال ولد الرشید ثم فتح
الله علی جوابا شافیا لا ادری
هل سبقت الیه فقلت معناه
انه لا یدخل الجنة بعمل صالحة
بخلاف ولد الرشید فانه
اذا مات طفلا وابوه مومنا
الحق بهما او بلغ درجتهما علی
ما قال الله تعالی والذین امنوا
واتبعتهم ذریتهم بایمان
الحقنا بهم ذریتهم وولد
الزناء لا یدخل الجنة بعمل ابویه
اما الزانی فنسبه منقطع واما
الزانیة فشوم زناها وان
صلحت یمنع من وصول برکة
صلاحها الیه

حدیث ولد الزنا لا یدخل الجنة کی نسبت
استفسار کیا گیا ہے وہاں کے بعض فقہاء
نے کہا کہ حدیث مذکور صحیح نہیں ہے
کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے بوجھ اٹھانیوالی
دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور بعض نے کہا
حدیث مذکور کے یہی معنی ہیں کہ ولد الزنا
جب برے اعمال کرے گا اور عمل بد کا مرتکب
ہوگا تو وہ داخل جنت نہوگا اس راے کی
تضعیف اس طور پر کی گئی کہ یہ سزا ولد الزنا
سے مختص نہیں بلکہ ولد الحلال کا بھی یہی
حال ہے کہ اگر وہ بداعمالی کریگا تو وہ بھی داخل
جنت نہوگا۔ پھر خدا نے مجھ پر جواب شافی کا
دروازہ کھولا مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے مجھ سے
پہلے بھی ایسا سمجھا ہوگا پس معنے حدیث
ولد الزنا لا یدخل الجنة کے یہ معنی ہیں کہ ولد الزنا
اپنے ابوین کے عمل کے سبب داخل جنت
نہوگا برخلاف ولد الرشید کے کہ جب وہ کمسن
مرجاتا ہے اور اسکے ماں باپ مومن ہوتے ہیں
تو وہ ابوین سے ملجاتے ہیں اور ابوین کی
صلاحیت کے سبب انکے درجہ میں پہونچ جاتے
ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا جو لوگ ایمان لائے
اور انکی ذریت نے ایمان میں اپنے ابوین
کی متابعت کی تو ملادیا ہم نے انکی ذریت کو

اُنکے ساتھ لیکن ولد الزنا اپنے ابوین کے وسیلہ عمل سے داخل جنت نہوگا (تا وقتیکہ وہ خود نیک عمل نہو) مگر زانی ہیں ولد الزنا کا نسب اس سے منقطع ہے اور مزنیہ کا زنا بدتر ہے اور جو مزنیہ نیک ہے تو اسکی نیکی کی برکت سے ولد الزنا کا الحاق اُس سے ممنوع ہوگا انتہی محصلاً۔

تلویح شرح توضیح ذکر مصاہرت اور حدیث ولد الزنا شر الثلاثہ کی بحث

قال النبی علیہ السلام ولد الزنا شر الثلاثہ ولا قرینۃ علی تخصیصہ بمولود معین لانا نقول لا معنی لانتصاف امتزاج المائین واختلاف الولد یکون حراما بالخلاف وغیرہ و قد یشاہد ولد الزناء اصلح من ولد الرشید فی امر الدین والدنیا فیکون دلالۃ علی ان الحدیث لیس علی عمومہ ولھذا یستحق ولد الزناء جمیع الکرامات التی یستحقھا ولد الرشید من قبول عبادتہ وشہادتہ و صحۃ قضائہ و امامتہ و غیر ذلک

یون مرقوم ہوا آنحضرت نے فرمایا ولد الزنا تینون مین بدتر ہے تو ایسا قرینہ کسی مولود معین کی تحقیق کا نہین پایا جاتا۔ بیشک ہم کہینگے کہ دو پانیون کے ملنے سے متصف ہونے کے کوئی معنی نہین ہین ایسا ہی ولد الزنا کو جو اپنے باپ کا جانشین بنایا جاتا ہے (تو یہ بات بھی مہمل ہے) اور پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ حرام باطل ہے (یعنی ایسا باطل کہ اوسکا اثر بد نسلون مین متعدی ہوتا ہے) تو یہ بھی غلط ہے کیا معنی کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض ولد الزنا ولد الحلال سے زیادہ دین و دنیا کے کامون مین پرہیزگار ہوتے ہین پس اس بنا پر یہ دلیل قائم ہوئی کہ حدیث ولد الزنا اپنے عموم پر نہین (یعنی ہر ایک ولد الزنا بدکار نہین ہوتا اس وجہ سے وہ دوزخی نہین ہو سکتا) اسی سبب سے ولد الزنا اون تمام کرامات و فضائل کا مستحق ہوا کرتا ہے کہ جنکا ولد الحلال مستحق ہوا کرتا ہے (ان ہی وجوہ سے) ولد الزنا کی عبادت و شہادت و قضا و امامت وغیرہ یعنی جانشین رسول ہونا جائز ہے انتہی محصلاً اس سند کے آخر مین امام

ابا حنیفہ قضا و شہادت و امامت و خلافت ولد الزنا

وغیرہ ذلک الفاظ مین اور امامۃ سے اعلی درجہ مین نبوت و رسالت اور تحتانی درجہ مین ولایت وقطبیت ابدالیت وغوثیت ہے تو وغیرہ ذلک کہنے سے ظاہر ہوا کہ مذہب اہلسنت مین متقی پرہیزگار ولد الزنا کا یہ درجہ ہے کہ وہ ولی و غوث و قطب و ابدال بھی ہو سکتا ہے اور نبی و امام بھی **الغرض** ان تمام اسناد سے ثابت ہو گیا کہ ولد الزنا شر الثلاثہ نہین بلکہ بقول ابن حزم خیر الثلاثہ ہے اور احادیث ولد الزنا لیس منا اور لا خیر فی ولد الزناء وغیرہ اگر صحیح ہین تو کسی شخص خاص کی نسبت مین آنحضرت نے فرمائی ہونگی جو اسلام سے محروم ہوگا ورنہ انسوے مشاہدہ اس قسم کی جملہ احادیث موضوع ہون تو تعجب نہین چونکہ برخلاف علماء شیعہ ہمارے علماء اعلام کو مشاہدات سے ثابت ہو چکا ہے کہ اکثر ولد الزنا بہت متقی و پرہیزگار ہوتے ہین کہ جنکے نظائر و امثال جماعۃ ولد الحلال مین عنقا ہین پس اسی جہت سے بنظر حفظ خلائق علماء اہلسنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ولد الزنا کی قضا و شہادت کو تسلیم کیا ہے اور اوسکی امامۃ بلکہ اوسکی ولایت و نبوت و رسالت کو بھی قبول فرمایا ہے پس جبکہ اصول مذہب اہلسنت جماعت مین ولایت و نبوت و رسالت کا عہدہ جلیلہ ولد الزنا پر مباح اور خلق اللہ پر اوس حرامی نبی و امام کی نبوت و امامۃ جائز اور اوسکی اطاعت واجب ہو تو ایسے حضرت کی تقلید پر الانساب کی خرابی کے مطاعن محض لغو و مہمل ہین اور ایسے لایق و منتظم خادم خلق اللہ کے لئے داخل نار ہونیکا حکم لگانا نا شریع ہے بلکہ اوسکے علاوہ جملہ پرہیزگار و متقی ولد الزنا کی اتباع و تقلید سے عار دلانا مخالف عقل و نقل ہے۔

فصل سوم در افضلیت و ترجیح ولد الزنا بر ولد الحلال

مذہب اہلسنت مین زمانہ رسالت کے جملہ مومن و مسلم اپنے مابعد والون سے بسیاق حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم افضل مانے گئے ہین اور قرن ثانی والے قرن ثالث والون سے اور ان تینون زمانون کے مسلمانون کے بالتدریج ولد الزنا سید ہوسے جن مین سے بعض کو تابعی اور بعض کو تبع تابعی کا

شرف ملا ہے اور وہ ولد الزنا اپنے اخلاف ولد الحلال علما و صلحا وغیرہ سے اتفاقا یون بھی افضل مانے گئے ہین کہ اون سے بکثرت مواقع پر اسلامی خدمات انجام پائین۔

دوم اون سے احادیث دنیا مین پھیلین جن سے اسلام مستحکم ہوا سوم بحیثیت قرب زمان رسالت وہ لوگ ایسے معتبر ہین کہ جنکی احادیث و روایات کی بنیاد پر اصول عقائد کی بنیاد دین مین اونظاہر ہے کہ جنکو تقدم زمانی کا شرف حاصل ہوگیا وہ اونکے اخلاف کو ہرگز حاصل نہین ہوسکتا از انجملہ قرن اولی کے بعض معیوب الانساب کی اجمالی تنزیہ ہم لکھ چکے اور بعض کی حصہ دوم مین لکھین گے انشاء اللہ تعالی مگر اس فصل مین موالید قرن ثانی و ثالث کی فضیلت ایک ضروری تمہید کے بعد لکھتے ہین خدا کرے کہ حضرات شیعہ اس سے فراست کا سبق لین اور آیندہ ایسے ہفوات سے توبہ کرین۔

ترجیح و فضیلت موالید قرن ثانی

بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی اذا احصنت اور مسند امام احمد حنبل وغیرہ مین حضرت فاروق کا خطبہ ہے جسکے بعض الفاظ اور اونکا حاصل یہ ہے۔

الا ان بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرہا
ومن عاد الی مثلہا فاقتلوہ۔

خبردار ہو کہ ابو بکر کی بیعت ناگہانی تھی اللہ نے اوسکے شر سے لوگون کو بچایا اور پھر کوئی ایسا کرے تو اوسکو قتل کردو۔ انتہی

یہ اور ایسی اور بکثرت سندین ہین جن سے ثابت ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت صدیق اکبر کو امام امت یا اپنا جانشین نہین بنایا تھا بلکہ بقول فاروق انکی خلافت ناگہانی تھی پس جب امم سابقہ کے معارض اور خلایق کی توقع کے خلاف یہ خلیفہ ہوگئے تو بعض مسلمانان عرب بددل ہوگئے اور اون کو تخت خلافت سے اوتارنا چاہا اور طلب بیعت و زکات و محاصل کے جواب مین اون مخالفان خلافت نے یہ عذر کیا کہ ہمکو خدا و رسول نے حکم نہین دیا کہ اپنے مقبوضات کا تمکو محاصل دین اور نہ تمکو اوسکے لینے کا حکم دیا ہے۔ اگر حضرت ابو بکر اوس وقت اپنے جانشین پیغمبر ہونیکی کوئی نص یا دستاویز پیش کردیتے

جیسے چند سند ہون سے آیات قرآنی مثلاً وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات
وغیرہ یا احادیث مین سے اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر علما پیش کرتے
ہین جیسے شاہ ولی اللہ وغیرہ پس جب تو وہ نزاع اوسی وقت برخاست ہوجاتی یا کم از کم اپنے
امام صلوٰۃ ہی ہونے کو جواب مین پیش کردیتے لیکن دقیقہ خلافت نہونے سے لاجواب ہوگئے اور
اس لاجوابی کی شرمندگی اور غلبہ کے سبب آمادہ قتال وجدال ہوئے ہونا ہے بعض
موافق صحابہ کو مخالف سلمانون پر جہاد کا حکم دیدیا (از صحاح وغیرہ) ان ہی مخالفین
مین بعض مہاجرین بھی شریک تھے مثلاً فجاء اسلمی بدری جسکو بعد فتح حضرت ابوبکر نے
مدینہ مین صحابہ کے سامنے جلا کر مار ڈالا جیسا کہ فتح الباری وغیرہ مین ہے۔
فتحرق ابوبکر الفجاءۃ بحضرۃ الصحابہ کہ بیشک ابوبکر نے فجاء اسلمی کو صحابہ کے سامنے
جلا کر مار ڈالا۔ انتہی محصلاً

دوسرا عمرو بن معدی کرب زبیدی مہاجر جسکی کنیت ابو ثور تھی یہ ابن معدی کرب
اسود عنسی متنبی کا ولیعہد بنا تھا تیسرا نہار بن عنفوہ جو آنحضرت کی طرف سے یمامہ کی تعلیم
قرآن ونماز پر مقرر ہوا تھا یہ مہاجر مسیلمہ کذاب کا معتمد اور اوسکی نبوت کا مددگار ہو مین بنا تھا
چوتھی ام زمل مہاجرہ حضرت عائشہ کی باندی یہ بہادرہ شجاعہ قبیلہ بنی عامر کی سردار بنگئی تھی
(تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحات ۱۲۸-۱۳۴-۱۳۵)

اور ایسے اور بھی بعض مہاجر وانصار جو حضرت ابوبکر کی خلافت کے مخالف تھے پس
اوس وقت عام وخاص صحابہ کے چار فریق ہوگئے تھے ایک فریق تو خلافت کا بالکل مخالف
تھا جس سے جنگ وپیکار ہوئی جن مین مہاجرین مذکور شریک ہوے تھے دوسرا فریق
اصلاح ذات البین مین کوشان تھا وہ کہتا تھا کہ ان مخالفین سے محاصل طلب نہ کرو
اور چونکہ یہ لوگ جدید الاسلام اور اہل قبلہ ہین ان سے جنگ بھی نہ کرو کیونکہ آنحضرت نے
فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کرنے والون سے نہ لڑو اور فرمایا

من صلے صلوتنا واستقبل قبلتنا	جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کیطرف
واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی	اور ہمارا ذبیحہ کھاے بس وہ مسلمان ہے

اختلاف بعض صحابہ در خلافت اول

مخالفت بعض مہاجرین از خلافت

کان لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ (مشکوٰۃ) اور خدا و رسول کی حفاظت مین ہے۔ انتہی

اس گروہ کے معین جناب حضرت فاروق۔ ابو عبیدۃ الجراح۔ عثمان غنی۔ سعد بن
ابی وقاص وغیرہ۔ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ تھے تیسرا فریق صحابہ یہ کہتا تھا کہ مخالفین
خلافت سے مغلوب کرنیکے واسطے جنگ تو کرو مگر انکو تباہ و تاراج نہ کرو اور نہ انکے مال و متاع
کھیتی باڑی کو تباہ کرو اور نہ اون کی جورو بیٹی وغیرہ کو لونڈیان بناؤ کیونکہ مخالفین مسلمان
ہین چوتھا فریق صحابہ کہتا تھا کہ مخالفین خلافت مرتد ہین ان سے مثل کفار جہاد کرو یعنی
انکی جورو بیٹی مال و متاع کھیتی وغیرہ سب پر قبضہ کرو اور جہانتک ممکن ہو ان کو جان بر
نہونے دو پس دوم سوم فریق صحابہ کے اجماع کا خیال نہ سمجھا گیا اور اس چوتھے فریق سے حضرت
ابوبکر موافق ہوے اور آمادہ پیکار یعنی فریق اول سے جنگ کی تیاری ہو گئی اور سوا بنی
ہاشم یا غال خال صحابہ کبار کے دیگر بکثرت صحابہ باغیان خلافت کے قتل و غارت مین جان
توڑ کوشش کرنے لگے اور بعد حصول فتح مغلوبین مین سے کسی کو قتل اور کسی کا احراق
وغیرہ کیا چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جزری جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ ذکر ردہ بنی عامر و بنی ہوازن
و بنی سلیم وغیرہ مین ہے۔

فاتوہ بھم فقتل بعضہم واحرق بعضہم کہ ان قبائل کے لوگون کو قتل کیا اور بعض کا
رضخہم بالحجارۃ ورمی بہم من الجبال مثلہ کیا یعنی اونکی ناک کان وغیرہ کٹوائے
ونکسہم فی الآبار اور بعض کو جلوایا اور بعض کو پتھرون سے کچلا
اور بعض کو پہاڑ پر سے گرایا اور بعض کو کنوون مین ڈبو دیا حضرت ابوبکر کے ان مظالم
کا ذکر تاریخ خمیس دیار بکری جلد ۲ اور ریاض النضرہ اور فتح الباری وغیرہ مین بھی ہے۔
الغرض حصول فتح و غلبہ کے بعد مخالفین خلافت کا خوب قلع و قمع کرکے اونکے
اموال و غلام وغیرہ پر قبضہ کیا گیا اور بغیر عدہ و استبرا و نکاح کے انکی جورو بیٹی ماں بہن کو
تصرف مین لایا گیا اور وہ مومنات کئی سال تک اپنے فاتحین کے تصرف مین رہین اور بعض
اون مین کی اپنے فاتحین سے صاحب اولاد ہو گئین پس زمانہ فاروق مین جب مخالفان
خلافت کی خطا معاف ہوئی تو جو مستورات صاحب اولاد یا حاملہ تھین وہ اپنے شوہرون

مثلاً ظلم خلیفۂ اول
[illegible]

اور اپنے قبائل کو واپس نہین دی گئین اور اپنی اپنی حیات تک وہ مومنات بغیر نکاح یون ہی تصرف صحابہ مین رہین پس اس صورت سے بکثرت ولد الزنا تابعی پیدا ہو گئے۔ چنانچہ فتح المبین علی معذہب المقلدین مولفہ مولوی بدیع الزمان شاگرد مولوی نواب صدیق حسن خان بھوپالی و تلمیذ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۲۳ مین ہے۔

دوم یہ کہ مخالفت حضرت عمر کی ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکثر مسائل مین ایسی ظاہر ہے کہ محتاج بیان نہین چنانچہ خلاف کیا انھون نے مرتدون کے سبایا (اسیران گرفتہ شدہ) مین کہ قیدکیا مرتدین کی عورتون کو ابوبکر نے اور چھوڑ دیا عمر نے اون کی ازواج وغیرہ کو آزاد کر کے مگر جنکے ہان اولاد ہو چکی تھی اپنے مالک سے (اون کو واپس نہ دیا) اور توڑ دیا اس بارہ مین حکم صریح ابوبکر کا اور اسی طرح ارض عنوہ کے بارہ مین کہ تقسیم کر دیا ابوبکر نے لیکن عمر نے اون کا خلاف کیا انتہی بلفظہ

روضۃ الاحباب جمال الدین محدث ذکر قتل مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ خلافت ابوبکر جلد ۲ صفحہ ۲۳ مین ہے گویند برادر متمم بن نویرہ رضی اللہ عنہ بمدینہ آمد و صورت واقعہ بعرض رسانید طلب خون برادر و التماس رد سبایاے خویش کرد و عمر بن خطاب متمم را امداد و اسعاف نمود اما ابوبکر گفت کہ شمشیر خالد بر اہل اسلام کشیدہ شد اگر این سخن مطابق واقعہ باشد بقصاص باید رسانید انتہی محصلا

مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ جنکو رسول خدا نے وصول زکوۃ کیلئے قوم بطاح پر مقرر فرمایا تھا اور وہ اونکی قوم مسلمان تھی جنکے اسلام اور بانگ و صلوۃ کی شہادت حضرت ابن عمر اور ابو قتادہ انصاری نے دی تھی لیکن حضرت سیف اللہ خالد بن ولید نے اونکی بدیع الجمال زوجہ مسماۃ لیلی بنت سنان پر فریفتہ ہو کر مالک موصوف اور قوم بطاح کو قتل و غارت کر دیا اور اون مسلمان مقتولین کو آگ مین ڈالدیا اور بعض کے سرون کے چولھے بنائے۔

تاریخ خمیس دیار بکری جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ وغیرہ استیعاب ابن عبد البر وفیات الاعیان ابن خلکان تاریخ کبیر طبری مرعاۃ الزمان سبط ابن جوزی طبقات

ابن سعد کنز العمال سیوطی اور صحیحین وغیرہ میں بغاوت یسیر پر قصہ درج ہے اور بکثرت کتب تواریخ وطبقات وغیرہ میں حضرت فاروق کا یہ قول خالد بن ولید کی نسبت ہے۔

قتلت امرأ مسلما ثم نزوت علی امرأته والله لاجمنك باحجارك (تاریخ کبیر طبری جزو خامس) | کہ اے خالد تونے ایک مرد مسلمان کو قتل کیا اور پھر اوسکی جورو پر چڑھ بیٹھا واللہ میں تجھے سنگسار کرونگا۔ انتہی محصلاً۔

الغرض بکثرت کتب سے محاربان ابوبکر کا اسلام اور اونکی منکوحات وامہات وغیرہ کا مقید ہونا اور اپنے فاتحین کے تصرف میں آنا ظاہر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس چند سال کے عرصہ میں بکثرت تابعی پیدا ہوے ہونگے کیونکہ حضرت ابوبکر کی جنگ بکثرت قبائل عرب سے ہوئی تھی جس میں طرفین سے ہزاروں کے کھیت پڑے تھے چنانچہ سات سو حفاظ صحابہ تو صرف جنگ یمامہ میں مارے گئے تھے جنکے قتل ہوجانے پر حضرت فاروق کو قرآن کے ضایع ہوجانیکا اندیشہ ہوا تھا اور غیر حفاظ صحابہ کی تعداد خدا اعلم ۔ اور ایسے ہی مقتول مخالفین کی تعداد سمجھنی چاہیے اور جنگ جہادی لونڈیوں کے واسطے بجائے عدہ ایک ماہ کا استبرا شریعت نے مقرر کیا تھا تو وہ بھی کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ اون مومنات باندیوں کے ساتھ استبرا بھی کیا گیا تھا اس لحاظ سے اون باندیوں کے بطن کے وہ مولید کورے حرامی اور سات دودہ کے دھوے ولد الزنا تھے۔

اگرچہ کسی مورخ ومحدث نے بجہت بے دیانتی حضرت ابوبکر صدیق کے ان اجتہادی بچوں کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کون کون صاحب تھے اور نہ اونکی خدمات ولیاقت کو اس نے ظاہر کیا لیکن خلافت فاروق میں ہر ایک موضع حجاز مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور اونکے جملہ باشندے طوعاً وکرہاً مسلمان بھی ہوگئے تھے اور وہ اجتہاد صدیقی والے صحابی زادے بھی تھے تو اس قرینہ پر قیاس ہوتا ہے کہ جو کام اونکے ابوین کرتے تھے یعنی اشاعت اسلام وہی کام ولدان اجتہادی بھی کرتے رہے اور خلافت حضرت عثمان کے دور آخر اور معرکہاے جنگ جمل وصفین ونہروان میں اون ولدان اجتہادی نے بڑی بڑی خدمات اسلامی انجام دی ہونگی اور مختلف قطاع وبقاع میں اپنا مذہب پھیلایا ہوگا اور باعتبار تعلیم مہاجرو انصار وقرب واتصال زمانہ رسالت

لوگون نے اونکی احادیث مرفوع و موقوف بھی لکھی ہونگی پس ان بنیادون پر ہم دعوی سے کہتے ہین کہ مولید اجتہاد صدیقی والے اپنے اخلاف ولد الحلال سے یقینی افضل ہین کیونکہ اونکو تعلیم صحابہ سے ہوئی اور تابعی ہونیکا شرف ملا جنکے فضائل کتب اسلامی مین بغیر قیود صحت نسب بکثرت مندرج ہین از انجملہ بعض یہان درج کیے جاتے ہین ۔

صحاح وغیرہ مین حضرت ابو عبیدہ الجراح امین الامۃ سے مروی ہے وہ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت سے عرض کیا کہ کیا کوئی ہم سے بہتر طریقہ پر ایمان لایا تو آنحضرت نے فرمایا جو تمہارے بعد ایمان لاوینگے وہ تم سے بہتر ہونگے حالانکہ اونھون نے مجھے نہین دیکھا انتہی محصلاً تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۴۳ مین ابو ہریرہ سے مروی ہے ۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم ان من اشد حبا لی ناسا یکون بعدی یود احدھم لو رانی باھلہ ومالہ	کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت مین مجھ سے بہت محبت رکھنے والے وہ لوگ ہین جو میرے بعد ہونگے اون مین سے ہر شخص چاہیگا کہ کاش بجاے اپنے اہل ومال کے مجھے دیکھتا ۔ انتہی محصلاً

پس ایسے ہی اعلی فضائل کے سبب آنحضرت نے تابعین کی فضیلت بعض خواص صحابہ سے بڑھا دی اور فرما دیا ۔

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلعم لا تمس النار مسلما من رانی او رای من رانی	کہ اوس شخص کو دوزخ کی آگ نہ چھوے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا انتہی محصلاً

کیونکہ بعض احادیث صحاح سے بعض صحابہ کا دوزخی ہونا ثابت ہے ۔

اسی حدیث جابر کی بنیاد پر بکثرت علماء اہلسنت نے بھی تابعین کے فضائل لکھے ہین اور اونکے قول وفعل وتقریر کو منصوص من اللہ ومن الرسول سمجھا ہے چونکہ مولید اجتہادی مین بعض ہواخواہ افضل من السلف وخلف بھی ہوے اسی وجہ سے تمام اہلسنت کے ہان بغیر شرط ولد الحلال اور بغیر قید ولد الزنا اون تابعی کا قول وفعل وتقریر موسوم بحدیث ہے چنانچہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین علامہ طیبی کا یہ قول درج ہے ۔

قال الطیبی الحدیث	کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ اور تابعی کا قول وفعل و

فضیلت تابعی

قول وفعل وتقریر تابعی موسوم بحدیث

والصحابی والتابعی قولھم وفعلھم وتقریرھم تقریر موسوم بحدیث ہے انتہی اور ایسا ہی سید شریف جرجانی نے اپنی مختصر مین اور اوسکی شرح ظفر الامانی مولوی عبدالحی لکھنوی مین ہے فالحدیث ما جاء عن رسول اللہ صلعم والصحابی والتابعی اور یہی بات مولوی صاحب موصوف نے اپنے رسالہ اثر ابن عباس مین لکھی ہے الغرض بکثرت کتب تواریخ وسیر احادیث وتفاسیر وغیرہ سے ثابت ہے کہ خیر القرون مین اجتہاد صدیقی سے جسقدر مولود ہوئے وہ فضائل مذکورہ کے مستحق اور اپنے جملہ مابعد کے ولد الحلال وولد الحرام صلحاء وعلماء وغیرہم سے یقینی افضل تھے لہذا حضرات شیعہ نے جملہ ولد الزنا کو ناقابل تقلید اور ناری سمجھا ہے وہ بموجب کتب وعقیدہ اہلسنت لغو ومہمل ہے۔

افضلیت موالید قرن ثالث

ان موالید کے فضائل بھی موالید قرن ثانی کے قریب قریب مین فرق صرف اسیقدر ہے کہ ان کا قول وفعل وتقریر موسوم بحدیث نہین ہے باقی انکی رائے اور اجتہاد در مذہب وعقائد کی بنیادین ہین جن سے ان موالید قرن ثالث کا عماد دین وارکین اسلام ہونا ثابت ہے چنانچہ تحصیل الکمال شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحث حدیث خیر القرون مین ہے۔

ثم خلق اللہ خلقاً آخر لحقوا بالصحابۃ واتبعوھم وسمعوا الاحادیث واخذ العلم منھم فسمعوا بالتابعین وشاع فیھم فن الاجتہاد والاستنباط مالم یکن فی الصحابۃ رضوان اللہ علیھم۔

پھر اللہ نے دوسری مخلوق کو پیدا کیا جو صحابہ سے جا ملی اور اونسے صحابہ کا اتباع کیا اور اون سے احادیث سنی اور علم سیکھا اور پھر ان تابعین سے اونکے تابعین ملے اور اون مین طریقہ اجتہاد جاری ہوا اور اون احادیث سے وہ وہ استنباط کئے جو صحابہ کے زمانہ مین نہ تھے انتہی محصلاً۔

افضلیت تبع التابعین

اگرچہ زمن خیر القرون کی حدبندی بمقابلہ شیعہ حضرت عثمان کی خلافت کے اختتام تک مطابق رائے شاہ ولی اللہ دہلوی بہت درست ہی جیسا کہ اونہون نے ازالۃ الخفا مین لکھا ہے لیکن چونکہ اس قلیل زمانہ خیر القرون کی حدبندی سے بڑے بڑے اکابر مذہب وعماد ملت

اس فضیلت سے محروم اور بالخصوص مجتہدان مطلق یعنی ائمہ اربعہ تہیدست رہتے ہین اور
اصول عقاید کی تمام ضرورتین بغیر اونکے وجود باوجود کے بودی تھی ہین اسی ضرورۃ سے
مجبوراً جمہور اہلسنت نے انس بن مالک کی حدیث کے مطابق خیر القرون کی حد بندی
کی ہے جو خلافت ثلاثہ کے اختتام تک کی حد بندی سے بدرجہا افضل ہو اوسکا مطلب یہ ہے
آنحضرت نے فرمایا میری امت پانچ طبقون پر ہوگی چالیس سال اہل تقوی و پرہیز گار ہونگے

حد خیر القرون

اخرج ابن ماجہ عن انس بن مالک عن
رسول اللہ صلعم قال امتی علی خمس
طبقات فاربعون سنۃ اہل بر
وتقوی ثم الذین یلونہم الی عشرین
ومائۃ سنۃ اہل تراحم وتواصل
ثم الذین یلونہم الی ستین ومائۃ
اہل تدابر وتقاطع ثم الہرج ثم الہرج
النجا النجا ایضاً قال علیہ السلام
امتی علی خمس طبقات کل طبقۃ
اربعون عاما فاما طبقتی وطبقۃ
اصحابی فاہل علم وایمان واما طبقۃ
الثانیۃ مابین الاربعین الی ثمانین
فاہل بر وتقوی۔

پھر اون کے بعد ایکسو بیس سال یعنی ایکسو
ساٹھ ہجری تک اہل تراحم وتواصل ہونگے
پھر انکے بعد ایکسو ساٹھ یعنی سنہ ۲۲۰ ہجری تک
اہل تدابیر وتقاطع یعنی جوڑ توڑ کرنے اور قطع
رحم کرنے والے ہونگے پس اون سے پھر نقصان
ہی نقصان ہے پناہ پناہ ایضاً انہی
انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے
فرمایا میری امت پانچ طبقون پر ہوگی اور ہر ایک
طبقہ چالیس سال کا ہوگا یعنی سنہ ۴۰ ہجری
تک از انجملہ میرے زمانہ کا طبقہ اور میرے اصحاب
کا جو قابل علم اور ایماندار ہین اور دوسرا
طبقہ جو سنہ ۸۰ ہجری تک رہیگا وہ نیک
و متقی ہوگا انتہی محصلاً

اگرچہ عام اور بعض خاص علما نے تو حدیث خیر القرون سے وہی حد بندی سمجھی ہے
جسکی تفصیل یہ ہے کہ قرن اولی حیات سرور کائنات تک اور قرن ثانی ختم خلافت خلفا
اربعہ تک اور قرن ثالث ختم خلافت مروانیہ تک اور جو خیر القرون کی حد بندی سنہ ۲۲۰ تک
فرض کی جاوے کہ جس مین امام بخاری و مسلم و یحیی بن اکثم وغیرہ بھی داخل ہو جائین تو ہمارا
کوئی حرج نہین لیکن بہرحال ہمارے نزدیک قرن ثالث مین دو مشہور علما گذرے

کہ جن مین بکثرت ولد الزنا پیدا ہوئے جو بقاعدہ اہلسنت اپنے مابعد والون سے افضل تھے

پہلا واقعہ بحکم معاویہ بن ابوسفیان یمن کے قبیلۂ ہمدان پر ہو کر حضرت بسر بن ارطاۃ صحابی نے یمن کے مسلمانون پر تاخت کی اور بعد فتح اونکی جورو بیٹی بہن مان سب پر قبضہ کیا اور اہل فوج نے اس قوم و قبیلہ کی مستورات کو بغیر عدہ و نکاح اپنے تصرف مین لائے اور ولد الزنا تبع تابعی پیدا ہوئے اس قبیلۂ ہمدان کی بھی خطا وہی تھی جو خلافت اولی کے مہاجرین و انصار کی تھی یعنی یہ لوگ بھی معاویہ کو جابر و جائر و غاصب خلافت جانتے اور مانتے تھے اور بسر بن ارطاۃ وہ صحابی بزرگ ہین جنھون نے عبد اللہ بن عباس کے کمسن بچون عبد الرحمن و قثم کو اونکی مان عائشہ بنت عبد المدان کے سامنے ذبح کر ڈالا تھا اور وہ دیوانی ہو کر برسون برہنہ سر ہو کر بازارون مین پھرتی رہین اور اوسی حالت مین اونکا انتقال ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون (اسد الغابہ جلد اول ص ۲۱۲)

دوسرا واقعہ حرا جس مین ہزارون باکرہ و ثیبہ کو لشکر یزید بن معاویہ کی بدولت زنا کا حمل رہا اور اون مین جو نیک بخت بیبیان اپنے برخوردارون اور برادرون سے حاملہ ہوئین وہ مزید بران تھین چنانچہ تاریخ الخلفا سیوطی بیان واقعہ حرا مین لکھا ہے۔

وفھبت المدینۃ وافتض فیھا الف عذراء کہ مدینہ لوٹ لیا گیا اور ایک ہزار باکرہ کے بکر کام آئے۔ مگر منکوحات و ثیبہ کا شمار کسی سے نہو سکا اور تاریخ مذکور کے اسی بیان کے سلسلہ مین

ان جلا ینکح امھات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ | لکھا ہے کہ یزید اپنے مان بیٹیون اور بہنون سے زنا کرتا اور شراب پیتا نماز ترک کرتا

قرائن اور شہادت سے ظاہر ہے کہ یزید بن معاویہ کی اس فوج کیساتھ ہر ایک لشکری کی مان بہن نہونگی اور جو دو چار لشکری کیساتھ بھی ہونگی تو وہ فوج کثیر کے مقابلہ مین شمار مین نہین آسکتین مگر اون محدثین مورخین و محققین پر افسوس ہے کہ جنھون نے قرن ثانی کے ولد الزنا وٗن کے نام اور کام چھپائے تھے ویسے ہی ان دونون قرنون کے ولد الزنا وٗن کو بھی چھپائے جس سے نہ معلوم ہو سکا کہ کن کن صحابی و تابعی کے ہان اجتہاد صدیقی و معاویہ و یزید کی بدولت بچے پیدا ہوئے اور کن کن تابعی نے بموجب رسم قدیم امہات و اخوات و بنات سے بچے جنوائے الغرض اس فراط و مستی و کثرت مقاربات سے یمن و مدینہ طیبہ مین ہزارون تبع تابعی پیدا ہوگئے جنکے محامد و فضائل گنے نجاتے

سوال از جناب امیر معاویہ

سوال از جناب یزید

اور اسی باب کی فصل دوم سے واضح ہوچکا کہ ولد الزنا خیر الثلاثہ ہے اور دینی و دنیوی معاملات اور تقوی و طہارت مین نہایت قابل اور پرہیزگار ہوتا ہے اور شرف تقدم زمانی کے سبب تابعی و تبع تابعی کی سند اونکے اخلاف کی سند سے افضل مانی گئی ہے جبکہ اکثر اصول عقائد زمانہ خیر القرون ہی کے بعض حضرات کے اقوال و افعال و تقریر ونکی بنیاد ونپر ہین پس جبکہ بلا قید صحت نسب ہر تابعی کا قول و فعل و تقریر و سکوت بحد یقین ہو اور پھر وہ احادیث بقاعدہ اصولیین جائز العمل بلکہ واجب العمل بھی ہوسکتی ہو اور پھر بلا شرط صحت نسب تابعی کا چلن شعار مذہب قرار پائے اور وہ شعار ایسا معتبر و موثق ہو کہ اونکے اخلاف و ما بعد ولد الحلال صلحاء و علماء وغیرہ کیلئے باعث نجات مانا گیا ہو تو خود صاحبان شعار کے افضل و اکمل ہونے مین کسیکو کیا کلام ہوسکتا ہے اور انکے بعد کے حلالی صلحاء و فضلاء وغیرہ پر اجتہاد و صدیقی و اموی کے موالید کا شرف و بزرگی مان لینے مین کیا تامل ہوسکتا ہے اور اسی کی تائید مین خاتم خامس آل عبا یعنی جناب یزید ابن معاویہ کا وہ قول قابل تمسک ہے جو اوسنے ماہ رجب سنہ ۶۰ھ مین اپنے باپ کے مرتے ہی خطبہ پڑھا اور اثنا خطبہ مین کہا کہ معاویہ اپنے ماقبل

كان من دون من قبله وخير ممن يأتي بعده	کے لوگون سے کمتر تھا اور اپنے مابعد والون سے افضل (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۴۸) چونکہ یزید

کو اپنی دادی ہند اور پردادی حمامہ اور سکڑدادی زرقا کا حال معلوم تھا اس سبب سے سچ سچ کہدیا

مذہب اہلسنت و جماعت مین ولد الزنا کی افضلیت صرف منقولات سے ہی ثابت نہین بلکہ ہمارے بعض علمائے علام نے دلائل حکمیہ سے بھی شرافت ولد الزنا کی ثابت کی ہے چنانچہ علامہ قطب الدین شیرازی نے نزھۃ القلوب مین لکھا ہے امام ابو القاسم راغب اصفہانی نے محاضرات مین فرمایا ہے

ولد الزناء فقد انجب لان الرجل يزني بشهوة ونشاط فيخرج الولد كاملا وما يكون من الحلال فمن تصنع الرجل الى المرأة	کہ ولد الزنا شریف تر ہوتا ہے کیونکہ مرد خواہش و نشاط سے زنا کرتا ہے اسی باعث سے بچہ کامل پیدا ہوتا ہے اور یہ بات مقاربت حلال مین میسر نہین

کیونکہ انسان اپنی منکوحہ سے بہ تصنع رغبت کرتا ہے انتہی محصلاً **الغرض** اگر بعض صحابہ کو علی التنزل و بفرض محال معاذ اللہ ولد الزنا ہی تسلیم کیا جائے تو بھی اونکی تقلید و اتباع مین کوئی ہرج نہین بلکہ نجات ہی نجات ہے اس بنا پر الانساب کے جملہ مطاعن حضرات شیعہ کے محض لغو و مہمل

(وجوہ شرافت ولد الزنا)

اور خلاف اصول مذہب اہلسنت وجماعت اور اس حصہ کا یہی مقصد تھا۔

تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ (پارہ اول)	وہ لوگ گزر گئے وہ اپنا کیا پائینگے اور تم اپنا کیا پاؤگے اور تم سے اونکے اعمال کی نسبت نہ پوچھا جائیگا۔

نکتہ

خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے زمانوں مین جو کسی بنی ہاشم کو چھوٹے سے چھوٹا عہدہ بھی نہ ملا اور ملکی ومالی معاملات پر اونکی پرچھائین نہ پڑنے دی اور یہی عمل خلفاء امویہ ومروانیہ وعباسیہ نے کیا بجز مامون رشید کے۔ اور نہ اونکی مرویات فقہ پر عمل کیا تو صرف اسی وجہ سے کہ اون مین صحت نسب کی خرابی سے معاملات دنیوی کی سنبھال اور پولیٹکل چال کی قابلیت نہ تھی چنانچہ ہمارے زمانہ کے بعض بیدار مغز حضرات نے بھی جناب امیر علیہ السلام کی انتظامی قابلیت پر ہمارے سامنے نکتہ چینی کی جسکی تفصیل بخوف طوالت ترک کی گئی اون دلائل کی سماعت کے بعد جو ہمنے کتب معتبرہ مین تفحص کیا تو بعض نقص استیعاب ابن عبد البر جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر دستیاب ہوئے جو صاحب موصوف نے علامہ کلبی کی کتاب صفین سے نقل کئے ہین وہ یہ کہ بسر بن ارطاۃ صحابی جنگ صفین مین جناب امیر کے مقابل ہوا اور جناب ممدوح نے ایک نیزہ مارا تو حضرت ابن ارطاۃ کی عورتین کھل گئین پس جناب امیر علیہ السلام نے منہ پھیر لیا اور ابن ارطاۃ کو اتنا توقف غنیمت ہوا اور یہ جان بچا کر بھاگے اسی طرح جنگ صفین مین حضرت عمرو عاص نے خود مین دکھا کر جناب امیر سے اپنی جان بچائی تھی پس فی الحقیقۃ اگر جناب امیر علیہ السلام کی جائے دوسرے کسی شجیع کو ایسا موقع ہاتھ آتا تو وہ وہین نیزہ مارتا اور جنگ وجدال کے مواقع پر جناب امیر سے اور بھی لغزشین ہوئین جو استیعاب اور بعض اور کتب مین بھی درج ہین مثلاً محارب اسیرونکو بغیر قتل چھوڑ دینا (۲) زخمیونکی جانبخشی کرنی (۳) مفرورین کا تعاقب نہ کرنا (۴) محاربین کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر قبضہ نکرنا (۵) محاربین کی ازواج وبنات وجاریہ وغیرہ پر متصرف نہونا اور نہ کسی مجاہد کو متصرف ہونے دینا (۶) جنگ مین مقتول کا مال قاتل کو نہ دلانا وغیرہ وغیرہ

چونکہ خلافت اولی مین بسبب قتال مباح و حلال تسلیم کر لیئے گئے تھے اس وجہ سے لوگ مرفہ الحال ہو گئے تھے اور وقت پر خلافت کا ساتھ دیتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے محالف نعمتون اور حقوق سے محروم تھے اس سبب سعت جان دہی پسند نہ کرتے تھے حتی کہ انجام کار غیر کیا بعض بنی ہاشم بھی ایسے نالان و گریزان تھے پس بنقص اصلاب طاہرہ وارحام مرکبہ کے سبب سے ہون تو کوئی تعجب نہین۔

نصائح جناب امیر علیہ السلام بغرض اصلاح شیعہ

الناس من جہۃ التمثال اکفاء	ہم شکل ہونیکے سبب تمام انسان آپس مین ہم
ابوھم آدم والام حواء	کفو ہین کیونکہ سب کے مان باپ آدم و حوا ہین
فان یکن لھم فی اصلھم شرف	اگر لوگ اپنے نسب پر فخر کرین تو اونکی اصل پانی
یفاخرون بہ فالطین والماء	اور مٹی ہے۔ اے شخص تو جو اپنے باپ دادا
وان اصبت بفخر من ذونسب	کی بزرگیون پر فخر کرتا ہے (تو یہ فضول ہے) اگر
فان نسبتنا جود وعلیاء	ذاتی جوہر ہے تو تو بزرگ ہے۔ کوئی بزرگی کا
لا فضل الا لاھل العلم انھم	مستحق نہین بجز اہل علم کے کیونکہ وہ خلقت
علی الھدی لمن استھدی ادلاء	کو گمراہی کی تاریکیون سے نکالکر راہ پر لاتے ہین

انتہی محصلاً۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

تمت